لِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِهَا (القرآن)

اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام
اُن کا ترجمہ اور تشریحات

مَعَارِفُ الْاَسْمَاء

شرح اسماء الحسنیٰ

اپنے موضوع پر
ایک مشہور و معروف اور تحقیقی کتاب

تصنیفِ لطیف

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

ناشر
ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور
۳۵۳۲۵۵ — ۷۲۴۳۹۹۱

نام کتاب ——— اسماءُ الحسنیٰ

عکسی طباعت ———

باہتمام ——— اشرف برادران سلمہم الرحمٰن

ناشر ——— ادارۂ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی لاہور ۲

فون نمبر ۳۵۳۲۵۵ ، ۷۲۴۳۹۹۱

قیمت ———

ملنے کے پتے

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور ۲

ادارۃ المعارف، جامعہ دارالعلوم کورنگی، کراچی ۱۴

مکتبہ دارالعلوم، جامعہ دارالعلوم، کورنگی کراچی ۱۴

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی ۱

بیت القرآن، اردو بازار، کراچی ۱

ادارۃ القرآن، چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی ۵

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین اکمل الحمد علیٰ جمیع ھدایاہ ومعارفہ وعطایاہ وعوارفہ وافضل صلوٰتہ وسلامہ وتحیاتہ الطیبات لمبارکات واکرامہ علیٰ رسولہ وحبیبہٖ وصفوتہٖ محمد الامین خاتم النبیین وسید المرسلین وصلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ الطیبین الطاھرین ورضی اللہ عن الصحابۃ الذین اختارھم اللہ تعالیٰ لصحبۃ نبیہ الصادقین السابقین الاولین والذین جاءُوا من بعدھم من التابعین لھم باحسان الی یوم الدین[1]

اَمَّا بَعْدُ!

یہ مختصر رسالہ اسماء اللہ الحسنیٰ کے متعلق ہے جس میں ان اسماء پاک کی مختصر تشریح بھی کی گئی ہے۔

---

[1] اللہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ حمد اس کے لیئے ہے۔ کامل مکمل حمد۔ ان ہدایات

(باقی صفحہ ۶ پر دیکھیں)

اصل اس بارہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

"اے نبی بتا دیجیے کہ اے لوگو اللہ کہو یا رحمٰن کہو۔ ان میں سے کوئی نام بھی لو۔ پس اللہ کے نام تو سب پاک ہیں"

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اَسْمَآىِٕهٖ ۔ (سورۃ الاعراف ع ۲۲)

"اللہ کے بہت پاک نام ہیں پس لوگو اللہ کو اپنے ناموں کے ساتھ پکارا کرو۔ اور جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں اُسے چھوڑ دو"

آیاتِ بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفیہ ہیں یعنے جن اسماء کو اللہ تعالیٰ نے اور اُس کے رسول نے اسماءِ الٰہی بتایا ہے۔ اُن کے سوا۔ اللہ تعالیٰ کو کسی اور نام سے یاد کرنا پکارنا یا اُسے اللہ تعالیٰ کا پاک نام سمجھنا جائز نہیں۔

ہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل کفر والحاد جو عرفانِ الٰہی سے بے خبر اور معرفتِ ربّانی سے دُور ہوتے ہیں، اگر کبھی حمد لکھنے پر آمادہ بھی ہوتے ہیں تو ان کی کلام ہی سے واضح ہو جاتا ہے کہ کیسے ضالّ و مضلّ کا کلام ہے۔ ایک کافر کہتا ہے ؎

بنام آنکہ او نامے ندارد ٭ بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

پہلا جھوٹ تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نام ہے ہی نہیں۔ دوسرا حماقت بھرا جھوٹ

(حاشیہ صفحہ نمبر ۵) اور معارف اور عطاء و عوارف پر جو اس نے مخلوق پر کی ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے درود و سلام اور مبارک و پاکیزہ تحیّات اور تحفے اللہ تعالیٰ کے رسول اور حبیب برگزیدہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں جو نبیوں کے خاتم ہیں اور مرسلین کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کی آل پر بھی جو طیّب و طاہر ہیں اور صحابہ پر بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی مصاحبت کے لئے چُن لیا ہے۔ جو صداقت والے۔ اولیّت والے۔ سبقت والے تھے، نازل فرمائے اور ان لوگوں پر بھی۔ جو قیامت تک آل وصحابہ کی پیروی کرنے والے ہیں۔

یہ کہ وہ ہر ایک نام کو اپنا ہی نام سمجھتا اور ہر ایک نام پر بول اُٹھتا ہے ۔

یہی شعر بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اسماء واعلام کے متعلق جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ ہی کے بتائے ہوئے عرفان سے استفادہ نہیں کرتا تو وہ ضرور بھٹکتا جاتا ہے فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کی تفسیر میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ ایسے ۹۹ نام ہیں جن کی یاد انسان کو جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ احادیث صحیحہ میں تو اسی قدر ہے اب احادیث کے طبقہ ثانیہ کی کتابوں میں اسماء الحسنیٰ کو بزرگانِ دین نے فراہم بھی کیا ہے لوگوں میں زیادہ تر مشہور وہ روایت ہے جو سُنن ترمذی میں ہے۔ صاحب جامع الاصول نے بھی اس روایت کو لیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ترمذی کے سوا۔ اور کسی نے تفصیل بیان نہیں کی۔ اس قول کی توجیہہ یہ ہے کہ علامہ ابن اثیر صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کو شمار نہیں کرتے۔ بلکہ موطاء امام مالک کو شمار کرتے ہیں۔ اگر یہ شرط نہ ہوتی تو یہ امر مخفی نہ تھا کہ روایت ابن ماجہ میں بھی بیان اسماء موجود ہے مستدرک حاکم میں بھی تفصیل اسماء موجود ہے مگر یہ کتاب بھی داخل صحاح نہیں لہٰذا صاحب جامع الاصول نے صرف ترمذی کے حوالہ پر اکتفا کی۔ صحیح بخاری میں ہے۔

حدثنا علی بن عبداللہ حدثنا سفیان قال حفظنا عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ روایۃً قال اِنَّ لِلّٰہِ عزوجلّ تسعۃ وتسعین اِسمًا مائۃً اِلّا واحدۃً لا یحفظھا احدٌ الّا دخل الجنّۃ وھو وتر یحب الوتر

(جلد ۲ صفحہ ۹۵)

"ہم سے علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی۔ اور کہا کہ ہم نے ابی الزناد سے۔ انہوں نے اعراج سے۔ انہوں نے ابوہریرہ سے یہ یاد کرلیا ہے کہ ابوہریرہ روایت کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو جس نے ان کو حفظ کرلیا۔ وہ داخل جنت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تو وتر ہے۔ وتر کو دوست رکھتا ہے"

صحیح مسلم میں ہے :۔

حدثنا عمرو الناقد وزھیر بن

"عمرو ناقد۔ اور زہیر بن حرب اور ابن ابی عمر

حرب وابن ابی عمر جمیعًا عن سفیان واللفظ لعمرو۔ حدثنا سفیان عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ تسعۃ وتسعین اسماء من حفظھا دخل الجنۃ واللہ وتر یحب الوتر۔ وَفِیْ روایت ابن ابی عمرو من احصاھا دخل الجنۃ۔

تینوں نے ہم کو سفیان سے حدیث سنائی (اس میں لفظ عمرو ناقد کے ہیں) کہ سفیان نے ابی الزناد سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے اعرج سے۔ انہوں نے ابی ہریرہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں جس نے ان کو حفظ کر لیا۔ وہ داخل جنت ہوا۔ اللہ تو وتر ہے وتر کو اللہ دوست رکھتا ہے ابن ابی عمرو نے حفظھا کی جگہ احصاھا کہا تھا۔

صحیح مسلم کی دوسری حدیث ہے۔

حدثنا محمد بن رافع نا عبد الرزاق نا معمر عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ھریرۃ وعن ھمام بن منبہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ تسعۃ وتسعین اسماء مائۃ الا واحدًا من احصاھا دخل الجنۃ۔ وزاد ھمام عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ وترٌ یُحِبُّ الوتر۔

(ہم سے محمد بن رافع نے ان سے عبد الرزاق نے۔ اُن سے معمر نے حدیث بیان کی انہوں نے ایوب سے۔ انہوں نے ابن سیرین سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ نیز ایوب نے ہمام بن منبہ سے انہوں نے ابی ہریرہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو۔ جس نے ان کو گن رکھا۔ وہ جنت میں پہنچا۔

ہمام کی روایت میں ابی ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ زیادہ کیا ہے کہ اللہ وتر ہے۔ وتر کو دوست رکھتا ہے۔

ترمذی کی حدیث ہے۔

حدثنا ابن ابی عمرو نا عثمان عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة عن نبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال اِنَّ لِلّٰہِ تسعة وتسعین اسمًا من احصاها دخل الجنة۔

"ہم سے ابن ابی عمرو نے انہوں نے عثمان سے حدیث بیان کی کہ ابن الزناد نے اُن سے اعرج نے۔ ان سے ابی ہریرہ نے اس نے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللّٰہ کے نام ۹۹ ہیں جس نے اُن کو گن رکھا۔ وہ داخل جنت ہوا۔"

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس میں اسماء کی تفصیل نہیں۔ ابوالیمان نے بھی اس روایت کو شعیب ابن ابی حمزہ سے۔ انہوں نے ابی الزناد سے بیان کیا ہے۔ اسماء کا ذکر اس میں بھی نہیں۔

ترمذی کی دوسری حدیث ہے۔

حدثنا ابراهیم بن یعقوب نا صفوان بن صالح نا ولید بن مسلم نا شعیب بن ابی همزه عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اِنَّ لِلّٰہِ تسعین وتسعة اسما مائة غیر واحدة من احصاها دخل الجنّة وهو الذی لآ اله الّا هُو الرحمٰن الرحیم ...... الخ

"ہم سے ابراہیم بن یعقوب نے اُن سے صفوان بن صالح نے اُن سے ولید بن مسلم نے ان سے شعیب نے ان سے ابی الزناد نے۔ ان سے اعرج نے ان سے ابوہریرہ نے اس نے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں یعنی ایک کم سو۔ جس نے ان کو گھیر لیا۔ وہ داخل جنت ہوا۔ وہ نام اللّٰہ رحمٰن، رحیم..... الخ ہیں۔

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ صفوان بن صالح سے اس کی روایت ہم سے ایک سے زائد نے کی ہے اور ہمارے نزدیک یہ اسی صفوان ہی کے طریق سے معروف ہے۔ یہ اہل حدیث کے نزدیک ثقہ ہیں۔ یہ حدیث ابی ہریرہ سے اور اور طریق سے بھی مروی ہے اور اکثر روایات میں اسماء کا ذکر نہیں آتا۔ ہاں اسی حدیث میں آیا ہے۔ اس حدیث کو معہ بیان اسماء آدم بن ابی ایاس نے بھی بیان کیا ہے۔ وہ بھی ابوہریرہ

ہی سے روایت ہے۔ اسناد اور ہے لیکن وہ اسناد صحیح نہیں۔ (ترمذی جلد سوم صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

ابن ماجہ میں ہے۔ حدثنا ہشام بن عمار نا عبد الملك بن محمد صنعانی نا ابو المنذر، نا زهير بن محمد بن التميمي نا موسیٰ بن عقبہ حدثنی عبد الرحمٰن الاعرج عن ابی هريرة اِنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انّ لله تسعة وتسعين اِسْمًا مائة الّا واحدة انه الوتر و يحب الوتر من حفظها دخل الجنة وهي۔

"ہم سے ہشام بن عثمان نے حدیث بیان کی۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم سے عبد الملک بن محمد نے۔ ان سے ابو المنذر نے ان سے زہیر بن محمد التیمی نے، ان سے موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی کہ مجھ سے عبد الرحمٰن اعرج نے حدیث بیان کی ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو۔ وہ وتر ہے اور وتر کو دوست رکھتا ہے جس نے ان ناموں کو حفظ کر لیا۔ وہ داخل جنت ہوا۔ وہ نام آگے بتائے گئے ہیں کہ یہ ہیں۔

ان احادیث کی رُو سے جن میں تفصیل اسماء موجود ہے۔ تین طریقے ہیں۔ جو محدثین میں مشہور ہیں۔ طریق اوّل ترمذی کا ہے اور یہی سب سے زیادہ شہرت یافتہ ہے۔ اس طریق کو محدثین کی زبان میں طریق صفوان بن صالح کہتے ہیں۔

اسی طریق کو ترمذی علیہ الرحمۃ کے سوا طبرانی و ابن حبان و ابن خزیمہ نے بھی بیان کیا ہے اور ان میں کسی قدر جو اختلافات بعض بعض اسماء کی بابت ہے وہ درج ذیل ہے۔

ترمذی	طبرانی	ابنِ حبان	ابن خزیمہ
القابض	القائم		
الباسط	الدائم		
الرشید	الشدید		
ودود	اعلیٰ		

ترمذی	طبرانی	ابن حبان	ابن خزیمہ
حکیم	مالک یوم الدین		الحاکم
مانع		الرافع	
رقیب			قریب
والی			مولی
مغنی			احد

یہ اختلاف تو صرف صفوان سے روایت کرنے والوں میں تھا۔ مگر بیہقی و ابن مندہ نے اپنی روایت ولید بن مسلم سے بیان کی ہے، جو اسی طریق میں صفوان سے اوپر کا راوی ہے۔ وہ روایت ترمذی سے صرف یک نام میں اختلاف کرتے ہیں یعنی المقیت کی جگہ المغیث بیان کرتے ہیں۔

طریق دوم | زہیر بن محمد کا ہے۔ جسے ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔ اس میں ترمذی کے ناموں سے زیادہ اختلاف ہے۔

طریق سوم | عبدالعزیز بن حصین کا ہے جسے حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے۔ یہ بعض اسماء میں ترمذی و ابن ماجہ دونوں سے مختلف ہے[1]۔

ان طرق حدیث کو بخوبی واضح و دلنشین کرنے کی غرض سے روایان حدیث کے نام ایک شجرہ میں نمایاں کئے جاتے ہیں۔

نقشہ روایت اسماء اللہ الحسنیٰ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابن سیرین	ہمام بن منبہ	اعرج						
ایوب		ابی الزناد						موسیٰ بن عقبہ
عبدالعزیز بن حصین	معمر				سفیان	شعیب بن عمرو		زہیر بن محمد
	عبدالرزاق	علی بن عبداللہ	زہیر بن حرب	عمرو الناقد	ابن ابی عمرو	ابوالیمان	ولید بن مسلم	ابوالمنذر

---

[1] میں نے مستدرک حاکم کو خود نہیں دیکھا۔ فتح الباری سے جسقدر سمجھا گیا ہے وہ درج کیا گیا ہے۔

							صفوان بن صالح	عبدالملک بن محمد
							ابراہیم بن یعقوب	ہشام بن عمار
حاکم و مستدرک	امام مسلم	امام بخاری	امام مسلم	امام مسلم	امام ترمذی	امام ترمذی	امام ترمذی	امام ابن ماجہ
روایت نمبر ۱ مع تفصیل	روایت نمبر ۶ بلا تفصیل	روایت نمبر ۱ بلا تفصیل	روایت نمبر ۲،۳ بلا تفصیل	روایت نمبر ۴ بلا تفصیل	روایت نمبر ۵ بلا تفصیل	روایت نمبر ۷ بلا تفصیل	روایت نمبر ۸ مع تفصیل	روایت نمبر ۹ مع تفصیل

محمد سلیمان کان اللہ لہ

ہر سہ طرق روایات اور اسماء مبیّنہ پر غور کرنے کے بعد ایک متحقق متجسّس بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسماء حسنیٰ کی تعیین و تفصیل۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ غالباً اُسے بھی ایسے ہی مصالح دینیہ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جیسے لیلۃ القدر کی تاریخ یا یوم الجمعہ کی ساعت مقبولہ کو ترک کیا گیا۔

علماء کرام نے اپنے اپنے فہم و علم سے۔ ان اسماء کو قرآن پاک کے بحر ذخّار لالی شاہوار کی طرح نکال لیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری جزء ۲۶ من صحیح البخاری صفحہ ۸۱ مطبوعہ انصاری دہلی) تحریر فرمایا ہے کہ تعیین اسماء مُدرج ہے۔ ابن العربی اور ابوالحسن قابسی نے بھی ایسے ہی اقوال درج کئے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر جُزء رابع مطبوعہ بولاق مصر ۱۲۷۱ھ چند ائمہ سے یہی ثابت کیا ہے کہ اسماء کو اہل علم نے فراہم کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ابو زید لغوی نے اسماء حسنیٰ کا استخراج قرآن مجید سے کیا۔ پھر اس فہرست میں امام سفیان بن عینیہ نے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایزادی فرمائی۔ اس کے بعد انہوں نے ہر ایک سورۃ قرآنیہ کے پتہ سے اسماء مستخرجہ کا اندراج کیا ہے اور پھر خود ہی ایک فہرست اسماء پیش کر دی ہے۔ ذیل میں ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے جو ان جملہ روایات و استخراجات کی حالت بہیئت مجموعی ظاہر کرے گا۔

نقشہ انتخاب اسماء اللہ الحسنیٰ بجمع روایات

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید لغوی	امام ابوسفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۱	اللہ الذی لا الٰہ الا ھو	اللہ	اللہ	اللہ	اللہ	اللہ	اللہ
۲	الرحمٰن	رحمٰن	رحمٰن	رحمٰن	رحمٰن	رحمٰن	رحمٰن
۳	الرحیم	رحیم	رحیم	رحیم	رحیم	رحیم	رحیم
۴	الملک	ملک	ملک			ملک	ملک
۵	القدوس		قدوس	قدوس	قدوس	قدوس	قدوس
۶	السلام	سلام	سلام	سلام	سلام	سلام	سلام
۷	المومن	مومن	مومن	مومن	مومن	مومن	مومن
۸	المھیمن	مھیمن	مھیمن	مھیمن	مھیمن	مھیمن	مھیمن
۹	العزیز	عزیز	عزیز	عزیز	عزیز	عزیز	عزیز
۱۰	الجبّار	جبّار	جبّار	جبّار	جبّار	جبّار	جبّار
۱۱	المتکبّر	متکبّر	متکبّر	متکبّر	متکبّر	متکبّر	متکبّر
۱۲	الخالق	خالق	خالق	خالق	خالق	خالق	خالق
۱۳	الباری	باری	باری	باری	باری	باری	باری
۱۴	المصوّر	مصوّر	مصوّر	مصوّر	مصوّر	مصوّر	مصوّر
۱۵	الغفّار		غفّار	غفّار	غفّار	غفّار	غفّار
۱۶	القہّار						قہّار
۱۷	الوھاب	وھاب		وھاب	وھاب	وھاب	وھاب
۱۸	الرزّاق	رزّاق	-	رزاق	رزاق	رزاق	رزاق

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجه	مستدرک حاکم	ابو زید لغوی	امام سفیان بن عیینه	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۱۹	الفتاح			فتاح	فتاح	فتاح	فتاح
۲۰	العلیم	علیم		علیم	علیم	علیم	علیم
۲۱	القابض	قابض		قابض	قابض	قابض	
۲۲	الباسط	باسط		باسط	باسط	باسط	
۲۳	الخافض	خافض					
۲۴	الرافع	رافع					
۲۵	المعز	معز					
۲۶	المذلّ	مذل					
۲۷	السمیع	سمیع		سمیع	سمیع	سمیع	سمیع
۲۸	البصیر	بصیر		بصیر	بصیر	بصیر	بصیر
۲۹	الحکم						الحکم
۳۰							
۳۱	اللطیف	لطیف	لطیف		لطیف	لطیف	لطیف
۳۲	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر
۳۳	حلیم	حلیم		حلیم	حلیم	حلیم	حلیم
۳۴	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم
۳۵	غفور	غفور	غفور	غفور	غفور	غفور	غفور
۳۶	شکور	شکور	شکور				شکور
۳۷	علی	علی	علی	علی	علی	علی	علی
۳۸	کبیر		کبیر	کبیر	کبیر	کبیر	کبیر

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید لغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۳۹	حفیظ		حفیظ	حفیظ	حفیظ	حفیظ	حفیظ
۴۰	مقیت		مقیت	مقیت	مقیت	مقیت	مقیت
۴۱	حسیب		حسیب	حسیب	حسیب	حسیب	حسیب
۴۲	جلیل	جلیل	جلیل				
۴۳	کریم	کریم	کریم	کریم	کریم	کریم	کریم
۴۴	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب
۴۵	مجیب	مجیب		مجیب	مجیب	مجیب	مجیب
۴۶	واسع	واسع	واسع	واسع	واسع	واسع	واسع
۴۷	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم
۴۸	ودود	ودود	ودود	ودود	ودود	ودود	ودود
۴۹	مجید	مجید	مجید	مجید	مجید	مجید	مجید
۵۰	باعث	باعث	باعث			باعث	
۵۱	شہید	شہید	شہید	شہید	شہید	شہید	شہید
۵۲	حق	حق	حق	حق	حق	حق	حق
۵۳	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل
۵۴	قوی	قوی				قوی	قوی
۵۵	متین	ذوالقوۃ المتین	متین	متین	متین	متین	متین
۵۶	ولی	ولی	ولی	ولی	ولی	ولی	ولی
۵۷	حمید		حمید	حمید	حمید	حمید	حمید
۵۸	محصی	-	محصی				

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابو زید لغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۵۹	مبدی	مبدی	مبدی	مبدی	مبدی	مبدی	
۶۰	معید	معید	معید	معید	معید	معید	
۶۱	محیی	محیی	محیی	محیی	محیی	محیی	محیی
۶۲	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت
۶۳	الحیّ	حیّ	حیّ	حیّ	حیّ	حیّ	حیّ
۶۴	القیّوم	قیّوم	قیّوم	قیّوم	قیّوم	قیّوم	قیّوم
۶۵	الواجد	واجد					
۶۶	الماجد	ماجد					
۶۷	الواحد	واحد	واحد	واحد	واحد	واحد	واحد
۶۸	الصمد	صمد	صمد	صمد	صمد	صمد	صمد
۶۹	القادر	قادر	قادر	قادر	قادر	قادر	قادر
۷۰	المقتدر		مقتدر	مقتدر	مقتدر	مقتدر	مقتدر
۷۱	المقدّم		مقدّم				
۷۲	المؤخّر		مؤخّر				
۷۳	الاوّل	اوّل	اوّل	اوّل	اوّل	اوّل	اوّل
۷۴	الآخر	آخر	آخر	آخر	آخر	آخر	آخر
۷۵	الظاہر	ظاہر	ظاہر	ظاہر	ظاہر	ظاہر	ظاہر
۷۶	الباطن	باطن	باطن	باطن	باطن	باطن	باطن
۷۷	الوالی	والی					
۷۸	المتعالی	متعال	متعالی	متعال	منعال	متعال	متعال

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینیہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۷۹	البرّ	بار	بر	بر	بر	بر	بر
۸۰	التوّاب	توّاب	توّاب	توّاب	توّاب	توّاب	توّاب
۸۱	المنتقم		منتقم				منتقم
۸۲	العفوّ	عفوّ	عفوّ		عفوّ	عفوّ	عفوّ
۸۳	الرّؤف	رؤف	رؤف	رؤف	رؤف	رؤف	رؤف
۸۴	مالک الملک		مالک الملک	مالک	مالک	مالک	مالک
۸۵	ذوالجلال والاکرام			ذوالجلال والاکرام	ذوالجلال والاکرام	ذوالجلال والاکرام	
۸۶	المقسط	مقسط					
۸۷	الجامع	جامع					جامع
۸۸	الغنی	غنی		غنی	غنی	غنی	غنی
۸۹	المغنی		المغنی				
۹۰	المانع	مانع					
۹۱	الضارّ	ضارّ					
۹۲	النافع	نافع					
۹۳	النور	نور			نور	نور	نور
۹۴	الهادی	هادی		هاد	هاد	هاد	هادی
۹۵	البدیع			بدیع	بدیع	بدیع	بدیع
۹۶	الباقی	باقی		باقی	باقی	باقی	
۹۷	الوارثُ	وارث	وارث	وارث	وارث	وارث	وارث
۹۸	الرّشید	راشد					
۹۹	الصّبور						

نقشہ دوم

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید لغوی	امام سفیان بن عینیہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۱		رب		رب	رب	رب	رب
۲		رازق					
۳		کافی	کافی	کاف	کاف	کاف	کافی
۴		قاہر	قاہر	قاہر	قاہر	قاہر	قاہر
۵		ناظر					
۶		صادق	صادق	صادق	صادق	صادق	
۷		جمیل	جمیل				
۸		فاطر	فاطر	فاطر	فاطر	فاطر	فاطر
۹		برهان	برهان			برهان	
۱۰		شدید	شدید		شدید	شدید	شدید
۱۱		قریب			قریب	قریب	قریب
۱۲		قائم		قائم	قائم	قائم	قائم
۱۳		واقی	واقی				
۱۴		المنیر					
۱۵		حافظ	حافظ				حافظ
۱۶		القدیم					
۱۷		سامع					
۱۸		معطی					
۱۹		تام					
۲۰		عالم	عالم	عالم	عالم	عالم	عالم

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید لغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
٢١		احد	احد	احد	احد	احد	احد
٢٢		ابد					
٢٣		وِتر				وِتر	
٢٤			حنّان				
٢٥			منّان	منّان	منّان	منّان	
٢٦			کفیل				کفیل
٢٧			محیط	محیط	محیط	محیط	محیط
٢٨			رقیع			رفیع	رفیع
٢٩			شاکر	شاکر	شاکر	شاکر	شاکر
٣٠			اکرم				اکرم
٣١			قدیر	قدیر	قدیر	قدیر	قدیر
٣٢			خلاق	خلاق	خلاق	خلاق	خلاق
٣٣			فاتح				
٣٤			مُثیب				
٣٥			عَلّام				
٣٦			مَولیٰ	نعم المولیٰ	نعم المولیٰ	نعم المولیٰ	مولیٰ
٣٧			نصیر		نصیر	نصیر	نصیر
٣٨			ذوالطّول	ذوالطّول	ذوالطّول	ذوالطّول	
٣٩			ذوالمعارج				
٤٠			ذوالفضل				

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید البغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۴۱			مبین	مبین	مبین	مبین	مبین
۴۲			الله		الله	الله	الله
۴۳			مدبر				
۴۴			فرد			فرد	
۴۵				فعال لما یرید	فعال لما یرید	فعال لما یرید	فعال لما یرید
۴۶						سریع	
۴۷						متفضل	
۴۸				غافر	غافر	غافر	غافر
۴۹				قابل	قابل	قابل	
۵۰					ملیک	ملیک	ملیک
۵۱						رب المشرقین ورب المغربین	
۵۲						معین	
۵۳							حاکم
۵۴							غالب
۵۵							اعلےٰ
۵۶							حفی
۵۷						المنعم	المستعان

جل جلالہٗ اس نقشہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ مختلف طرق میں جو نام بیان ہوئے ہیں ان کا شمار ۱۵۸ ہے اور ان میں سے آٹھ نام (۱) مالك الملك (۲) ذو الجلال والاکرام (۳) ذو القوۃ (۴) ذو الطول (۵) ذو المعارج (۶) ذو الفضل (۷) فعال لما یرید

(۸) رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ مرکب نام ہیں باقی ۱۵۰ مفرد ہیں۔

انہی اسماء میں سے ۹۹ ناموں کا اندراج معہ شرح باب اول میں کیا گیا ہے اور باقی کا اندراج باب دوم وسوم میں معہ مزید تحقیقات ہے۔

فصل

غالباً یہ امر ناظرین کے لئے حل طلب ہے کہ ان علماء عظام میں تعیین اسماء واعلام کے تعلق اس قدر اختلاف کیوں ہوا۔ خصوصاً جبکہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جس اسم کو ایک امام نے نہیں لیا۔ وہ اس سے کم نہیں جن کو لیا گیا ہے۔ اس بارہ میں اصل تو مذاق انتخاب ہے لیکن بعد ازاں یہ بھی ہے کہ جب چند اسماء کی اصل ایک ہی مادہ سے تھی تو ان میں سے ایک نے ایک اسم کو لیا، دوسرے کے لینے سے خود کو مستغنی سمجھا۔ مثلاً ترمذی نے مالك الملك لیا ہے اور مليك کو نہیں۔ تو اس روایت کے راوی اوّل نے مالك الملك اور مليك کو ہم معنی قرار دیا۔ ترمذی میں قہار موجود ہے اور اس نے قاھر کو روایت میں نہیں لیا۔ جبکہ ابن ماجہ وحاکم والوزید وامام ابن عینیہ وامام جعفر صادق نے قاھر کو لے کر پھر قہار کو نہیں لیا۔ ترمذی نے فتاح بیان کیا اور حاکم نے فاتح ترمذی نے رافع بیان کیا اور رفیع نہیں لیکن دیگر تین ائمہ نے رفیع بیان کیا ہے رافع نہیں۔ ترمذی نے رزاق بیان کیا۔ رازق نہیں۔ مگر ابن ماجہ نے رزاق اور رازق دونوں کو بیان کیا۔ ترمذی نے علم سے اسم علیم بیان کیا ہے۔ لیکن دیگر ائمہ نے علیم کو مستقل اسم قرار دیا۔

ترمذی وابن ماجہ وحاکم اسم شکور روایت کرتے ہیں اور الوزید وابن عینیہ و امام جعفر صادق صرف اسم شاکر حاکم وابن حجر شاکر اور شکور دونوں کو جدا گانہ لے لیتے ہیں۔

ترمذی نے غفار کے بعد غافر کو اور حفیظ کے بعد حافظ کو نکریم

کے بعد اکرم کو، علی کے بعد اعلیٰ کو، خالق کے بعد خلاق کو، قادر کے بعد قدیر کو غالباً اسی لئے چھوڑا۔

حکیم دونوں معنے میں مستعمل ہے۔ صاحب حُکم و صاحب حکمت۔ ترمذی نے غالباً حاکم کو (جسے ابن حجر نے لیا ہے) اسی لئے چھوڑ دیا تھا لیکن یہ وہ اصول ہے جس پر کلیتہً نہ کسی نے عمل کیا اور نہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً رحمٰن و رحیم دونوں کا مصدر ایک ہے۔ مگر سب نے ان کو دو جداگانہ اسم ہی شمار کیا ہے۔ خالق، الباری، المصور معنے خالقیت میں سب مشترک و متحد ہیں۔ تاہم یہ اسماء علیحدہ علیحدہ تین شمار ہوئے ہیں۔ تو ترمذی نے بھی عفور اور غفار کو دو اسم ہی شمار کیا ہے اس کے بعد ان اسماء میں بھی اختلاف ہوا۔ جو مفرد حالت میں نہیں بلکہ باضافت مستعمل ہوئے ہیں۔

ترمذی نے جامع اور بدیع کا استعمال بحالت مفرد کیا ہے جامع تو جامع النّاس لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ سے ہے اور بدیع، بدیع السمٰوٰت والارض سے ہے۔ اسی اصول پر ترمذی و ابوزید کے سوا دیگر ائمہ نے شدید العقاب سے شدید، اور ابوزید و امام ابن عینیہ و امام جعفر صادق نے قابل التوب سے قابل اور زجر۔ ترمذی دیگر ائمہ نے عالم الغیب سے عالم بھی لیا ہے۔ اسمائے مشتقہ کے بارہ میں یہی ہوا۔

ترمذی کی روایت میں منتقم ہے۔ جو ذوانتقام سے بنا ہے۔ ابوزید و امام ابن عینیہ و امام جعفر صادق نے اسے اسم نہیں قرار دیا۔ ترمذی نے قَآئِمًا بِالْقِسْطِ سے مُقسِط بنایا ہے۔ ابن ماجہ کے سوا اور کوئی اس اسم سے متفق نہیں۔

ترمذی نے ذوالجلال سے جلیل بنایا ہے۔ ابن ماجہ و حاکم کا بھی اتفاق ہے بگر ائمہ نے اس اسم کا استخراج نہیں کیا۔ ترمذی نے جلیل کے علاوہ ذوالجلال والاکرام کو علیحدہ اسم قرار دیا۔ مگر ابن ماجہ و حاکم اسے علیحدہ اسم شمار نہیں کرتے۔ البتہ جن ائمہ نے جلیل کو اسم شمار نہ کیا تھا۔ اُنہوں نے ذوالجلال والاکرام کو بطور اسم ضرور شمار کیا۔ ترمذی نے اسم باقی کو وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ سے نکالا۔ چہار ائمہ دیگر بھی متفق ہیں مگر حاکم و ابن حجر اسے نہیں لیتے۔ ان جملہ وجوہات کے بعد یہ بھی ہوا کہ بعض

روایات میں نہایت مشہور اسم بھی رہ گئے۔ ترمذی میں اسم رب اور احد کی روایت نہیں ہوئی۔ گو بعض متاخرین میں سے کسی نے رب اور کسی نے احد کو اس روایت میں شامل بھی کر دیا ہے۔ ابن ماجہ میں اسم قدوس فتاح وغفار وکبیر وحمید والمقتدر جیسے نام رہ گئے۔

روایت حاکم میں سمیع وبصیر، حلیم، غنی جیسے مشہور اسماء نہیں ہیں۔ اب ان جملہ ائمہ عظام کی مساعی جمیلہ ہمارے سامنے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک اسم کو جو کسی روایت میں آچکا ہے یا امام کا استخراج کردہ ہے۔ فرد سے باہر رکھنا ہمارے لئے دشوار ہے۔ ہم نے جملہ روایات سے استفادہ کرتے ہوئے اور غور کرتے ہوئے ان سے مفرد اسمائے پاک کی فہرست تو دونام کی تیار کر لی ہے اور ان کی شرح باب اول میں ہے۔

اس فہرست میں جو اسمائے پاک درج نہیں ہوئے وہ باب دوم میں درج شدہ ہیں، اور اس طرح ناظرین کو ان جملہ اسمائے پاک سے اور ان کے معانی سے آگاہی ہو جائے گی۔ جن جن کو ائمہ دین نے بیان کیا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ

نقشہ نودونہ نام پاک اللہ عزوجل مندرجہ باب اول

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۱	اَللّٰهُ	اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا (طٰہٰ)
۲	رَحْمٰن	رَحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (فاتحہ)
۳	رَحِیْم	ایضاً
۴	اَلْمَلِك	اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ
۵	اَلْقُدُّوْس	الْمُتَكَبِّرُ (سورۃ حشر)
۶	اَلسَّلَام	ایضاً
۷	اَلْمُؤْمِن	ایضاً
۸	اَلْمُهَیْمِن	ایضاً
۹	اَلْعَزِیْز	ایضاً
۱۰	اَلْجَبَّار	ایضاً
۱۱	اَلْمُتَكَبِّر	ایضاً
۱۲	اَلْخَالِق	اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (سورۃ حشر)
۱۳	اَلْبَارِئُ	ایضاً
۱۴	اَلْمُصَوِّر	ایضاً
۱۵	اَلْغَفَّار	وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ (طٰہٰ)
۱۶	اَلْقَهَّار	وَاحِدُ الْقَهَّارُ (یوسف)
۱۷	اَلْوَهَّاب	اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران)
۱۸	اَلرَّزَّاق	اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ (الذّٰریات)
۱۹	اَلْفَتَّاح	وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ (السباء)
۲۰	اَلْعَلِیْم	ایضاً

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۲۱	اَلسَّمِیۡعُ	اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (المومن)
۲۲	اَلۡبَصِیۡرُ	ایضاً
۲۳	اَللَّطِیۡفُ	وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ (النساء)
۲۴	اَلۡخَبِیۡرُ	ایضاً
۲۵	اَلۡحَلِیۡمُ	اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا (اسرائیل)
۲۶	اَلۡعَظِیۡمُ	وَھُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ (آیت الکرسی)
۲۷	اَلۡغَفُوۡرُ	اِنَّہٗ غَفُوۡرٌ شَکُوۡرٌ (فاطر)
۲۸	اَلشَّکُوۡرُ	ایضاً
۲۹	اَلۡعَلِیُّ	وَھُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ (آیت الکرسی)
۳۰	اَلۡکَبِیۡرُ	عَالِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّھَادَۃِ الۡکَبِیۡرُ (رعد)
۳۱	اَلۡحَفِیۡظُ	اِنَّ رَبِّیۡ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ حَفِیۡظٌ (ہود)
۳۲	اَلۡمُقِیۡتُ	اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ مُّقِیۡتًا (نساء)
۳۳	اَلۡحَسِیۡبُ	اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ حَسِیۡبًا (نساء)
۳۴	اَلۡکَرِیۡمُ	اِنَّ رَبِّیۡ غَنِیٌّ کَرِیۡمٌ (نمل)
۳۵	اَلرَّقِیۡبُ	اِنَّ اللّٰہَ عَلَیۡکُمۡ کَانَ رَقِیۡبًا (نساء)
۳۶	اَلۡقَرِیۡبُ	اِنَّ رَبِّیۡ قَرِیۡبٌ مُّجِیۡبٌ (ہود)
۳۷	اَلۡمُجِیۡبُ	ایضاً
۳۸	اَلۡوَاسِعُ	اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (البقرہ)
۳۹	اَلۡحَکِیۡمُ	اَنَا اللّٰہُ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (نمل)
۴۰	اَلۡوَدُوۡدُ	وَھُوَ الۡغَفُوۡرُ الۡوَدُوۡدُ (بروج)

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ	
۴۱	اَلمَجِید	اِنَّهٗ حَمِیدٌ مَّجِید	(ھُود)
۴۲	اَلشَّهِید	اِنَّ اللهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِید	(حج)
۴۳	الحق	اِنَّ اللهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْن	(نُور)
۴۴	الوکیل	وَکَفٰی بِرَبِّكَ وَکِیْلًا	(بنی اسرائیل)
۴۵	القوی	وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْز	(شُورٰی)
۴۶	المتین	ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْن	(الذّٰریات)
۴۷	الولی	وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْد	(شُورٰی)
۴۸	اَلْحَمِید	ایضًا	
۴۹	الحیّ	اَللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم	(آل عمران)
۵۰	القیّوم	ایضًا	
۵۱	اَلْوَاحِد	اَلْوَاحِدُ الْقَهَّار	(صٓ)
۵۲	اَلْاَحَد	قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ	(اخلاص)
۵۳	الصّمد	اَللهُ الصَّمَد	(اخلاص)
۵۴	اَلْقَادِر	هُوَ الْقَادِرُ	(الانعام)
۵۵	اَلْمُقْتَدِر	عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِر	(القمر)
۵۶	اَلْاَوَّل	هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِن	(الحدید)
۵۷	الاٰخر	ایضًا	
۵۸	الظّاهر	ایضًا	
۵۹	الباطن	ایضًا	
۶۰	الوَالی	مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّال	(رعد)

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۶۱	اَلْمُتَعَالِی	کَبِیْرُ الْمُتَعَال (رعد)
۶۲	اَلْبَرُّ	البر الرحیم (طور)
۶۳	اَلتَّوَّابُ	اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (البقرہ)
۶۴	اَلْعَفُوُّ	اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (نساء)
۶۵	اَلرَّءُوْفُ	اِنَّ اللّٰہَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (نور)
۶۶	اَلْجَامِعُ	اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ (آل عمران)
۶۷	اَلْغَنِیُّ	وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ (البقرہ)
۶۸	اَلنُّوْرُ	اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نور)
۶۹	اَلْھَادِیْ	وَکَفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیًا وَّنَصِیْرًا (الفرقان)
۷۰	اَلْبَدِیْعُ	بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (انعام)
۷۱	اَلرَّبُّ	رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (البقرہ)
۷۲	اَلْمُبِیْنُ	اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ (نور)
۷۳	اَلْقَدِیْرُ	اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ (النحل)
۷۴	اَلْحَافِظُ	فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا (یوسف)
۷۵	اَلْکَفِیْلُ	وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ کَفِیْلًا (النحل)
۷۶	اَلشَّاکِرُ	فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ (البقرہ)
۷۷	الاکرم	وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ (العلق)
۷۸	اَلْاَعْلٰی	سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (الاعلیٰ)
۷۹	اَلْخَلَّاقُ	وَھُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِیْمُ (یٰسٓ)
۸۰	اَلْمَوْلٰی	وَرُدُّوْا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ (الانعام)

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ	
۸۱	اَلنَّصِیْر	وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا	(النساء)
۸۲	اِلٰه	اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِد	(الکہف)
۸۳	اَلْعَلَّام	اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْب	(المائدہ)
۸۴	اَلْقَاهِرُ	وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ	(انعام)
۸۵	اَلْغَافِرُ	غَافِرِ الذَّنْبِ	(المومن)
۸۶	اَلْفَاطِر	فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	(انعام وملائکہ)
۸۷	اَلْمَلِيْك	عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ	(القمر)
۸۸	اَلْحَفِیّ	اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِيًّا	(مریم)
۸۹	اَلْمُحِيْط	اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِيْط	(فصلت)
۹۰	اَلْمُسْتَعَان	وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ	(انبیاء)
۹۱	اَلرَّفِيْع	رَفِيْعُ الدَّرَجَات	(مومن)
۹۲	اَلْكَافِیْ	اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ	(زمر)
۹۳	اَلْغَالِب	وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ	(یوسف)
۹۴	اَلْمَنَّان	مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	(آل عمران ع ۱۷)
۹۵	اَلْجَلِيْل	ذُو الْجَلَالِ	(رحمٰن)
۹۶	اَلْمُحْیِی	اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى	(الروم)
۹۷	اَلْمُمِيْت	لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ	(اعراف)
۹۸	اَلْوَارِث	وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ	(القصص)
۹۹	اَلْبَاعِث	اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ	
۱۰۰	اَلْبَاقِیْ	وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ	(رحمٰن)

آغازِ شرح سے پیشتر معنے الفاظ حدیث بھی گزارش کئے جاتے ہیں سنن ترمذی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

ترجمہ:۔ "اللہ کے ۹۹ نام ہیں جس نے ان کو گھیر لیا۔ وہ جنت میں داخل ہوا"

شرح لِلّٰہِ کے فرمانے سے یہ ثابت ہوا کہ اسم پاک اَللّٰہ کے سوا ۹۹ نام اور ہیں جو اسی اسم ذات کی طرف مضاف ہیں۔ یا یں معنی یہ قرین قیاس ہے کہ ۹۹ کا شمار اسم اَللّٰہ کے علاوہ ہو۔ اور یہ اسم اپنی شمولیت کے بعد شمار کو پورا سَو بنا دیتا ہو۔ یہی معنی رائج ہیں۔

اِسْمًا — لفظ اسم کو سمو سے بنایا گیا ہے سمو کے معنی ہر چیز کی بلندی۔ برتری۔ وہ اُونچی اور چوٹی کی علامت جس سے وہ چیز دیگر اشیا سے ممیّز ہوتی، برتر ہوتی۔ علیحدہ شمار میں آتی ہے۔ چونکہ تعین اسم کے فوائد اور اغراض یہی ہیں۔ اس لئے نام کو اسم کہا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اَسْمَاءُ الْحُسْنٰی میں جو لفظ حُسْنٰی لفظ کے ساتھ ہے یہ اَحْسَنُ کی جمع ہے۔

اَحْصَاھَا کے معنی علماء نے متعدد بیان کئے ہیں۔ اکثر نے ان کے معنی حَفِظَھَا بتلائے کیونکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں اَحْصَاھَا کی جگہ حَفِظَھَا وارد ہوا ہے۔ اس ترجمہ کے بعد بھی اس کے معنی متعدد ہیں۔ اس معنی کی تردید کی گئی ہے کہ صرف نوک زبان یاد کر لینا ہی لفظ اَحْصَاھَا کے مقصد کو پورا کر دیتا ہے۔

فتح الباری میں ہے:۔

(۱) اَحْصَا کے معنی یہ ہیں کہ دعا مانگنے والا صرف چند اسماء پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ جملہ اسماء کو پڑھ کر دعا مانگا کرے۔

(۲) ان اسماء کے حقوق پر قیام اور ان کی مقتضی پر عمل کرنا مراد ہے۔ مثلاً رازق کہے — تو اللہ تعالیٰ کی رزق رسانی پر بھی اعتبار کرے۔

(۳) اَحْصَاھَا سے مراد۔ معانی اسماء کا بخوبی سمجھ لینا ہے۔ محاورہ ہے فُلَانٌ ذُوْحصاۃ

یعنی فلاں شخص صاحبِ عقل وہوش ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اُمید ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے خواہ کوئی بھی صورت ہو۔ صحت نیت کے بعد ہر ایک صورت بندہ کو جنّت میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔

(۴) اَحْصَاهَا کے معنی معرفت ہیں۔ کیونکہ جو ان اسماء کا عارف ہوگا۔ وہ مومن ہوگا۔ جو مومن ہوگا، وہ جنت ہی میں جائے گا۔ معرفت میں اعتقاد کو شامل سمجھو۔ مثلاً جو دہریہ ہے۔ اُسے اسم خالق پر اعتقاد نہیں اور جو صرف فلسفی ہے۔ اسے اسم قادر کے معنی پر یقین نہیں۔

(۵) اَحْصَاهَا کے معنی عمل کرنا ہیں۔ مثلاً جو اللہ تعالیٰ کو حکیم سمجھتا ہے۔ وہ اس کے جُملہ احکام کا بحسبِ حکمت ہونا بھی تسلیم کرتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو قدوس جانتا ہے وہ اُسے جُملہ نقائص سے منزہ و پاک بھی اعتقاد کرتا ہے۔ ابوالوفا بن عقیل نے انہی معنی کو تسلیم کیا ہے۔

(۶) ابن ابطال کا قول ہے کہ طریق عمل کے معنی یہ ہیں کہ بعض اسماء تو وہ ہیں جن کی صفات کا اقتداء ہوسکتا ہے مثلاً رحیم وکریم کہ ان صفات پر بندہ خود کو بھی خوگر بنا سکتا ہے۔ اور بعض صفات وہ ہیں جن کا اقتدا ممکن نہیں۔ مثلاً جبّار و عظیم وغیرہ۔ ایسے اسماء کے متعلق طریق عمل یہ ہے کہ ان صفات کو اللہ تعالیٰ سے خاص سمجھے۔ ان کا اقرار کرے اور خضوع وخشوع اختیار کرے۔ جن اسماء سے وعدۂ نعمت ملتا ہو، اُن میں طمع ورغبت پیدا کرے اور جن اسماء میں وعید ہو اس جگہ خوف وخشیت کو لازم احوال بنائے حفظ اور اَحْصَاهَا کے معنی یہی ہیں[۱]۔ اب شرح اسماء شروع کی جاتی ہے۔

---

[۱] فتح الباری ج ۲۶ صـ۲۷

بابِ اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ
وَ اُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ؕ

۱
اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ

اسم عَلَم ہے اور ذاتِ سبحانی کے لئے خاص الخاص ہے۔ علماء راسخین کا قول ہے کہ یہ اسم کسی سے مشتق نہیں۔ قوی مذہب یہی ہے بعض نے اسے مشتق بنایا ہے۔ پھر اختلاف ہے کہ کس مصدر سے مشتق ہے۔ تفسیر کبیر نے چند اقوال نقل کئے ہیں۔

اوّل —— اَلِھتُ اِلٰی فُلَانٍ سے مشتق ہے اسکے معنی سَکَنتُ اِلٰی فُلَانٍ ہیں۔

یعنی اَللّٰہُ وہ ہے جس کے نام سے تسکین ہوتی ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو آرامِ دلِ عارفین ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو تسکینِ قلبِ مضطرین ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے کہ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ سے اس کی شان واضح ہوتی ہے۔

دوم —— اَلۡہٗ وَلۡہٗ سے مشتق ہے جس کے معنی وارفتگی کے ہیں۔ یعنی؛

اَللّٰہُ وہ ہے کہ قلب اس کا دالہ و شیدا ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے کہ ارواحِ پاک اس کی شیفتہ و فریفتہ ہیں۔

اَللّٰہُ وہ ہے کہ ادراکِ مخلوقات حیرت و درماندگی پر منتہی ہوتا ہے۔

عرفان اپنی شناخت میں اپنے نقصان کا اقراری ہوتا ہے اور یہی معرفت نقصان اُسے بلند ترین علم و عرفان تک پہنچاتا ہے۔

سوم ــــ الــہ لاہ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی بلند شان ہیں۔
اَللّٰہُ وہ ہے جو لوازماتِ مادہ سے برتر و اعلیٰ ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے جو زمان و مکان کے احاطہ سے ارفع و بلند ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے جو ذوی العقول کے وہم و گمان، فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

چہارم ــــ لَاہَ یَلُوْہُ لَاھُیًا سے مشتق ہے جس کے معنی احتجاب ہیں۔ یعنی۔
اَللّٰہُ وہ ہے جس کی ذات عقول سے محجوب ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے جس کے نور کا انکشاف ارواحِ نوریہ کے لئے سترِ کبریٰ ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے جس کا کمال ہی ناقصین کے لئے حجاب ہے۔

پنجم ــــ اَلِہَ الْفَصِیْل سے بنا ہے۔ یعنی بچہ کا اپنی ماں کی طرف احتیاج مند ہونا۔ یعنی:
اَللّٰہُ وہ ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں۔
اَللّٰہُ وہ ہے کہ آفات و مصائب میں اُسی کی جانب بازگشت کی جاتی ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے کہ تضرع والحاح ہی کے ذریعہ سے ہماری رسائی اس کی آستان تک ہو سکتی ہے۔

ششم ــــ اَلِہَ اَلَہً (سمع) سے بنا ہے۔ محاورہ ہے اَلِہَ عَلٰی فُلَانٍ اس سے ڈرتا رہا۔ اَلِہَ اِلَیْہِ اس کی پناہ ڈھونڈھی۔ یعنی،
اَللّٰہُ وہ ہے جو خوف و ہراس کے وقت بندوں کی پناہ ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے جو تمام عالم کی تکیہ گاہ ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے جس کی حفاظت میں تمام مخلوق اپنے اپنے اعدا کی دستبرد سے محفوظ ہے ہاں لفظ اَللّٰہُ کی ترکیب لفظی پر غور کرو۔
اَللّٰہُ کا حرف ہمزہ نہ لکھا جائے تو لِلّٰہ پڑھا جاتا ہے جس کے معنی یہ

ہیں کہ ہر ایک شے اَللّٰہ ہی کی ملک ہے۔ قرآن پاک میں ہے لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
لِلّٰہ سے ایک ل کم ہو جائے تو لَہٗ رہ جاوے گا۔ جس کا تلفظ ھُوْ ہے۔ یہ حرف
واحد بھی، اسی وَاحِدُ الْاَحَد کی ذات وحید پر دال ہو گا۔ قرآن مجید میں ہے، قُلْ
ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ اور دوسرے مقام پر ہے ھُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوْ۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی تعیین میں اسی اسم خاص کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہ طور پر کلمات الٰہی میں عرفان تام عطا ہوا تھا۔ اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا ــ حق یہ ہے کہ میں ہی تو اَللّٰہ ہوں اور کوئی بھی معبود نہیں۔ میں ہی ہوں"

کلام الٰہی کے اس فقرہ کو بار بار قلب پر پیش کر و کر تحقیق و تصدیق کے مرتبۂ اعلیٰ پر ہے۔ مقام نفی و اثبات میں بھی اسی اسم کا اثبات ہوتا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

یعنی ہر ایک شے جس کا اِلٰـہ ہونا کبھی مشرکین نے گمان کیا ہو۔
ہر ایک معبود باطل جسے بطور معبود پکارا گیا ہو یا پرستش کیا گیا ہو۔
ہر شے جو انسان کے دل پر تسلط کر لینے والی ہے۔
ہر شے جس کی محبت دیگر انواع محبت پر غالب آ سکتی ہے۔
ہر شے جو انسان کی منتہائے آرزو بن سکتی ہے۔
ہر شے جس کی نسبت کسی کمال ذاتی کا وہم و گمان کیا جا سکتا ہے۔
ہر وہم و گمان جو کمال غیر کا توہم پیدا کرنے والا ہے۔

اِن سب کی نفی کلی کر دی جاتی ہے۔ سب کو خنجر لَا سے ذبح کر دیا جاتا ہے۔ اثبات صرف اسم اَللّٰہ کا ہوتا ہے۔ ثبوت و اثبات میں فرق عظیم ہے۔ وہ جو بذات خود ثابت و حق ہے۔ ذرہ فانی اس کا اثبات نہیں کر سکتا۔

اثبات کے معنی تو وہ نسبت صحیحہ و عظیمہ ہیں۔ جو قلب مومن کو اس اسم ذات کے ساتھ قائم و دائم ہو جانی چاہیئے۔

کلمہ توحید پر نگاہ ڈالو، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے حرف پر تدبر کرو کہ سارے کلمہ میں کوئی

بھی زائد حرف موجود نہیں۔ وہی حروف ہیں۔ جو اسم ذات اَللّٰہ کے اندر موجود ہیں انہی کی ترکیب کلمہ توحید کو بنادیتی ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَر حفاظتِ توحید خالص کے لئے کس قدر اہتمام ہے اور غیرت الٰہیّہ کس قدر غیریت سے برتر واقع ہوئی ہے۔

یاد رکھیئے کہ اسم اَللّٰہ اختصاص وجود کو مبرہن کرتا ہے اور اسی کا عین حقیقت ہونا آشکارا کرتا ہے۔ باقی سب ممکن الوجود ہیں اور ان سب کا ہست ہونا محض اضافی ہے وہ مخلوق جو عدم اوّل اور عدم آخر سے محیط ہے۔ وہ مخلوق جس کی ہستی موجودہ میں بھی فنا ہر وقت وہراں کام کر رہی ہے وہ مخلوق جو لقمۂ ہلاکت ہے۔ دراصل حقیقت وجوب وجود سے قطعاً عاری ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو احد اور واحد ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر شے کا وجود مرکب ہے اور ہر شے کا ظہور ترکیب کا نتیجہ ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جس کے سوا اور کسی کو الوہیت کا شائبہ بھی حاصل نہیں۔

اَللّٰہ ہی ہے جو دین خالص کا مالک ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو محبّت خالص کا شایان ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے کہ آسمانوں اور زمین کے خزائن اُس کے قبضہ میں ہیں۔

اَللّٰہ ہی ہے جسے ارض وسما کی وراثت حاصل ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو دلوں کی چھپی ہوئی اور سینوں میں ڈھکی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو تحت ثری اور فوق ثریا کے غیوب کا عالم ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو رات کو دن اور دن کو رات سے بدلتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو آسمانوں سے مینہ برساتا اور زمین سے دانہ اُگاتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جس کی تسبیح و تحمید میں ہر شے لگی ہوئی ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جسے ہر شے سجدہ کرتی ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو ہر شے کی مقتضائے طبع کو جانتا ہے اور اس کی تکمیل کا سامان فرماتا ہے۔

اَللہ ہی ہے جو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے۔
اَللہ ہی ہے جو خاکی بندوں کو نوری پیکروں سے بڑھ کر کمال بخشتا ہے۔
اَللہ ہی ہے کہ ایمان وتقویٰ سے اس کی وِلا حاصل ہوتی ہے۔
اَللہ ہی ہے کہ صبر واحسان سے اس کی معیت نشوونما پاتی ہے۔
اَللہ ہی ہے جو توبہ کرنے والوں۔ توکل کرنیوالوں۔ عدل کرنے والوں اہلِ صدق واہلِ اخلاق سے محبت کرتا ہے۔
اَللہ ہی ہے کہ مومن بچہ کی زبان اسی کے نام پر کھلتی ہے اور با ایمان انسان کے لب اسی کو دہراتے دہراتے بند ہوتے ہیں۔
اَللہ ہی ہے کہ اُس کے لئے سجدہ ہے۔
اَللہ ہی ہے کہ اسی کے نام کے لئے قسم ہے۔
اَللہ ہی ہے جو قلوب کا مطلوب ہے۔
اَللہ ہی ہے جو ارواح کی جان ہے۔
اَللہ ہی ہے کہ ہر مومن کا دل اس کی جانب مضطرو بے قرار ہے۔
اَللہ ہی ہے جو دعاؤں کو سُنتا مرادیں بخشتا ہے۔
اَللہ ہی ہے کہ تمام عالم اسی کے نظام کا مسخّر دوام ہے۔
اَللہ ہی ہے جو سالکوں کو راہ دکھاتا، طالبوں کو بلاتا ہے۔
اَللہ ہی ہے کہ سب ولی۔ سب شہید۔ سب صدیق۔ سب فرشتے سب نبی۔ سب رسول اس کے بندہ ہیں، اُس کے حکم کے سامنے سرافگندہ ہیں۔ اس کا حکم مانتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے، ان سب کا بھروسہ اور سہارا اور اعتماد و توکل اللہ ہی کی ذاتِ پاک پر ہوا کرتا ہے۔
اَللہ ہی ہے جو اپنی رحمت سے سب کو پالتا ہے۔ جو اپنے رحم سے اپنے بندوں کو پیار کرتا ہے جو اپنے فضل سے خاص بندوں کو بڑھاتا ہے۔ جو اپنی لطف و عطوفت سے سب کے قصوروں کو معاف کرتا ہے جو اپنی عظمت وکبریائی سے سب کو بزرگی و عزت دیتا ہے۔

اَللہ ہی ہے جس کے حکم سے موسموں کا تغیّر۔ مہر و ماہ کا طلوع و غروب شمس و قمر کا کسوف و خسوف ہوتا ہے۔

اَللہ ہی ہے جس کے حکم سے لرزنے والی زمین اب رہائش انسان کے قابل بنی ہوئی ہے۔

اَللہ ہی ہے جس نے بحرِ موّاج کی موجوں کی حد بندی کر دی ہے جو کنارہ سے ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتی۔

اَللہ ہی ہے جس نے پہاڑوں کے شکم اپنے مخزن بنائے جس نے پہاڑوں کی نکیلی چوٹیوں کو پانیوں کا ذخیرہ ٹھہرایا ہے۔

اَللہ ہی ہے جو دردمندوں کی دوا ہے۔ جو بے ٹھکانوں کی پناہ ہے جو ترساؤں کی آس ہے۔

اَللہ ہی ہے جو سوتے جاگتے ہر وقت ہمارے پاس ہے۔

اَللہ ہی ہے جو ہمارے کانوں کو شنوائی۔ ہماری آنکھوں کو بینائی اور قلوب کو روشنائی دیتا ہے۔

اَللہ ہی وہ اسم ذات ہے جو اسی کی ذات کے لئے مستعمل ہے۔

اَللہ ہی وہ اسم ذات ہے جو جملہ صفات کو اپنے اندر موجود رکھتا ہے۔

اَللہ ہی وہ اسم ذات ہے کہ صفات اس کی مسمیٰ سے نہ خارج ہیں نہ زائد ہیں۔

اَللہ ہی ہے جس کی ذات و صفات میں تفریق ناممکن ہے۔

اَللہ ہی ہے جو بندوں کی ذہنی و فرضی تقسیم ذات و صفات سے منزّہ و پاک ہے۔

اَللہ ہی ہے جس کا عرفان عقل اپنے شواہد سے۔ فطرت اپنے معالم سے۔ روح اپنے مدارج سے قلب اپنے حقائق سے اور ایمان اپنی تصدیق سے حاصل کرتا ہے۔

اَللہ ہی ہے جس کے حکم سے فنا ملتی ہے اور جس کے فضل سے بقا ملتی ہے۔

اَللہ ہی ہے جس کا انصاف رحم کے پردہ میں نور بخش ہے۔

اَللہ ہی ہے جس نے اپنی ذاتِ پاک پر رحمت کو لکھ رکھا ہے۔

اَللہ ہی ہے جس نے ہمارے آقا و مولیٰ سیّدنا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ بنایا ہے۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

خواصِ لفظی

۱۔ یہ اسم اَللّٰہ ہی کا خاصہ ہے کہ الف۔ لام تعریف جزو کلمہ بن گیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض کو اس اسم میں الف۔ لام تعریف ہونے سے بھی انکار ہے۔

۲۔ یہ اسم اَللّٰہ ہی کا خاصہ ہے کہ اس پر تائے قسم وارد ہوتی ہے۔ ورنہ حرف ت بمعنی قسم اور کسی اِسم پر وارد نہیں ہوتا۔

۳۔ یہ اسم اَللّٰہ ہی کا خاصہ ہے کہ الحمد کا استعمال اسی ذات کے لئے ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے اَلْحَمْدُ لِلرَّحْمٰنِ یا اَلْحَمْدُ لِلرَّحِیْمِ وغیرہ نہیں بولا جاتا۔ وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہ اسم مسمّٰی کی ذات و صفات سب پر مجموعاً حاوی ہے۔ اسی طرح لفظ "حمد" بھی جملہ نعوت کمال و جلال کا جامع ہے۔ لہٰذا کامل تر اسم کے لئے کامل تر لغت کی ضرورت تھی۔

۴۔ یہ اسم اَللّٰہ ہی کا خاصہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف (م) شامل کیا جاتا ہے اور وہ حرف ندا کا کام دیتا ہے اور پھر اس کے ساتھ حرفِ ندا کا شامل نہیں رہتا۔ یعنی یا اَللّٰھُمَّ نہیں کہہ سکتے۔

میں نے اپنی کتاب اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ میں جو درود شریف کے متعلق جامع اور مکمل کتاب ہے مفصل بحث لکھی ہے کہ حرف (م) کو بطور ندا اسم ذات کے ساتھ شامل کرنے کی خصوصیت کیا ہے۔ اس جگہ حرف (م) کا قوت جمعیت میں کامل ہونا واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اَللّٰھُمَّ کہنے کے معنی یہ ہیں کہ یا اللہ میں تجھ کو تیرے سب پاک اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارتا ہوں۔

اب اختصار کے ساتھ چند مشہور ادعیہ درج کر دی جاتی ہیں۔ جو اسم پاک کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔

(۱) قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ

(کہہ اے اللہ۔ ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے جس سے چاہتا ہے ملک لیتا ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے ذلت دیتا ہے۔ بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور تو

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (آل عمران ع ۳)

سب چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

(۲) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (المائدہ ع ۱۲)

"اے اللہ ہمارے پالنے والے ہم پر آسمان سے خوانِ نعمت نازل فرما۔ جو ہمارے اولین و آخرین کیلئے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشان ہو اور ہم کو رزق دے تو سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔"

(۳) وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ (الانفال ع ۲)

"کافر یہ کہتے تھے۔ اے اللہ اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا دردناک عذاب ہم پر آئے۔"

(۴) دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

"بہشت میں بہشتی سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ کہا کریں گے اور سلام ان کا تحفہ ہوگا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اُن کا آخری کلام ہوگا۔"

(۵) قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْ مَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ (الزمر ع ۵)

"پڑھا کر اے اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے چھپی کھلی کے جاننے والے تو ہی فیصلہ فرمائیگا اپنے بندوں کے درمیان جن چیزوں میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔"

اب مختصر اً وہ چند ادعیہ درج ہیں جو احادیث پاک میں ہیں۔ اور اَللّٰھُمَّ سے شروع ہوتی ہیں۔

(۱) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

"یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیوں کہ حمد خاص تیرے لئے ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو یگانہ ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں بہت پیار کرنے والا۔ بڑی نعمتوں کا عطا کرنے والا۔ آسمان اور زمین کو وجود بخشنے والا۔ اور کرم کرنے والا اے زندہ رہنے والے۔ اے قائم رہنے والے اے سب بڑھ کر رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم فرمانیوالے۔"

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّ مَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ وَشِرْكِهٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِيْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّهٗ عَلٰى مُسْلِمٍ۔

"یا اللہ آسمانوں زمین کو پیدا کرنے والے چھپی کھلی کے جاننے والے ہر شے کو پالنے والے سب کے مالک میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں اپنے نفس کی بدی سے پناہ چاہتا ہوں۔ شیطان کی بدی اور شرکت سے بھی پناہ چاہتا ہوں مجھے پناہ میں رکھیو کہ میں خود اپنے لئے کوئی بدی کماؤں یا کسی اہل اسلام پر کسی بدی کو کھینچ لاؤں۔"

دعا سید الاستغفار:۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

"یا اللہ میرا پروردگار تو ہی ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے عہد اور وعدہ پر اپنی استطاعت کے موافق قائم ہوں جو کچھ بھی میں نے کیا اس کی بدی سے تیری پناہ کا خواہاں ہوں۔ تیری جس قدر نعمتیں مجھ پر ہیں ان کا مجھے اقرار ہے۔ مجھے اپنے گناہوں کا بھی اقرار ہے۔ اب تو مجھے معاف کردے بے شک گناہوں کو صرف تو ہی معاف کرسکتا ہے۔"

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

"یا اللہ میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اندیشہ اور غم سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تیرے ساتھ ناتوانی اور سستی سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ بزدلی اور بخل سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ قرض کے غلبہ اور لوگوں کے قہر سے۔"

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ط

"یا اللہ کفایت کر مجھ کو ساتھ حلال اپنے کے حرام اپنے سے اور بے پرواہ کر مجھے ساتھ فضل اپنے کے اپنے غیر سے۔"

۲
اَلرَّحْمٰنُ جَلَّ شَانُہٗ

رَحْمٰن اور رَحِیْم دونوں کا اشتقاق رحمت سے ہے۔ مگر ہر دو اسماء میں خصوصیات جُدا گانہ بھی ہیں۔

اَلرَّحْمٰن علمیت کے لحاظ سے اسم اَللّٰہ کے برابر برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کہو یا رَحْمٰن کہو۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔ "ان میں سے کچھ بھی کہہ لو۔ اللہ کے تو سب نام بہتر ہیں"

اب یاد رکھنا چاہیئے کہ کفار قریش اسم اَللّٰہ سے تو واقف تھے مگر اسم رَحْمٰن سے ان کو ذرا واقفیت نہ تھی۔

اسم اللہ کے متعلق آیات ذیل پر غور کرو کہ کفار اس اسم کا استعمال کیوں کرتے تھے۔

(۱) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ "اگر تو ان سے پوچھے گا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا اور سورج چاند کو کس نے کام میں لگایا تو وہ کہہ دیں گے اللہ نے"

(۲) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ (العنکبوت ع ۶) "اگر تو ان سے پوچھے کس نے آسمان سے پانی اتارا پھر زمین کو موت کے بعد اس پانی سے زندہ کیا ——— تو وہ کہہ دیں گے اللہ نے"

(۳) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ (الزخرف ع ۶) "اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو کس نے پیدا کیا۔ تو کہہ دیں گے اللہ نے"

آیاتِ بالا سے ظاہر ہے کہ کفار عرب خالق ارض و سما اور منزلِ باراں و خالق انسان اَللّٰہ ہی کو جانتے تھے مگر وہ اسم رَحْمٰن سے ہمیشہ انکار ہی کیا کرتے تھے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ۔ (الفرقان ع ۵) — "جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو۔ تب وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے" (شاید ان کو شک ہوتا ہو گا کہ رحمٰن بھی کوئی چیز ہوگی) "اور یہی تو وہ ہیں جو کہ رحمٰن کے ذکر سے انکاری ہیں"

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كَافِرُوْنَ۔ (الانبیاء ع ۳)

ان آیات سے واضح ہوا کہ کفار اسم پاک رحمٰن سے نا آگاہ بھی تھے اور اسم اللہ سے نفور بھی۔ اب یہ ثابت ہو گیا کہ اسم رحمٰن وہ ہے جس سے اسلام ہی نے لوگوں کو واقف کیا۔ بیشک یہ اسلام ہی کے لئے موزوں و شایاں تھا کہ اس دین میں اسم رحمٰن کا فیضان ہوتا کیونکہ رحمٰن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور رحمت ہی وہ دولت ہے جس کے دروازے اسلام نے پورے طور پر عالم و عالمیاں کے لئے کھول دیے ہیں۔ ہاں یہ رحمت ہی ہے جو میاں بیوی کے رشتے کو مضبوط کرتی ہے۔

(۱) وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم)

ہاں یہ رحمت ہی ہے جو اولاد کو والدین کے سامنے مؤدب فرمان پذیر بنا دیتی ہے۔

(۲) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (اسرائیل)

یہ رحمت ہی ہے کہ بعض بندوں کو بعض بندوں سے زیادہ مختص بنا دیتی ہے۔

(۳) وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران ع ۷)

یہ رحمت ہی ہے جس کی قدر و قیمت دنیا کے جملہ ذخائر و دفائن سے بڑھ کر ہے۔

(۴) وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (الزخرف ع ۶)

یہ رحمت ہی ہے جس کی معیت کا اختصاص اہل توحید کو ہے۔

(۵) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الاعراف ع ۶)

یہ رحمت ہی ہے جو مومنین کے لئے بشکل قرآن پاک ظہور میں آتی ہے۔

(۶) وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (النمل ۸)

یہ رحمت ہی ہے کہ خواجہ ہر دو سرا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنصر لطیف میں مدغم ہو کر عالم و عالمیان کے لئے جلوہ گر ہوئی ہے۔

(۷) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

یہ رحمت ہی ہے کہ علم الٰہی کی طرح ہر شے پر احاطہ کئے ہوتے ہے۔

(۸) رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا (المومن ع ۱)

یہ رحمت ہی ہے جسے مالک الملک نے جس پر کسی شے کا کوئی وجوب عقلاً و نقلاً نہیں ہے خود اپنی ذات پر لکھ لیا ہے۔

(۹) كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

آیاتِ بالا کی وسعتِ معانی پہ تدبر کرو معلوم ہو جائے گا کہ نظامِ عالم اسی رحمت سے ہے اور قوام سمٰوٰت و الارض بھی اسی رحمت سے ہے۔ رحمٰن وہ ہے جس میں رحمت بدرجہ اتم موجود ہے رحمٰن کے معنی ہی بتلاتے ہیں کہ یہ نام رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے سوا اور کسی کا ہو ہی نہیں سکتا۔

مکاشفات یوحنا ۳ باب ۱۲ درس کے پڑھنے سے ہویدا ہے کہ نئے یروشلم اور اس پر اللہ کا نام لکھے ہوئے ہونے کی پیشگوئی سرورِ کائنات کے ظہور سے چھ صدی پہلے بیان کی گئی تھی نیا یروشلم یہی بیت اللہ ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب نے قبلہ ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ اور نیا نام یہی رحمٰن ہے جس کے جدید ہونے کی وجہ سے تو دا ہلِ زبان نے بھی اس سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا۔ ہاں اس میں رازِ عظیم مخفی تھا کہ اسم رحمٰن کا ظہور اسلام ہی میں ہوا۔ اور یہی دین رحمتِ کاملہ کا مظہر ہے۔ اس اسم کو اخفی سے ظہور میں لانے والا بھی خود رحمتِ مجسّم ہو، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم یہی اسم بتلاتا ہے کہ اسلام کی بنیاد رحمت پر ہے۔ یہی اسم بتلاتا ہے کہ اسلام کی آسمانی کتاب سراپا ہدایت ہے۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیا کسی اور مذہب کے پاس بھی ایسی خصوصیات ہیں۔ اس کا جواب ہمیشہ منفی رہے گا۔

رحمٰن کی شان اُن آیات میں نور بخش ہے جس میں اس اسم پاک کا استعمال ہوا ہے۔ رحمٰن وہ ہے جو نوع انسانی کا محافظ ہے۔

(۱) مَنْ یَّكْلَؤُكُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (الانبیاء ع ۴)

رحمٰن وہ ہے جو زمین و آسمان اور مَا فِیْهِمَا کی صیانت معہ ان کی خصوصیات طبعی کے فرماتا ہے۔

(۲) مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰن (تبارک ع ۱)

رحمٰن وہ ہے جو ہر ایک خائف و ترس ناک کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

(۳) اَعُوْذُ بِكَ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ (مریم)

یہ رحمٰن ہی ہے۔ جسے عرش عظیم پر استوا حاصل ہے۔

(۴) اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔

یہ رحمٰن ہی ہے جس کی پیدا کردہ مخلوق ہر ایک نقص طاعن سے مبرا ہے۔

(۵) مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (الملك)

یہ رحمٰن ہی ہے جو بندوں کی استعانت فرماتا ہے۔

(۶) وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ (انبیاء)

یہ رحمٰن ہی ہے جس کی خشیت و ادب کا ہمارے قلوب میں ہونا جزو ایمان ہے۔

(۷) مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ (قٓ ع ۳)

(۸) اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَیَان

یہ رحمٰن ہی ہے جس کے سامنے تمام مخلوق کی حیثیت ایک غلام۔ ایک بندہ۔ ایک مرزوق۔ ایک مربوب ہے۔

(۹) اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (مریم ع ۱۰)

یہ رحمٰن ہی ہے کہ اس کے ہاں عاجز بندوں کے لئے محبت و وداد کا لاانتہا خزانہ موجود ہے۔ (۱۰) سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم)

یہ لازم ہے کہ اسم رحمٰن کے ساتھ اس کی اپنی خصوصیات سے قلب مسرور۔ زبان ذاکر آنکھیں محفوظ اور دماغ مملو رہے۔

اگر اس اسم سے تخلق کی آرزو ہو۔ تو ضرور ہے کہ ہمدردی عامہ اور خیر خواہی تامہ کا خوگر بنے دلسوزی و شفقت کا آئینہ ہو تربیت ناقصاں اور تعلیم جاہلاں کو شیوہ بنائے اور اندرس باب دشمن و دوست سب کے لئے دروازہ کھلا رکھے اور اس طریق میں بھی وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ

اَلْمُسْتَعَانُ کی نصرت و رعایت کو شمعِ راہ سمجھے۔

اس قسم کے متعلق دعائے ذیل نہایت عجیب ہے۔

اَللّٰھُمَّ فَارِجَ الْھَمِّ کَاشِفَ الْغَمِّ مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ رَحِیْمَھُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِیْ فَارْحَمْنِیْ بِرَحْمَۃٍ تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ	اے اللہ دل کے فکر کو دور کرنے والے غم کو کھول دینے والے۔ اے بیقراروں کی پکار کو سننے والے اور اے دنیا اور آخرت میں رحمت فرمانے والے اور ہر دو جہاں میں رحم کرنیوالے مجھ پر رحم تو تو ہی فرمائے گا اس لئے تو ہی مجھ پر رحم فرما۔ ایسی رحمت کے ساتھ جو مجھے سب کی رحمت سے بے پرواہ بنا دے۔

۳
اَلرَّحِیْمُ جَلَّ شَانُہٗ

اَلرَّحِیْمُ۔ رحم سے بنا ہے۔ یہ وہ نام ہے جو رَحْمٰنُ کے ساتھ بہت بڑا تعلق رکھتا ہے۔ رحم کا اطلاق عموماً درماندہ بے کس۔ عاجز۔ ناتوان۔ مصیبت رسیدہ پر کیا جاتا ہے، اور رحیم وہ ہے جو ایسے بندوں پر التفات کرنے والا۔ ان کی بگڑی ہوئی کو بنا دینے والا، اور ٹوٹی ہوئی کو جوڑ دینے والا ہو۔

ابو داؤد و ترمذی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ خواجہ حالی مرحوم نے اسی کا ترجمہ اس شعر میں کیا ہے۔ ؎

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر ٭ خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا

"جو کوئی چھوٹے پر رحم نہیں کرتا۔ جو بڑے کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔"

رحم کے مواقع استعمال معلوم کرنے کے لئے غور کرو۔ کہ نوح علیہ السلام نافرمان پسر کو بلاتے ہیں، کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے میں تو پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا، اور بچ رہوں گا۔ اس کے جواب میں نوح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔

"آج کوئی نہیں جو امرالٰہی سے کسی کو بچائے ہاں اللہ ہی رحم فرمائے جس پر وہی بچ سکتا ہے۔"

یہ آیت بتلاتی ہے کہ غضب الٰہی سے نجات محال ہے۔ ایسے وقت میں صرف اسی کا رحم بچاؤ بن سکتا ہے۔

دوسری مثال امرأۃ العزیز کی ہے جس نے خواہشات نفسانی کا مطیع بن کر یوسف صدیق جیسے پاکباز نبی کو جھوٹا الزام لگایا۔ جیل میں بھجوایا۔ اور پھر کبھی بھی اس پر پشیمان نہ ہوئی۔ جب دربار شاہی میں تحقیقات ہوئی اور اس کے خلاف جملہ شہادت مکمل ہوگئی۔ اور اُسے اقبالِ جرم کے سوا اور کوئی راہ نہ سوجھی تو جھٹ اقرار کر لیا۔

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (یوسف)

"میں اپنے آپ کو بری نہیں ٹھہراتی۔ نفس تو مردو بدی پر آمادہ کرنے والا ہے بجز اُس کے جس پر میرا رب رحم کرے۔"

آیت بالا سے پتہ چلتا ہے کہ اخلاق رذیلہ سے رہائی اور تباہ کن رذائل سے خلاصی صرف تب ہی مل سکتی ہے جب رحم ربانی دستگیری فرمائے۔ ورنہ انسان نفس امارہ کا غلام انسان۔ قوائے شہوانی و غضبانی کا غلام انسان تو ہلاکت کے اس گڑھے میں گر رہا ہے جس کی گہرائی اتھاہ ہے اور جس کی ظلمت بے انتہا ہے۔

اسم پاک رحیم کے معنی کا تعقل کرنے کے لئے دیکھو۔ اسے کلام پاک میں کن کن اسماء کے ساتھ استعمال فرمایا گیا ہے:-

(۱) اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (فاتحہ) فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں رحمت عامہ اور رحم خاصہ کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

(۲) إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ (الحجرات وغیرہ) فرمایا۔ اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ پشیمان بندہ کی التجا قبول فرمانا۔ اس کے گزشتہ اعمال سے درگزر کرنا از رہِ رحم ہے۔

(۳) إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ (الطور وغیرہ) فرمایا۔ اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا برّ و احسان بلا کسی غرض یا بندہ کے کسی حق و استحقاق کے بغیر ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا رحم بھی ہر ایک نفع ذاتی سے مبرا و برتر ہے۔

(۴) إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ الرَّحِيمُ (البقرہ) یہاں بتلایا گیا ہے کہ رحم کا باعث وہ رأفت و شفقت ہے جو ذاتِ پاک میں بندوں کے ساتھ پورے جوش پر ہے۔

(۵) إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَّدُودٌ (سورۃ ھود ع ۹) میرا رب تو رحم کرنے والا۔ پیار کرنے والا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ آپ کسی پر رحم کریں مگر اس سے وداد (محبت) نہ کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اول رحم فرماتا ہے اور پھر بندہ کو اپنی وداد سے بھی مشرف کرتا ہے۔

(۶) وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (السبا ع ۱) یہ آیت بتلاتی ہے کہ غفران و رحم کا ظہور قوت و دوام کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۷) سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ اس آیت سے آشکارا ہے کہ وہ سلامتی جو آخرت میں مومنین کو ملنے والی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت و رحم کی تحت میں ہوگی۔

(۸) هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ (الدخان ع ۵) اس سے واضح ہوتا ہے کہ صفت رحم کا اجتماع عزت و قوت۔ غلبہ و شوکت کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ ایسی قدرت۔ ایسی سلطنت والا۔ جب رحم فرمائے۔ تب واضح ہوتا ہے کہ رحم کسی بے چارگی و مجبوری اور مصلحت ملکی وغیرہ پر مبنی نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صفتِ رحیمی کا ظہور صرف آخرت میں ہوگا۔ یہ درست نہیں۔ سورۂ نساء میں ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ——— سورۂ اسرائیل میں ہے۔ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔ سورۂ نساء میں ہے لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ سورۂ احزاب میں ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا

یہ وہ اسناد ہیں جو بتلاتی ہیں کہ اس عالمِ دنیا میں بھی ہمارے مولیٰ کا رحم ہی کارفرما ہے اور اس کے رحم کے بغیر کوئی انسان اس تباہی سے جو ہماری غفلت و نسیان اور خطا و عصیان

کا نتیجہ ہے ہرگز ہرگز نہیں بچ سکتا۔

سورہ اعراف و یوسف و انبیاء میں اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن بھی آیا ہے اور سورۃ مومنون میں خَیْرُ الرَّاحِمِیْن بھی۔

ہر دو کلمات کی فیض بخشی یہ ہے کہ رحم کا مادہ مخلوق میں بھی پایا جاتا ہے اور اس لئے وہ بھی رَاحِم کہلانے کا حقدار ہوتا ہے لیکن (۱) جو لزوم و دوام اسم رحیم میں ہے وہ رَاحِم میں کہاں۔ (۲) اگر اور کوئی رَاحِم ہے تو رَبُّ الْعٰلَمِیْن، اَرْحَم اور خَیْر ہے یعنی فضیلت و خیریت رحم اسی ذات پاک کی صفات میں ہیں۔ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن کا اسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور دعا میں موجود ہے جو آپ نے کوہ طائف سے واپسی کے بعد نماز تہجد کے وقت پڑھی تھی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ پر تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے یعنی حکمران سے لے کر ادنیٰ کسان تک نے حضور کو سبّ و شتم سے فگار اور سنگ و کلوخ سے مجروح بنایا تھا اور کوئی ایک بھی داخل اسلام نہیں ہوا تھا۔ ایسے دل شکن منظر اور صبر آزما موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل عرفان محبت سے پرُنور اور عظمت و کبریائی سبحانی سے بھرپور تھا۔ لہٰذا رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے سامنے ان الفاظ کے ساتھ ہاتھوں کو بلند فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَشْکُوْا ضُعْفَ
قُوَّتِیْ وَ قِلَّۃَ حِیْلَتِیْ وَھَوَانِیْ
عَلَی النَّاسِ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ
اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ وَ
اَنْتَ رَبِّیْ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ اِلٰی بعید
یَتَجَھَّمُنِیْ اَوْ اِلٰی عدو ملکتہ
اَمْرِیْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ عَلَیَّ غَضَبُکَ
فَلَا اُبَالِیْ وَلٰکِنْ عَافِیَتُکَ ھِیَ
اَوْسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ

"الٰہی اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ، عاجزوں کا مالک تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے کیا بیگانہ ترش رو کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے ہاں جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس حالت کی ذرا پرواہ نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے میں تیری ذات کے

اَلَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَہُ الظُّلُمٰتُ وَصَلَحَ عَلَیْہِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مِنْ اَنْ یَنْزِلَ بِیْ غَضَبُكَ اَوْ یَحِلَّ عَلَیَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُقْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِكَ[۱]

نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے سب کام اس سے درست ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری خفگی مجھ پر وارد ہو مجھے تو صرف تیری ہی رضا درکار ہے اور تیری ہی خوشنودی کی ضرورت ہے نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔" ١

الفاظ دعا پر پورا پورا تدبر کرو کہ رحم کے معنی اور صفت رحیمیت کا مفہوم بخوبی سمجھ میں آجائے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو خود اپنے اندر بھی رحم پیدا کرنا چاہئے سینہ میں ایسا دل ہونا چاہیئے جو کسی کی حالت پر پگھل جائے۔ دل میں ایسا درد ہونا چاہیئے جو ناکس و درماندہ انسانوں کی حالت کا احساس کرتا ہو ؎

کرو مہربانی تم اہلِ زمین پر ÷ خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

۴
اَلْمَلِكُ جلّ شانہٗ

حدیث ترمذی میں اَلْمَلِكُ کو اسماء حسنیٰ میں شمار کیا گیا ہے۔ لغت میں مَلِكُ بادشاہ کو کہتے ہیں۔ دنیا میں اور لوگ بھی مَلِكُ کہلاتے ہیں اور یہ نام رکھنا شرک بھی نہیں قرآن مجید میں بھی اس کا استعمال اور لوگوں کے لئے ہوا ہے۔

(۱) اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ

"بادشاہوں کا یہ حال ہے کہ جب کسی نئی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے بگاڑ دیتے ہیں وہاں کے عزت والے باشندوں

---

[۱] رحمۃ للعلمین جلد اول۔ بحوالہ طبری و ابن ہشام۔

یَفْعَلُوْنَ ۵ کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں وہ ایسا ہی کرتے ہیں"

سورۂ یوسف میں بھی چہار مقامات پر یہ لفظ آیا ہے اور اس سے مراد بادشاہ مصری ہے۔ (الف) قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرَاتٍ (ب) قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ (ج) نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ (د) مَا كَانَ لَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ۔

قرآن مجید پر تدبر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اَلْمَلِكُ کا اطلاق بحالت مضاف ہوا ہے۔ مَلِكِ النَّاسِ اسی کا اسم ہے۔ اس کے معنی ہیں کل بنی نوع انسان کا بادشاہ۔ یہ ظاہر ہے کہ جملہ انواع انسانی کی حکومت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہوگی [1]

---

[1] یہ بات عوام میں مشہور ہے کہ نمرود اور بخت نصر دو کافر ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے کل دنیا پر حکومت کی۔ اور ذوالقرنین و سلیمان علیہ السلام دو مومن بھی ایسے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں میں سے کوئی کل دنیا کا حکمران نہ تھا۔ نمرود سلطنت بابل کا بادشاہ تھا۔ افریقہ و یورپ۔ عرب، چین، ترکستان روس کبھی اس کے علاقہ میں نہ تھے۔ بخت نصر تو سلطنت ایران کے ماتحت تھا۔ ذوالقرنین کی حکومت کے حدود خود قرآن پاک میں موجود ہیں اور ان حدود سے دنیا کا بہت بڑا حصّہ باہر رہ جاتا ہے۔ غور کرو کہ اس کے تینوں سفروں میں سمندر کا ذکر نہیں آتا اس لئے بحر اور ما وراء والابحار ان حدود سے باہر رہ جاتے ہیں سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فلسطین کا ملک تھا۔ قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ ملک یمن اور وہاں کی آفتاب پرست ملکہ کی اطلاع ان کو ایک سفر میں لگی تھی۔ بائیبل کو اگر تاریخ کی حیثیت سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اور بھی بادشاہ تھے جن سے حضرت کی صلح بھی اور دوستانہ تھا۔ مگر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام باجگذار تھے۔ مشرق قدیم کی تاریخوں میں ایران کو دنیا کی شہنشاہی بنایا گیا ہے۔ مگر ایران کے سامنے روما کی سلطنت ہمیشہ ہمسری کا دعویٰ کرتی رہی ہے۔ اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نہ کبھی ایران کو اور نہ کبھی روما کو ساری دنیا کی حکومت ملی حضرت سلیمان علیہ السلام کو بحیثیت نبوت جو اقتدار جنّ و وحش پر تھا۔ وہ خارج از بحث ہے کیونکہ وہ حصّہ نبوت تھا نہ حصہ حکومت۔ بایں ہمہ عرب اُن کے حیطۂ نبوت میں بھی داخل نہ تھا۔

سورۂ طٰہٰ میں اَللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقّ فرمایا گیا اور ظاہر کیا گیا ہے کہ ملوک دنیا محض ظاہری معنی میں ملوک کہلائے جاتے ہیں۔ حقیقۃً کوئی ملک (بادشاہ) نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اَلْمَلِکُ ہے، اور اس کے ملک کے حدود یہ ہیں۔

وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا۔ (الزخرف ع ۹)

"بڑی برکتوں کے دینے والا وہ ہے کہ سارے آسمان اور تمام دنیا اور ان دونوں کے درمیان کی سب اجرام اور سب اشیاء اس کی سلطنت میں شامل و داخل ہیں۔"

لہٰذا اَلْمَلِکُ کو بطور اسم پاک پڑھنے والوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تو وہ بادشاہ ہے جو اَلْمَلِکُ الْحَقّ کہلانے کا حقدار ہے، جسے اَلْمَلِکُ الْقُدُّوس جاننا ضروری ہے۔ جو عالم امر و عالم خلق کا واحد حکمران ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مالک اور ملک میں فرق ہے اور مَلِک زیادہ وسیع ہے۔ کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی قطعہ اراضی کا مالک تو ہو مگر اس پر حکمران نہ ہو۔ مگر مَلِک کے لئے صفت حکمرانی کا ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ اس قطعہ پر حقوق مالکانہ نہ بھی رکھتا ہو جب ہم اَلْمَلِک کے لئے استحقاق فرمانروائی کو تسلیم کرتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ چند ایسے اسماء حسنٰے اور بھی ہیں۔ جو اسی صفت کی توضیح میں وارد ہوئے ہیں۔ القہّار [۱۵]، الخافض [۲۲]، الحکم [۲۸]، العدل [۲۹]، المنتقم [۸۱]، المقسط [۸۶]، المانع [۹۰]، الضّار [۹۱]، النّافع [۹۲]، یہ سب اسی جمال کے پرتو ہیں اور لوازم فرماں روائی کے آئینہ دار۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بادشاہ کی سلطنت میں بود و باش رکھتے ہیں۔ وہاں کے قوانین کی پابندی کو بھی لازم سمجھتے ہیں نیز قانون سے لاعلمی ان کے لئے عدالت میں کوئی عذر معقول تصور نہیں کی جاتی اسی اصول پر شریعت مبنی ہے (جو قانون الٰہی ہے) اور اسی اصول پر شریعت سے لاعلمی کسی انسان کے لئے عذر نہ ٹھہری وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔ "اللہ کی برہان کامل ہے۔"

اسم پاک اَلْمَلِکُ سے تعلق پیدا کرنیوالوں کو لازم ہے کہ خود کو ایک وفادار شہری محبّ قانون اور محبُّ الْمَلِک ہونے کا ثبوت دیں۔ جب لوگ اس نکتہ کو سمجھ جائیں گے

تو آئینِ ربانی کا نفاذ کلی سارے ملک میں خود بخود ہو جائے گا۔

واضح ہو کہ سورۂ قمر میں ہے: عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ — مَلِيْك بھی بمعنی اَلْمَلِك ہے۔ مگر یہ نام حدیث ترمذی میں نہیں آیا۔

۵
اَلْقُدُّوْسُ جلّ شانہٗ

قُدُّوْس اسم ہے اور اس کا فعل باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے آتا ہے۔ یہ تنزیہی نام ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ربُّ العٰلمین جملہ نقائص اور عیوب۔ ارجاس و ادناس سے پاک و منزّہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از فراغت وتر سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس رَبِّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْح پڑھا کرتے تھے (حصن حصین بحوالہ ابوداؤد و نسائی وغیرہ) تیسری دفعہ کے قدّوس میں آواز کو زیادہ بلند اور طویل فرمایا کرتے تھے۔ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ بھی آیا ہے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْس کے فرمودہ میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی گئی ہے اور اس کے ساتھ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْح کے فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ فرشتے بھی قدسی کہلاتے ہیں۔ جبرئیل کو بھی رُوْحُ الْقُدُس (روانِ پاک) کہتے ہیں۔ لہٰذا ایک مسلم کو یہ اعتقاد کر لینا چاہیئے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کی تقدس کے معنی صرف اسی قدر نہیں ہیں کہ وہ لوازمِ بشریہ سے پاک و برتر ہے نہیں اللہ تعالیٰ کی قدوسیت یہ ہے کہ نوری ملائکہ اور پاک روح ہیں بھی جو نقائص ہیں وہ بھی اس کی ذات میں نہیں۔ روح اور ملائکہ کا مخلوق ہونا۔ ان کی آغاز کی ابتداء ان کی انجام کی غایت ہی ایسے اوصاف ہیں جو ذاتِ سبحانی میں نقص سمجھے جاتے ہیں اور وہ ان سے بھی بالاتر ہے۔

وہ لوازم حدوث اور نقصان امکان سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ وہ دریافت حس اور تصور خیال اور احاطہ عقل سے بلند تر ہے۔ وراء الوراء ثم وراء الورا۔

جو لوگ اس اسم پاک سے تعلق پیدا کرنا چاہیں، انہیں مواظبت وضو ضروری ہے اور لازم ہے کہ قابل نفرت عیوب اور قابل انکار نقائص سے خود کو دور رکھیں۔ افعال محمودہ اور اعمال صالحہ کی پابندی اختیار کریں اور بایں ہمہ اس نقص بشری کو جو شامل ولاحق بشریت ہے فراموش نہ کریں۔ جبریل کو روح القدس کہنا یا مسجد اقصیٰ کو بیت المقدس کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ اپنی اپنی صنف میں صفت پاکیزگی سے تعلق خاص رکھتے ہیں۔

۶
السَّلَامُ جل شانہ

سَلَامٌ بطور اسم صرف اللہ جل شانہ کے لئے ہے۔ اس کے معنی سالم ہیں یعنی وہ جو سلامتی میں کامل ہو۔ وہ جس کی سلامتی معرض خطر زوال میں نہ ہو۔ وہ جو دوسروں کو سلامتی بخشتا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (اخرجہ الخمسہ الا البخاری۔ عن ثوبان رضی اللہ عنہ)

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حال میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا سلام اور اپنا سلام پہنچایا تو انہوں نے جواب میں کہا۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَمِنْهُ السَّلَام "یعنی اللہ پاک تو خود سلامتی کا مالک ہے اور ہم کو سلامتی اسی سے ملتی ہے۔"

سَلَام مصدر بھی ہے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام ملے گا۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ — ملائک بھی اہل ایمان کو سلام کریں گے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ — اہل ایمان آپس میں بھی سلام ہی کے تحفے بھیجا

کریں گے وَتَحِیَّتُہُمْ فِیْہَا سَلَامٌ۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق امت پر فرض کئے گئے ہیں۔ ان میں سے حضورؐ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ حضور پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ اور التحیات کے بعد درود شریف۔

اسلام اس دین کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کا پسند کردہ اور برگزیدہ دین ہے۔ اس کا بھی قریبی تعلق سَلَامٌ سے ہے۔ اسلام کے معنی گردن نہادن و اطاعت کردن ہیں۔ اس مصدر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور دعا ہے جسے حضور نے ہر شب بستر پر لیٹ کر پڑھنے کے لئے تجویز فرمایا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَ وَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَا وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ۔

"اے اللہ۔ میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں اپنا چہرہ تیری جانب کرتا ہوں۔ خود کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تیری پناہ سے اپنی پیٹھ لگاتا ہوں۔ تیرے انعام کا امیدوار ہوں، اور تیری ہیبت سے ترساں ہوں، تجھ سے تیرے سوا اور کہیں نہ ٹھکانہ ہے۔ نہ پناہ ہے۔ میرا ایمان ہے کتاب پر جو تو نے اتاری اور رسول پر جو تو نے بھیجا۔

واضح ہو کہ قُدُّوْس بھی تنزیہی اسم ہے اور سَلَام بھی۔ فرق یہ ہے کہ قُدُّوْس میں تنزیہہ ازلی ہے اور سَلَام میں تنزیہہ لم یزلی۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنیوالے پر لازم ہے کہ اَفْشُوا السَّلَام کے حکم کی تعمیل کیا کرے سامنے آجانے والے اہل اسلام کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے تحیت سے شاد کام کیا کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہمہ شانِ رسالت ادنیٰ امتی کو خود پہلے سلام کر دیا کرتے اور فرمایا کرتے۔ کہ خَیْرُکُمْ مَنْ بَدَءَ فِی السَّلَام جو کوئی سلام کرنے میں پہل کرتا ہے وہی بہتر شخص ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ باہمی سلام علیک سے محبت بڑھتی ہے اور غرورِ نفس زائل ہوتا ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ جل شانہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے مومن بھی ہے۔ اس کے معنی کی دو صورتیں ہیں ؛
مومن ایمان سے بنا ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ مومن ہے کہ بندہ کو ایمان عطا کرتا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ (الحجرات ع ۱)
" اللہ ہی ہے جس نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے "

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ۔ (المجادلہ ع ۳)
" یہ وہ ہیں جن کے دل میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے "

(ب) ہاں اللہ تعالیٰ کا نام مومن (ایمان سے) اس لئے بھی ہے کہ وہ خود بھی اپنی ذات پاک کی شہادت ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ یہ شہادت ہر ایک ایمان لانے والے بندہ کو بھی ادا کرنا ہوتی ہے فرمایا۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔
" اللہ نے شہادت دی کہ وہی ہے جو معبود ہے اور اس کے سوا کوئی بھی الٰہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا خود اپنی توحید و تفرید پر شہادت دینا اس لئے ہے کہ لفظ شہادت کے چہار معانی ہیں۔

۱۔ مشہود کی صحت و ثبوت کا علم اور معرفت اور اعتقاد۔
۲۔ اس صحت و ثبوت کا تکلم خواہ اپنے ہی دل میں ہو خواہ اپنے ہی نفس سے ہو۔
۳۔ اپنے سوا کسی دوسرے کو اپنے علم و اعتقاد کی اطلاع دینا۔
۴۔ اس علم و اعتقاد کے مطابق خود لزوم کرنا، اور دوسرے کو ملتزم رہنے کی تاکید کرنا۔

دوم - اللہ تعالیٰ کا نام مومن - امن سے بنا ہے یعنی مومن وہ ہے جو امن بخشتا ہے -

(۱) اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بیت اللہ کو امن بنایا ہے -

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا - ہم نے بیت اللہ لوگوں کے لئے پناہ اور امن کی جگہ بنا یا ہے -

(۲) اللہ تعالیٰ نے توحید کو قلوب کا امن بتلایا ہے -

وَكَيْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ (الانعام ع ۹)

"میں تمہارے بتوں سے کیوں ڈروں - تم تو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے بھی نہیں ڈرتے حالانکہ جواز شرک کی کوئی دلیل بھی کسی آسمانی کتاب میں نہیں - غور کرو اگر تم کو علم ہے تو بتلاؤ کہ ہر دو میں سے کون زیادہ امن کا حقدار ہے - ہاں ایمان والوں ہی کے لئے جو ایمان کو شرک کی آمیزش سے صاف رکھتے ہیں - امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں -

اللہ تعالیٰ نے خلافت راشدہ کی علامات میں سے قیام امن کا بھی ذکر کیا ہے -

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا - (النور ع ۷) "ہم ان کے خوف کو امن سے بدل دیں گے "

یہ وہی امن ہے جو دماغ کو انتشار خیالات و توہمات سے اور دل کو ہجوم اوہام ووساوس سے اور روح کو اضطراب اندرونی سے بچا لیتا ہے وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِهَا -

یہ وہی امن ہے جو جان و مال و حقوق عامہ کی حفاظت کرتا ہے جو تبلیغ کی راہ سے سب رکاوٹوں کو دور کر دیتا ہے جو ایمان میں داخل ہونے والوں کی پریشان خیالی کو محو کر دیتا ہے - ملکی امن کا ذکر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہے - جسے امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں میں سے ایک یہ بھی فرمائی تھی کہ عدیؓ شاید تم کو اسلام میں داخل ہونے سے یہ امر مانع ہے کہ ملک میں امن نہیں - تم عنقریب دیکھ لو گے کہ ایک بڑھیا قادسیہ سے اکیلی حج کے لئے چلے گی اور وہ اللہ کے سوا راہ میں کسی سے نہ ڈرے گی - عدیؓ

کہتے ہیں کہ میں نے عہد فاروقی میں اپنی آنکھوں سے ایسا ہی دیکھ لیا۔

الغرض اللہ تعالیٰ کا اسم پاک **مومن** ہے۔ کیونکہ وہ ایمان عطا فرماتا ہے۔ وہ امن عطا کرتا ہے۔ اس کا نام فساد کو مٹانے والا ہے۔ اس کا نام دل کو آرام اور روح کو اطمینان دینے والا ہے۔ اس کا نام ملک کو بسانے والا۔ رعایا کو ٹکانے والا ہے۔ اس کا نام اُجڑا وطن آباد کرنے والا ہے۔ جو لوگ اس اسم پاک سے تعلق پیدا کرنا چاہیں، انہیں مصلحت عامہ اور امن عامہ کا ممد و معاون بننا چاہیئے۔ انہیں فساد انگیز تحریکوں۔ گندی سازشوں سے الگ رہنا چاہیئے۔ انہیں امن کے طریقے اور ایمان کے ضابطے معلوم کر کے ان پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

۸
اَلْمُهَيْمِنُ جَلَّ شَانُهُ

یہ اسم هَيْمَنَ الطَّائِرُ عَلَى فِرَاشِهِ سے بنایا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ پرندہ نے اپنے بچہ کو پروں کے نیچے چھپالیا۔ اسی لئے محاورہ ہوا: هَيْمَنَ عَلَى كَذَا، فلاں چیز کی نگہبانی کی۔

مهیمن میں میم دوم بالکسر ہے اور بالفتح بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں :-

(۱) نگہبان (۲) وہ جو دوسرے کے خوف سے ہم کو مامون بنا دے۔

(۳) وہ امین جو کسی کا حق ضائع نہ کرے۔ (۴) وہ جو ہر ایک خوف و خطر کو دور کر دے۔

اِن جملہ صفات میں یہ باری تعالیٰ کا نام ہے۔

قاموس میں ہے کہ یہ اصل میں مَآمِنٌ (بدو ہمزہ) تھا۔ ہمزہ دوم کو حرف یا سے اور ہمزہ اول کو حرف ھا سے بدل لیا گیا ہے۔ مُهَيْمِنٌ ہو گیا۔

سورہ مائدہ رکوع ۷، میں قرآن مجید کا نام مُهَيْمِنٌ فرمایا گیا ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔

یہاں یہ معنی ہیں کہ قرآن مجید اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کا نگہبان ہے۔ یعنی

جملہ کتب سابقہ کی تعلیم کا جامع اور محافظ یہ قرآن ہے۔

یہ قرآن توراۃ جیسی اور اس سے بڑھ کر شریعت بھی رکھتا ہے۔

انجیل کے برابر، اور اس سے مکمل تر فضل بھی پیش کرتا ہے۔

وہ زبور جیسی دلچسپ اور اس سے بھی زیادہ عرفان بخش ادعیہ کا خزانہ ہے۔

یسعیاہ ودانیال کی کتابوں سے بڑھ کر اس نے اخبار عن الغیب کیا ہے۔ اور ان سب معانی سے یہ کتاب مُھَیمن بن گئی ہے۔ یہ اسم پاک یکے از اسمائے حسنیٰ ہوتے میں سلام و مومن کی تاثرات کا جامع ہے۔

مُھَیمِنُ قَائِمٌ عَلَی الْخَلْقِ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ایک صحابی کا ابوبکر صدیق کی مدح میں یہ شعر ہے ؎

اَلَا اِنَّ خَیْرَ النَّاسِ بَعْدَ نَبِیِّنَا — مُھَیْمِنُہُ التَّالِیْہِ فِی الْعُرْفِ وَالنُّکر

مھیمن۔ بمعنی اعلیٰ۔ حضرت عباسؓ کے قصیدہ نعتیہ کا شعر ہے ؎

حَتّٰی احتوی بَیْتُکَ الْمُھَیْمِنُ من — خِنْدِفٍ[1] علیاء زانھا النّطق

---

۹ اَلْعَزِیْزُ جلّ شانہٗ

یہ اسم عـزّت سے بنایا گیا ہے۔ عزّت کے معنی ارجمندی۔ قوت وشوکت اور غلبہ کے ہیں اور عـزیز وہ ہے جس میں صفات بالا بدرجہ اتم پائی جائیں۔ کفار نے ایک دیوی کا نام عُـزّیٰ رکھ چھوڑا تھا۔ یہ نام بھی عـزیز ہی کا (یا اَعَـزّ کا) مؤنث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اب جزیرۃ العرب سے سارے اصنام اور قصص الاصنام

---

[1] خِنْدِف ایک خاتون کا نام ہے۔ قریش اس کی اولاد ہیں۔

نابود ہو چکے ہیں۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ "حق آیا اور باطل ناپدید ہو لیا۔ باطل نے ناپدید ہی ہونا تھا"

اہل دنیا نے زر و مال۔ جمعیت و تعداد کی کثرت کا نام عزت رکھ چھوڑا ہے۔ یہ وہ بت ہے جو اہل دنیا کا سب سے زیادہ پیارا ہے۔ وہ اسی پر جان و ایمان کو خوشی قربان کر دیتے ہیں مدینہ میں ابن ابی بن سلول منافقین کا سردار تھا۔ اس نے ایک موقعہ پر اپنے آپ کو اَعَزُّ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گندی زبان سے اَذَلّ بتلایا تھا اور کہا تھا۔

لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔ "عزت والا اس ذلت والے کو مدینہ سے نکال دے گا"

اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے۔

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ "عزت اللہ اور رسول کے لئے ہے"

نیز بتلایا ہے۔

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔ (النساء ع ۲۰) "کیا اہل دنیا ایسے منافقین کے پاس عزت کی تلاش میں ہیں۔ انہیں معلوم کر لینا چاہیئے کہ عزت اور اسکے جمیع اقسام اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں۔

زمانہ شاہد ہے کہ وہ منافق اپنے فرزند عبداللہ الصادق کے ہاتھوں سے ایسا ذلیل ہوا کہ سب لوگ اسے خرد و خل کہتے تھے۔ وہ بزرگی وارجمندی اور قوت و شوکت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمائی۔ اس کی مثال پیش کرنے سے مادی دنیا بالکل عاجز ہے ہزاروں بادشاہ، لاکھوں اولیاء اس درِ دولت پر گدا ہونا اپنی انتہائی عزت سمجھتے ہیں۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى اَعَزِّ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمْ

قرآن کریم پر غور کرو کہ اس اسم عزیز کو کن اسماء کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ ۴۲ مقامات پر عزیز حکیم فرمایا ہے اور ۵ مقامات پر عزیز رحیم اور ۲ مقامات پر عزیز غفور۔ ۳ مقامات پر عزیز غفار۔ ایک جگہ عزیز مقتدر، ۲ مقامات

پر قوی عزیز، ایک جگہ عزیز وھاب، ۴ دفعہ عزیز الحلیم، ۲ دفعہ عزیز الحمید فرمایا ہے۔
ان جملہ آیات پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ مالک جسے ساری مخلوق پر غلبہ تام اور اقتدار کامل حاصل ہے۔ وہ اپنی اقتدار و قدرت کا استعمال حکمت اور رحم غفران اور علم۔ حمد اور رحم کے ساتھ فرماتا ہے۔ یہ سبق ہے ان لوگوں کے لئے جن کو دنیائے فانی میں چند روز محدود غلبہ کسی مقام یا اشخاص پر حاصل ہو گیا سو کہ وہ بھی اپنے اختیارات کا استعمال علم صحیح کے بعد اول عفو رحم اور پھر دانائی و حکمت کے ساتھ کیا کریں۔ اس اسم سے تخلق کا یہی طریق ہے، نیز اہل ایمان کو لازم ہے کہ عزّت مزعومہ کی تلاش میں عزّت ایمانی کو خیر باد۔

اَلْجَبَّارُ جلّ شانہٗ

جبر سے ہے۔ جَبْرٌ کے معنی درستگی ہے اور اس کے مقابلہ میں لفظ کسر آتا ہے جس کے معنی شکستگی کے ہیں۔
جب کسی انسان کا نام جَبَّار ہوتا ہے تو اس کی وجہ تسمیہ اور ہوتی ہے وہ جبار النخل سے بتایا گیا ہے یعنی جو کھجور اتنی بلند ہو کہ اس پر چڑھنے کا حوصلہ نہ ہو سکے۔ چونکہ سرکش۔ سنگ دل، بے رحم لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں کہ اُن سے خلق خدا کو آزار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا کرتا، اور وہ کسی کا حق اپنے اوپر نہیں سمجھا کرتے۔ اس لئے وہ جَبَّار کہلانے کے سزاوار ہوتے ہیں۔ سورۂ ہود میں ہے: وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ سورۂ ابراہیم میں ہے وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ سورۂ مومن و مریم۔ قصص۔ مائدہ شعرا میں بھی یہی لفظ ایسے سرکش انسانوں کے متعلق آیا ہے۔
سورہ قٓ میں یہی لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منفی صفت میں واقع ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا نام جَبَّارٌ ان معانی میں ہے کہ وہ ریڑھ کی ہڈی کی گرہوں کو پیوستگی دینے والا۔ شکستہ دل انسانوں کو ڈھارس دینے والا۔ کشتیٔ شکستگان کو ساحل پر پہنچانے

والا۔ وہی دوائے دردمنداں ہے اور وہی مرہم شکستہ دلاں!۔ اس جبر سے جبروت بھی بنا ہے۔ جو جبر کا مبالغہ ہے حصن حصین میں بحوالہ طبرانی اوسط درج ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ۔

اس اسم پاک سے تخلق کے لئے صفت ہمدردی و غمگساری پیدا کرنی ضروری ہے۔

۱۱
اَلْمُتَكَبِّرُ جل شانہٗ

کبر سے بنا ہے۔ کبر کے معنی رفعت۔ شرف۔ بزرگی ہیں۔ اہل دنیا کا نام مُتَكَبِّرْ اس لئے بُرا ہے کہ ان میں درحقیقت رفعت و شرافت ذاتی ذرا نہیں ہوتی۔ اضافی اوصاف سے وہ جھوٹے غرور میں آکر متکبر بن جاتے اور اپنی نوع کے دیگر انسانوں کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگتے ہیں۔ ان جھوٹ کی بزرگی پر اترانے والوں کی علامت یہ ہے کہ ہر چند ان کی بات بات میں غرور تکبر بھرا ہوتا ہے لیکن اس پر کسی وقت اگر کوئی ان کو متکبر کہدے تو اسے بُرا مناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جسے حقیقتہً کبریائی حاصل ہے اور وہی ہے جو اپنی صفت میں آپ کو متکبر کہہ سکتا ہے۔ اہل دنیا کی صفت میں یہ لفظ سورہ مومن ونحل وزمر میں مستعمل ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت میں صرف ایک مقام یعنی سُوْرَةُ الحشر میں آیا ہے۔

مُتَكَبِّرْ جبکہ اسماء حسنےٰ میں سے ہے تو اس کے معنی یہ ہیں۔ وہ معبود جو اپنے علو و برتری میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے، جو صفات ذمیمہ اور اخلاق رذیلہ سے برتر و بالا ہے۔

کبریائے ذاتی۔ استعلائے نفسی اور ہر ایک کبیر سے برتری نے اسی وصفی نام کو ذات سبحانی پر صادق کر دیا ہے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اہل دنیا میں سے جو مغرور و متکبر ہوں۔ ان کے سامنے آپ کو ذلیل و خوار نہ ہونے دے اور یہ بھی لازم ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو پیشِ نظر رکھتا ہوا خود اپنے نفس کو متواضع بنائے۔ مساکین و فقراء سے نفرت نہ کرے۔

۱۲
اَلْخَالِقُ جلّ شانہٗ

یہ اسم خلق سے بنا ہے اور خلق کے معنی تقدیر و اندازہ ہے خالق وہ ہے جس نے ماہیات کا اندازہ اور ذوات کا تعین فرمایا۔ جو حقائق کو عدم سے وجود میں لایا۔

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ (الاعراف ع ۲) "اللہ تمہارا رب ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔"

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ۔ (انبیاء ع) "وہ جس نے رات کو بنایا۔"

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ (الملک) "وہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا۔"

خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا (زخرف) "جس نے سب کو جوڑا جوڑا بنایا۔"

وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ (یٰسٓ) "وہ پیدائش کی ہر ایک حالت کا جاننے والا ہے۔"

آیاتِ بالا پر غور کرو کہ مادی و غیر مادی (ہر دو قسم) اشیاء پر خلق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ہاں خلق کا لفظ کسی مادی شے کو کسی شکل خاص میں تیار کرنے پر بھی آتا ہے۔

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ "میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرندہ کی صورت سی بناتا ہوں۔"

انہی معنی کے لحاظ سے فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ احسن الخالقین بھی ہے اور خالق بھی ہے اور خلّاق بھی ہے۔ ہر سہ الفاظ اگرچہ ایک صفت خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ہر ایک میں جداگانہ کیفیّت و خصوصیّت موجود ہے۔

۱۳
اَلْبَارِئُ جلّ شانہٗ

بَرَااللّٰہُ الْخَلْقَ بَرْءً اَوْ بُرُوْءًا (باب نصر ینصر) سے ہے۔ اس کے معنی بھی پیدائش کرنے کے ہیں، مگر اسم لفظ باری خلق حیوانات کے لئے زیادہ مستعمل ہے اور عدم سے وجود میں لانے کے لئے بھی۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔

تُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ "جس نے پیدا کیا اسی کی جانب رجوع بھی کرو"

۱۴
اَلْمُصَوِّرُ جلّ شانہٗ

صورت بنانے والا — فرمایا یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ۔ ماں کے شکم میں بچہ بنانے والا جیسی صورت کہ اس نے چاہی۔ گورا۔ کالا۔ سانولا۔ سالم۔ ناقص۔ مرد، عورت وغیرہ وغیرہ۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب ترجمہ کیا ہے ؎

دہد نطفہ را صورتِ چوں پری ٭ کہ کرداست بر آب صورت گری

دنیا میں جو انسان مصور کہلاتے ہیں، وہ صورت بنانے والے نہیں ہوتے بلکہ صورت کی نقل اُتارنے والے ہوتے ہیں۔ پھر وہ نقل بھی اصل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اگر انسان وحیوان یا شجر وحجر کا سایہ نمودار ہوجاتا ہے تو سورج یا چراغ کی فضیلت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مصوّر ہے اور اس نے کروڑوں۔ اربوں۔ کھربوں صورتیں بنائی ہیں۔ بایں ہمہ ہر ایک صورت دوسرے سے بالکل الگ ہے۔ اس تفریق کو اوّل جنس میں پھر نوع میں پھر صنف میں پھر افراد میں دیکھو کہ یہ تمام سلسلہ عجائب در عجائب امور پر مشتمل ہوگا۔

عالم جمادات کو لو۔ پتھر ایک جنس ہے اور اس کی قسم میں ہزاروں اقسام سینکڑوں رنگ ہیں۔ ان کے ہزاروں خواص ہیں۔ ریتلی پتھری سے لے کر یاقوت۔ الماس۔ نیلم تک غور کرتے چلے جاؤ، یہ ایک ناپید اکنار سلسلہ ہے۔ کوئلہ۔ نمک۔ مٹی کا تیل ہزاروں معدنیات ہیں۔

عالم نباتات کو لو۔ زمین پر پھیل جانے والی بوٹیاں۔ چھت پر چڑھ جانے والی بیلیں۔ زمین سے اوپر اُٹھی ہوئی بوٹیاں۔ پودے۔ درخت کروڑوں اقسام کے ملیں گے۔ کوئی صرف سایہ دیتا ہے، کوئی پھل اور سایہ دونوں۔ کوئی عمارت کے کام میں بھی آتا ہے۔ ہر ایک کا بیج، پھل، پھول، رنگت وغیرہ تاثیر بالکل الگ الگ ہے۔ تاثیرات کے لحاظ سے جڑ میں اثر اور ہے۔ تنہ میں اور اوپر کے حصے کی خاصیت اور ہے۔ اندر کے گودے کی اور میوہ میں خاصیت جُدا ہے اور بیج میں جُدا۔

عطر۔ گوند، عرق بھی انہی بوٹیوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ ایسا جنگل ہے جس کی پوری سیر کوئی نہیں کر سکتا۔

عالمِ حیوانات میں آؤ۔ انڈہ دینے والے، بچہ دینے والے۔ زمین کے اندر گھسنے والے زمین کے اُوپر بسنے والے، دریاؤں والے، چار پاؤں والے، گھاس کھانے والے۔ ماس کھانے والے، دودھ دینے والے۔ گوشت مہیا کرتے والے۔ بوجھ اُٹھانے والے۔ سواری دینے والے حملہ کرنے والے۔ مطیع ہو کر رہنے والے کروڑہا اقسام کے موجود ہیں۔

بہت سے ایسے حیوان ہیں جن سے آج تک انسانی تمدن نے فائدہ اُٹھانا بھی نہیں سیکھا۔ انہی کی اقسام میں طیور بھی شامل ہیں اور وہ بھی اپنی رنگتوں۔ بولیوں اور پرواز کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ اپنی اپنی عادات واطوار میں دوسرے سے متمیز ہیں۔ پرواز کی شکلیں۔ گھونسلے بنانے کی صورتیں جُدا جُدا ہیں۔

پھر عالم انسان کو لو۔ وہ سب تفاوت جو حیوانات میں تھی۔ ملک ملک کے باشندوں کی بناوٹ خط وخال وغیرہ میں موجود ہیں۔ انسانوں کے علوم الالسنہ ایک ایسی شے ہیں جس کی بابت یہ ضرب المثل صادق آتی ہے کہ ـــــ از علم لغت فرشتہ عاری است ـــــ انسان کی قوت ایجاد و اختراع اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ جملہ کائنات پر گویا اسی کو تصرف تام اور اقتدارِ کلی حاصل ہے۔

پھر روحانیت میں آؤ۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا وما فیہا سب کے سب ایک عالم صغیر تھے عالم کبیر تو انسان کا قلب ہے۔ جہاں حقائق و معارف کی نشوونما ہوتی ہے۔ معانی تمثیل اختیار کرتے ہیں۔ تصورات کو درجۂ تصدیق ملتا ہے۔

یہ نہایت مختصر اشارات ہیں جو عوالم مسکونہ کے متعلق بیان کر دیئے ہیں۔

کائنات الجو کو اگر بیان کرنا چاہیں اور بعد ازاں علم الافلاک کا اگر ذکر کریں تو بیان اور بھی زیادہ طویل و دقیق ہو جائے۔ ایک طالبِ حق کے لئے تو اس مقام پر سمجھ لینا ہے کہ یہ سب کچھ اَلْخَالِقُ، اَلْبَارِئُ، اَلْمُصَوِّرُ کی ادنیٰ قدرتوں کا بیان ہے۔

وہی ہے جو عدم کو وجود بخشتا ہے۔ وہی ہے جو جسم کو رُوح عطا کرتا ہے۔ وہی ہے جو سب کو اپنی اپنی شکل و صورت میں انفرادی و امتیازی شان بخشتا ہے۔

۱۵
اَلْغَفَّارُ جل شانہٗ

غَفَرَ کے معنی چھپانا، ڈھانپ دینا ہے غَفَرَ الْمَتَاعَ فِی الْوِعَاءِ کپڑے صندوق میں رکھ دیئے۔ غَفَرَ الشَّیْبَ بِالْخِضَابِ سفید بالوں کو خضاب سے چھپا دیا۔

مِغفر۔ کلاہ آہنی۔ غِفرۃ۔ زرہ آہنی۔

اللہ تعالیٰ کا نام غَفَّار اس لئے ہے کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔ چھپا دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ گندی۔ قابل نفرت چیز پر مٹی ڈال دیتے ہیں۔ اور اللہ پاک ہماری آلودگیوں کو اپنی بخشش و بخشائش سے دُور کر دیتا ہے۔

اسی مصدر سے غَفُوْر بھی آتا ہے اور غافر الذنب بھی۔ غَفَّار قرآن مجید میں تین مقامات پر آیا ہے۔ سورۂ نوح میں بحالتِ انفرادی اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا۔ اور سورہ زمر و مومن میں عَزِیْزُ الْغَفَّار فرمایا گیا ہے اور عزت و قوت، قدرت و

شوکت کے ساتھ غفران کی شان اور بھی عالی ہو جاتی ہے۔

حدیث ترمذی میں غفور ۳۴ پر آئے گا مگر غافر الذنب اس حدیث میں نہیں ہے۔ وَاسِعُ الْمَغْفِرَہ۔ اَهْلُ الْمَغْفِرَہ۔ خَيْرُ الْغَافِرِيْن بھی ایسے اسماء مرکبہ ہیں جو اسی مصدر سے قرآن مجید میں مستعمل ہوتے ہیں اور یہ سب غفران کے مراتب کو حیثیت وسعت واہلیت وخیریت ظاہر کرنے والے ہیں۔

اس اسم سے تعلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ استغفار بکثرت پڑھا کریں۔ صحیح بخاری میں مندرجہ ذیل دعا کو سید الاستغفار فرمایا گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔

"اے اللہ! تو میرا رب ہے معبود تو ہے اور کوئی نہیں۔ تو نے ہی مجھے بنایا ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور وعدہ پر ہوں جتنا کہ مجھ سے ہو سکتا ہے اپنی کرتوتوں کی برائی سے میں تیری پناہ کا خواہاں ہوں تیری نعمتیں جو مجھ پر ہیں مجھے ان کا اقرار ہے اور مجھے اپنے گناہوں کا بھی اقرار ہے تو مجھے بخشدے گناہوں کو تیرے سوا اور کوئی نہیں بخشتا۔

۱۶ اَلْقَهَّارُ جلّ شانهٗ

قہر کے معنی چیرگی وغلبہ ہیں۔ قَهَّار وہ ہے جو ہر ایک غالب سے غالب تر ہے۔ جو ہر ایک زبردست کو زیر رکھنے والا ہے۔ سورۃ انعام میں ہے:۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ "وہ اپنے بندوں کے اوپر پورا غالب ہے"

سورۂ اعراف (ع ۱۵) میں فرعون کی زبان سے ہے :۔

وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ۔ "ہم بنی اسرائیل پر پورا غلبہ رکھتے ہیں"

کسی انسان کا یہ دعویٰ کہ وہ کسی دوسرے انسان پر یا قوم پر یا ملک پر غلبۂ تام رکھتا ہے۔ اتنا ہی غلط ہے جتنا فرعون کا قول بنی اسرائیل کے مقابلہ میں تھا۔ ایسا دعویٰ تو ذلت و رسوائی اور ہلاکت و تباہی پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

ہاں ربّ العالمین ہی کو یہ اسم سزاوار ہے جو ہماری رُوح۔ ہمارے جسم پر پورا غلبہ رکھتا ہے۔ ہمارا زمین پر چلنا پھرنا۔ آسمان کے تلے بے فکر رہنا سہنا محض اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء سے ہم کو حق تمتع دیا ہے۔ ورنہ وہی زمین ہم کو اپنا لقمہ بنا سکتی ہے اور وہی آسمان پرکاہ کی طرح ہم کو جلا سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ (یوسف)	"یا اکیلا اللہ جو سب پر حکمران ہے"
وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ (رعد)	"وہ تو ایک اور سب کا حاکم ہے"
وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ (صٓ)	"اللہ کے سوا جو ایک اور حاکم کُل ہے اور تو کوئی بھی معبود نہیں"
سُبْحَانَهٗ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ (الزمر)	"وہ تو پاک ہے، وہی اللہ ہے جو یکتا اور حکمرانِ کُل ہے"
وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ (ابراھیم)	"سب کے سب اللہ کے سامنے جو یکتا اور سب کا حکمران ہے حاضر ہوں گے"
لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ (المومن)	"آج بادشاہی کس کی ہے اللہ کی ہے جو واحد اور قہار ہے"

غور کرو کہ اسم قہار میں ایک نرالی شان اور جلالی شان ہے۔ وہ الوہیت و وحدانیت کے سوا اور کسی اسم کے ساتھ مستعمل نہیں ہوا۔ یہی اسم ہے جو بتلاتا ہے کہ وجود کو اعیان پر اور واجب الوجود کو امکان پر کس طرح غلبہ کلی حاصل ہے کہ کوئی شے۔ کوئی امر۔ کوئی زمان کوئی مکان۔ اس کے غلبہ سے باہر نہیں۔ اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو عبادت

اطاعت اور خشیت اللہ تعالیٰ ہی کی کرنی واجب ہے۔

۱۷
اَلْوَهَّابُ جلّ شانہٗ

وَهَبَ وَهْبًا سے ہے ھبہ و موھب بھی اسی مصدر سے ہیں وَهَّاب کے معنی کثیر الھبہ اور دائم العطایٰں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ھبہ کی حقیقت وہ عطیہ ہے جو بلا کسی غرض اور امید اور بلا کسی عوض کے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بادشاہ اور قوم اور ملک نے اپنی حدود سے نکال دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کا عطیہ دیا۔ تو انہوں نے ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا تھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ (ابراہیم)

"حمد اللہ کے لئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھے اسمٰعیل اور اسحاق عطا کئے"

سورۃ انعام و مریم وغیرہ میں بھی اسحٰق و یعقوب علیہم السلام کی ولادت کا ذکر ہے وہاں بھی اسی لفظ کے ساتھ ہے۔

سورۂ صٓ میں ہے: وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ "ہم نے داؤد کو سلیمان بخشا"

سورۂ انبیاء میں زکریا علیہ السلام کے ہاں پسر کی ولادت کا ذکر ہے وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰى ہم نے اسے یحیٰی عطا کیا۔

سورۂ صٓ میں ہے کہ ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب بار دوم اولاد و اموال عطا فرمایا تو اُسے بھی وَوَهَبْنَا لَهٗ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر ہارون علیہ السلام کو نبی بنایا تو وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَا اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا۔ ہم نے اپنی رحمت سے اُن کے بھائی ہارون کو نبی بطور عطیہ بنایا۔

نبوت کو ہبۂ ربانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ رَبِّ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا۔ (الشعراء)

ان آیات پر غور کرنے سے واضح ہوگا کہ اسم وَھَّابُ کے ساتھ رحمت کا ذکر ضروری ہے، اور غور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ رب العالمین کی جملہ عطایا و نعم کا مدار اُس کی رحمت ہی پر ہے اور رحمت ہی سے صفت وہابیت کا ظہور ہوتا ہے۔

وَھَّاب وہ ہے کہ عطائے صوری و معنوی اور عطیات دنیوی و اُخروی کا مالک وہی ہے۔

یہی اسم ہے جو بتلاتا ہے کہ بندہ کے پاس اس کے گھر کی کوئی شے نہیں۔ جو کچھ ہے سب دادِ الٰہی اور جُود نامتناہی کا نتیجہ ہے۔

۱۸
اَلرَّزَّاقُ جلّ شانہٗ

رزق کے معنی اکل و شرب کی اشیاء۔ مال و متاع وغیرہ ہیں۔ وہ سب چیزیں جن سے انسان متلذّذ اور حسّی اور ذہنی انتفاع حاصل کرتا ہے۔ رزق میں شامل ہیں۔

قرآن مجید کی سورۂ ذاریات میں ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ آیا ہے۔

اور مائدہ و حج اور مومنون و جمعہ میں خَیْرُ الرّٰزِقِیْن آیا ہے۔

بعض اوقات ماں باپ۔ حاکم۔ محسن۔ بادشاہ کو یہ گمان ہو جاتا ہے کہ وہ کسی بچہ یا شخص کو رزق دیا کرتے ہیں۔ اگر ان کو عارضی طور پر ان کے دعویٰ میں سچا سمجھ لیا جاوے۔ تب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رزق رسانی بدرجہ اتم و اکمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دیکھو۔ کوئی روٹی کا بھوکا ہے۔ کوئی گوشت کا۔ کوئی گھاس کا۔ کوئی ذوق و شوق کا۔ کوئی محبت کا کوئی ذکر کا۔ ہر ایک کو رزق پہنچانا اُسی رزّاق مطلق کا کام ہے۔

ایک غذا کے اندر معدہ، اعصاب۔ شرائین۔ جگر طحال۔ قلب و دماغ کے پرورش کرنے والے الگ الگ اجزاء ہیں اور ہر ایک عضو اپنی اپنی غذا کو چوس لینا اور دوسرے عضو کا حصّہ اُس کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

ایک ہی جسم کے اندر رزق کی ایسی تقسیم رزاق مطلق کے سوا اور کون کرسکتا ہے۔ اس اسم سے تعلق پیدا کرنیوالے کو لازم ہے کہ بھوکوں کو روٹی کھلایا کرے اور رمضان شریف میں روزے کھلوایا کرے۔

۱۹
اَلْفَتَّاحُ جل شانہٗ

فتح کے معنی لغت میں کشائش و کشودگی کے ہیں۔ کلید کو مفتاح اسی لئے کہتے ہیں۔
فتح کے معنی فیروزی بھی ہیں۔ اس چیز کا پہلا حصّہ۔ فواتح القرآن۔ قرآن مجید کی ابتدائی سورتیں۔ فاتحۃ الکتاب۔ سورۃ الحمد شریف۔ فتوح موسم بہار کی پہلی بارش۔
اب دیکھو کہ قرآن مجید کن کن معانی میں استعمال کرتا ہے۔

فَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ۔ (یوسف) "جب انہوں نے اپنا سامان کھولا"

لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ (اعراف) "ہم نے اُن پر آسمانی برکتوں کی افزونی کردی"

فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا۔ (الشعراء) "مجھ میں اور اُن میں فیصلہ کردے"

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ۔ (السجدہ) "کہدے کہ قیامت کے دن کافروں کو اس روز کا ایمان کچھ نفع نہ دے گا"

قیامت کو یوم الفتح کہا جس روز ساری حقیقت کھل جاوے گی۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ (الفتح) "ہم نے تجھے کھلی واضح فتح دی ہے۔ نصرت مبین فرمائی۔

اب یہ غور کرو کہ فتّاح جو اسماء حسنےٰ میں سے ہے۔ اس کا استعمال اسم عَلِيم کے ساتھ ہوا ہے۔

فتّاح ــــ وہی ہے جو مشکلات مہمات کو کھول دیتا ہے۔
فتّاح ــــ وہی ہے جو دل کو حق کے لئے کھول دیتا ہے۔
فتّاح ــــ وہی ہے جو زبان پر علوم کو جاری فرما دیتا ہے۔

فَتَّاح ـــ وہی ہے جو انکشافِ علوم کے ساتھ آنکھوں کے پردے دُور کر دیتا ہے۔
فَتَّاح ـــ وہی ہے جو اہلِ حق و باطل کے درمیان فیصلہ فرماتا ہے۔
فَتَّاح ـــ وہی ہے جو صادقین سے صدق کو ظاہر کرتا۔ کاذبین کی اصلیت کو سب پر کھول دیتا ہے۔

اہلِ ایمان کو اُسی کی ذاتِ مقدس سے کشائش ظاہری و باطنی کی اُمید رکھنی چاہیئے۔
اس اسم کے ساتھ تعلق کا طریق یہ ہے کہ اہلِ حاجات کی اعانت میں ہمدردی کے ساتھ حصّہ لیا کرے۔ اس اسم کی تحت میں یہ دعا یاد رکھنی چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فَوَاتِحَ الْخَیْرِ وَخَوَاتِمَهٗ وَجَوَامِعَهٗ وَكَوَامِلَهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَظَاهِرَهٗ وَبَاطِنَهٗ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى مِنَ الْجَنَّةِ۔ اٰمین

"یا اللہ میں تجھ سے نیکی و بہبودی کی تمام قسمیں، شروع کی اور خاتمہ کی ہر طرح سے جامع۔ ہر طرح سے کامل۔ پہلی اور پچھلی۔ بیرونی اور اندرونی کا سوال کرتا ہوں۔ میں جنت کی درجاتِ بلند کا بھی تجھ سے سوالی ہوں اے اللہ یہ سب مجھے عطا فرما۔

۲۰
اَلْعَلِیْمُ جلّ شانہٗ

اللہ تعالیٰ کے نہایت مشہور اسماء میں سے ہے۔ علم سے علیم بنا ہے۔ روایتِ ترمذی میں تو علم سے مشتق صرف یہی نام آیا ہے۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے عالم بھی آیا ہے؛ وَكُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عَالِمِیْنَ۔[1]
اعلم بھی آیا ہے: اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔[2]
۵ مقامات دیگر میں بھی یہ اَعْلَمُ آیا ہے۔ قرآن مجید میں عَالِمُ الْغَیْبِ بھی آیا ہے۔ اور عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بھی۔

---

[1] ہم ہر شئے کو جانتے ہیں۔
[2] اللہ خوب جانتا ہے۔ جہاں اپنی رسالت کو قائم کرتا ہے۔

آیاتِ ذیل پر غور کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کی صفت کے مختلف مدارج معلوم کر سکیں۔

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (آلِ عمران)	"اللہ سینے کی باتوں کو جانتا ہے۔"
۲۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (النحل)	"جو تم عمل کرتے ہو اللہ انکا علم رکھتا ہے۔"
۳۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (البقرہ)	"اللہ تو ہر شے کا جاننے والا ہے۔"
۴۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرہ)	"اللہ تو وسعت دینے والا۔ علم رکھنے والا ہے۔"
۵۔ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (البقرہ)	"وہ تو مخلوق کی پیدائش کی حالت کو جانتا ہے۔"
۶۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (یٰس)	"یہ اندازہ ہے عزیز و علیم کا۔"
۷۔ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (هود)	"جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو۔ اللہ سب کو جانتا ہے۔"
۸۔ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ (الفرقان)	"آسمان کے راز کو جانتا ہے۔"
۹۔ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ (الرعد)	"ہر ایک شخص کے اعمال کا علم رکھتا ہے۔"
۱۰۔ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ (السبا)	"زمین میں آنے والی اشیا کو جانتا ہے۔"
۱۱۔ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ (المومن)	"آنکھوں کی خیانت تک کا اسے علم ہے۔"
۱۲۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى (الرعد)	"اللہ کو علم ہے کہ ہر ایک مادہ کے شکم میں کیا ہے۔"
۱۳۔ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۔ (السبا ع ۱)	"جو کچھ زمین میں آتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے جو جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ آسمان کو چڑھتا ہے اللہ ان سب کو جانتا ہے۔"
۱۴۔ عَالِمُ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ ۔ (السبا ع ۱)	"وہ غائب کو جاننے والا ہے۔ ذرّہ کے وزن برابر چیز یا اس سے بڑی یا اس سے چھوٹی وہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو، اللہ سے چھپی ہوئی نہیں۔"
۱۵۔ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔	"ہم نے اپنے علم کی وجہ سے ان کو جملہ عالم پر پسند فرمایا۔"

۱۶- وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ (انعام ع ۸)
"میرا رب علم سے ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔"

۱۷- وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (اعراف ع ۹)
"ہمارا رب علم سے ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔"

۱۸- اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ (الاحقاف ع ۳)
"علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔"

۱۹- اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ (ھود ع ۲)
"اللہ نے قرآن کو اپنے علم سے اتارا ہے۔"

۲۰- قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ (قٓ ع ۱)
"زمین مردہ اجسام میں جو کمی کرتی ہے اللہ کے علم میں ہے۔"

۲۱- اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ (النساء ع ۱۷)
"قرآن کا نزول علم الٰہی سے ہوا۔"

۲۲- وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ (یوسف)
"یعقوب صاحب علم تھا کیونکہ ہم نے اُسے سکھلایا تھا۔"

۲۳- وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ (الحجر ع ۲)
"پہل کرنے والوں کو ہم جانتے ہیں اور پیچھے رہنے والوں کو بھی۔"

۲۴- وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ (الحجر ع ۲)

۲۵- بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ (یونس ع ۱۲)
"جسے ان کا علم احاطہ نہ کر سکا۔ انہوں نے اس کی تکذیب کر دی۔"

علم الٰہی کے متعلق ہم نے بست و پنج آیات کا انتخاب کیا ہے۔ علم الٰہی کے متعلق اور بہت آیات ہیں۔ لیکن ان آیات پر تدبر کرنے سے ان کے مطالب پر بھی احتواء ہو سکتا ہے (انشاءاللہ)

علم الٰہی کے متعلق مبتدعہ فرقوں میں اختلاف شدید ہیں۔ اُن کے بیانات تضاد و تناقص سے مملو ہیں۔

یہ لوگ پہلے خود ایک اصطلاح مقرر کرتے ہیں۔ پھر اُن اصطلاحی الفاظ کی تائید و تشیید میں زور لگائے جاتے ہیں یا انہی پر عمل و توجیہہ کو مبنی بتایا جاتا ہے یا انہی پر رشد و ضلال کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

کوئی شوخی سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں۔ کوئی اس سے آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مستقبل کا علم نہیں وغیرہ وغیرہ۔
کاش! عرفان الٰہی کو کلام الٰہی سے حاصل کرتے اور اتنے دُور دراز چکر میں نہ پھنستے۔

یہ آیات بتلاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ دل و سینہ کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اعمال انسانی کا علم ہے۔ وہ انسان کی دل اور آنکھ کی خیانت سے واقف ہے۔

زمین کے اندر کے راز۔ آسمانوں کے اوپر کے اسرار سب اس کے علم میں ہیں۔ زمین سے اوپر کو اُٹھنے والی چیزیں۔ اوپر سے نیچے نازل ہونے والی چیزیں۔ ذرہ ذرہ۔ قطرہ قطرہ اس کے علم میں ہے، ذرہ اور قطرہ کی بھی چھوٹی سے چھوٹی جسامت اس کے علم سے باہر نہیں۔ گزری ہوئی اُمتیں آنے والی نسلیں سب اس کے علم میں ہیں۔

جن پاک بزرگوں کو نبوت و رسالت کے مناصب پر ممتاز فرمایا۔ وہ بھی علم الٰہی کا نمر تھا۔ قرآن مجید بھی علم الٰہی سے نازل ہوا۔

قرآن مجید میں ان سینکڑوں پیشگوئیوں کو دیکھو جن میں ملک۔ ملک اور قوم قوم کے عروج و زوال کی اطلاعیں دی گئی ہیں اور وہ پھر پیشگوئیاں اپنے اپنے ملک اور اپنے زمانہ میں ٹھیک اُسی طرح پوری ہوتی رہیں۔ نزول قرآن پاک کے بعد اُن میں سے سینکڑوں نے اپنے وقت پر پورا ہونا ہے۔

لوگ اہل علم کو دیکھتے ہیں لیکن اس علیم سے بے خبر رہتے ہیں۔ جس نے علم کو پیدا کیا جس نے معلومات کو پیدا کیا۔ جس نے علم و معلومات میں وابستگی دی۔ جس نے سوچنے والا دماغ، سمجھنے والا دل۔ سُننے والے کان۔ بولنے والی زبان پیدا کی۔ یہی تو وہ آلات ہیں جن پر وجودِ علم کا اِنحصار ہے۔

اگر کوئی شخص معالم و معارف حقائق و دقائق میں کوئی حصہ رکھتا ہے تو وہ لِمَا عَلَّمْتَنَا کی تحت میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی غلطی یا جہل میں گرفتار ہے تو وہ لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ کی تحت میں ہے۔

اگر کوئی شخص علم کا جویا ہے تو آستانِ علیم پر جبیں سائی کیا کرے اور اگر کوئی شخص جہل سے نفور ہے تو وہ اسی عالم الغیب والشہادۃ کے حضور میں دست دعا دراز کیا کرے۔

اگر تاریک کمرہ میں ایک رخنہ سوزن کے برابر بھی روزن ہے تو وہ بھی خورشیدِ عالمتاب کی کرن سے روشن ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ایک صداقت طلب کے قلب کو منور

کردے گا۔جب وہ شخص اپنے دل کو مالک کے علم کے سامنے پیش کردے۔ وَاللّٰہُ اعلم وعلمہٗ اتم

۲۱
اَلسَّمِیْعُ جل شانہٗ

اللہ تعالیٰ کے نہایت مشہور اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

سَمِیْع وہی ہے جو جملہ مسموعات کا سُننے والا ہے۔

سَمِیْع وہی ہے جو جملہ اصوات کا سننے والا ہے۔

سَمِیْع وہی ہے جو جملہ اقوال والفاظ اور کلمات وعبادات کا سُننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا۔ (المجادلہ ع ۱)

"اللہ نے سن لی بات اُس عورت کی جو تجھ سے اپنے شوہر کی بابت جھگڑتی اور اللہ کی طرف اُٹھاتی تھی۔ اللہ تو تم دونوں کی بات چیت کو سُن رہا تھا۔"

اس آیت میں الفاظ اور کلمات کی سماعت کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا۔ (آل عمران ع ۱۹)

"اللہ نے اُن لوگوں کی بات سُنی جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تو فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ ہم اُن کی کہی ہوئی بات لکھ لیں گے۔"

اس آیت میں بھی قول اور الفاظ کی سماعت موجود ہے۔

ہاں اللہ وہی ہے جو دعاؤں کا سُننے والا ہے (آل عمران ع ۴) میں ہے اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔ سورہ ابراہیم میں ہے: اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ

قرآن مجید میں اسی اسم کا استعمال مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوا ہے:۔

چودہ مقامات پر عَلِیْم کے ساتھ۔ یعنی سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اَلسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ کی صورت

ہیں اور پانچ مقامات پر اسم بَصِیْر کے ساتھ اور ایک مقامات اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِیْبٌ کے طور پر واقع ہوا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ سَمِيْع بمعنی عَلِيْم یا بمعنی بَصِيْر نہیں ہے بلکہ ہر ایک اسم مستقل ہے اور اپنی خصوصیات کو جُدا گانہ لئے ہوئے ہے۔

بیشک یہ ضروری تھا کہ قرآن پاک ایسے اسماء کے استعمال کے ساتھ ساتھ شائبہ تشبیہ نہ پیدا ہونے دے۔ لہٰذا بندہ کی سماعت کی حقیقت اس طرح پہ ظاہر فرمادی۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ "تمہاری سمع و بصر اسی کی پیدا کردہ ہیں" (مومنون)

اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ (یونس) "تمہاری سمع و ابصار کا مالک بھی وہی ہے"

لہٰذا بندہ کی سماعت کو اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے کوئی نسبت باہمی نہیں۔ ہاں سمیع وہی ہے جو چرند و پرند و وحوش درندہ کی بھی سُنتا ہے۔ سمیع وہی ہے کہ کروڑوں اصوات اور ہزاروں لاکھوں لغات اور لاتعداد معروضات اُس کی سماعت میں خلل انداز نہیں ہو سکتے وہ بے زبانوں کی بھی سُنتا ہے اور سب بندوں کی ضروریات کو بھی نافذ فرماتا ہے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنیوالے کو لازم ہے کہ مالک حقیقی کو اپنی معروضات کا سُننے والا یقین کر کے ہر وقت اُسی سے عرض و معروض کا سلسلہ جاری رکھے۔ مطلب دنیا کا ہو یا دین کا۔ مادی ہو یا روحانی — ہر شے ہر چیز کا سوال اسی مالک سے کیا کرے۔

اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند ہے جو اس سے مانگتا رہتا۔ سوال کرتا رہتا۔ اُس کی جناب میں گڑگڑاتا رہتا ہے، اور وہ ایمان رکھتا ہے کہ میرا ایک ایک حرف حضور قدسی تک پہنچ رہا اور سمیع القدیر تک باریاب ہو رہا ہے۔

۲۲
اَلْبَصِيْرُ جلّ شانہٗ

بصر سے ہے، بصر اس قوت کو کہتے ہیں جو مشہودات کا ادراک کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو جملہ مبصرات و مدرکات و مشہودات کا ادراک حاصل ہے۔ ہاں اس کا بصیر ہونا صفتِ بَصَرٌ سے ہے۔ نہ صرف ادراک ہی سے۔

وہ الوان و اجسام۔ افعال و اعمال۔ ہیئات و اشکال کا دیکھنے والا ہے۔ ہر شے جس کا تعلق دید سے ہے وہ اُسے دیکھنے والا ہے۔ آیات ذیل پر غور کرو۔

(۱) وَاللّٰہُ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ (آل عمران) "اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔"

(۲) فَاِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ (انفال ع۴) "اللہ بندوں کے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔"

(۳) اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ۔ (شوریٰ ع۳) "اللہ ہر شے کو دیکھنے والا ہے۔"

یہ اسم قرآن پاک میں کہیں اسم سمیع کے ساتھ اور کہیں اسم خبیر کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔

ہاں رب العالمین وہ ہے جس نے انسان کو بھی سمیع و بصیر بنایا فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًاۢ بَصِیْرًا۔ (الدھر)

رب العالمین وہ ہے جس نے مخلوق کے لئے بصائر کو نازل فرمایا ہے قَدْ جَآءَکُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ۔ (انعام ع۱) "تمہارے رب کی طرف سے بصائر آئی ہیں۔"

رب العالمین وہ ہے کہ ابصار کو اس کا ادراک نہیں اور اسے ابصار کا ادراک حاصل ہے۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ ۔۔۔ "حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ ابصار کا ادراک کر سکتا ہے۔"

رب العالمین وہ ہے جو ہماری سمع و بصر کا مالک ہے اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ (یونس ع۴) "شنوائی و بینائی کا مالک کون ہے۔"

رب العالمین وہ ہے جس نے کان کی ہڈی کو سننا۔ آنکھ کی چربی کو دیکھنا۔ زبان کے گوشت کو بولنا سکھایا ہے۔

رب العالمین وہ ہے کہ سمندروں کی گہرائیاں۔ رات کی تاریکیاں، اس کی دید کے مانع نہیں، دلوں کی حالتیں اور طبائع کے اطوار سب اُس کی نظر کے سامنے ہیں۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر یقین کرنا

ہوا ایسے افعال کا ارتکاب نہ کرے، جیسے کسی دیکھنے والے کے سامنے نہیں کر سکتا۔
اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں اپنے قلب کو دے دے اور پھر دیکھے کہ دل اور معتقدات دل کس قدر محفوظ ہو گئے ہیں۔

۲۳
اَللَّطِیْفُ جل شانہٗ

لطف سے ہے۔ لطف کے معنی گفتار و کردار میں نرمی اور مہربانی کے ہیں۔
اللہ تعالیٰ لطیف ہے۔ کیونکہ اس کے جملہ افعال و اقوال بندوں پر رفق و مدارا اور مہربانی و عنایت کے ہیں اللہ تعالیٰ لطیف ہے۔
اسی کی لطف صوری نے اشیائے مادیہ۔ صور جمیلہ۔ ہیئات موزوں۔ اجسام لطیفہ اجرام نورانیہ کو خوشنمائی تناسب۔ نورانیت شفافی، موزونی اور رنگارنگی عطا کی ہے۔
اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کے لُطف علمی نے حکماء و عقلاء۔ سالکین و شائقین۔ مجاہدین و علماء راسخین۔ اولیاء و اصفیاء اور انبیاء کو بقدر مراتب عرفان علمی عطا فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کے لطفِ عملی نے صاحبانِ عقل کو معاش معاملت دوراں کو منفعت۔ اہل شعور کو آگاہی۔ اہل تقویٰ کو بصیرت عطا فرمائی ہے۔
اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کے لطفِ باطنی نے نیک نفساں و صافی طینتاں۔ قانع مزاجاں اور آزاد طبع گروہ کو حظِّ وافر عطا فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کا لطفِ تکوینی موجودات کو فیضانِ وجود عطا کرتا اور عدم سے ہستی بخشتا ہے۔
اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کا لطفِ معنوی اشیاء مجردہ عقول و نفوس اور ملائکہ و انبیاء کے باطن کی تربیت فرماتا۔ صالحین پر اس لطیفہ نور کا پرتو ڈالتا ہے۔
اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کا لطفِ دنیوی اُمراء و سلاطین دنیا کو حظوظ داد

کامرانی بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کا لطف اُخروی اہل قرب سے معیت رکھنا۔ اہل ایمان کو نجات۔ اہل احسان کو لقا بدرجۂ اتم و اکمل آخرت میں عطا فرمائے گا۔

(ب) لطف کے معنی دانائے اُمورِ مخفیہ اور واقف دقائق عجیبہ بھی ہیں۔
اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ (یوسف) اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ (الشوریٰ) انہی معنی میں ہے قرآن مجید میں اسم خبیر کے ساتھ اس کا استعمال ہوا ہے۔
وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (الملک) اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ (لقمٰن) معنی یہ ہیں کہ وہ اسرار جو لوگوں کے سینوں میں مخفی ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ وہ اخبار جو لوگوں کے درمیان اشاعت گرفتہ ہیں اُن سے بھی باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی لطف و مہربانی جملہ امور میں ہماری ہادی و رہنما ہے۔ اسی سے توفیق خیر ملتی ہے۔ اس اسم کے ساتھ تخلق کرنیوالوں کو لازم ہے کہ بنی نوع کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آیا کریں اور جو کوئی شخص مصیبت کے وقت امداد چاہے اُس سے بقدرِ وسعت دریغ نہ کریں۔

۲۴
اَلْخَبِیْرُ جل شانہٗ

خَبَرٌ سے بھی خَبِیْر بنتا ہے اور خُبْرَتٌ سے بھی۔

لہٰذا خبیر وہ ہے جو جملہ اخبار غیب و شہادت کی اطلاع پر حاوی ہے جو دنیا و آخرت کے احوال کو جانتا ہے جسے جملہ وقائع کی خبر ہے جو دانائی و زیرکی کا مالک ہے۔

جب خَبِیْر کے ساتھ عَلِیْم کا اسم ہوتا ہے۔ تب علیم کا تعلق علم ذات سے ہوتا ہے اور خَبِیْر کا تعلق دوسرے کے افعال سے۔ قرآن مجید میں اس اسم کا اطلاق کہیں اسم بَصِیْر کے ساتھ کہیں علیم کے ساتھ اور کہیں اسم لطیف کے ساتھ ہوا ہے۔ اور یہ جملہ اسماء اطلاع و خبرادرو اقفیت و علم کے مختلف مدارج کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خبرت و آگاہی حاصل کریں۔ مداومت ذکر رکھیں۔ غرباء و مساکین کے احوال کی خبر لیتے رہیں۔

۲۵
اَلْحَلِیْمُ جل شانہٗ

حلم کے معنی بُردباری ۔ آہستگی اور عقل ہیں۔ آیت اَمْ تَاْمُرُھُمْ اَحْلَامُھُمْ میں عقل و دانش ہی کے معنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حلیم ہے۔ یعنی تغیرات اعتبار یہ اس کی ذات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے غضب اس کی رحمت پر غالب نہیں آسکتا اور رحمت اس کی صفت غضب کے لئے مانع نہیں ہو سکتی۔

وہ معزّ بھی ہے اور مذّل بھی۔ اور ہر دو اوصاف کے ساتھ غیر متغیّر بھی۔

اللہ تعالیٰ حلیم ہے یعنی انتقام کے لئے جلدی نہیں کرتا۔ اور گناہ کی سزا میں رزق بند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر قربانی فرماتے ہوئے ان کو حلیم فرمایا ہے۔ یعنی اسمٰعیل علیہ السلام میں اس قدر تمکین نفس اور وقار ذات تھا کہ جو سکون و اطمینانِ قلب اُن کو خبرِ قربانی کے سننے سے پیشتر حاصل تھا۔ وہی حالت ان کی قربانی بتائے جانے کی خبر سُن لینے پر بھی قائم رہی، یہ دہشت ناک خبر اُن کے مزاج میں کوئی تغیّر پیدا نہ کر سکی۔

قرآن مجید میں اسم حلیم مندرجہ ذیل اسماء کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

اسمِ غفور کے ساتھ	وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ	(بقرہ و مائدہ)
اسمِ غنی کے ساتھ	وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ	(بقرہ ع ۳۶)
اسمِ علیم کے ساتھ	اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ	(حج ع ۹)
اسمِ شکور کے ساتھ	وَاللّٰهُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ	(تغابن ع ۹)

ان اسماء حسنٰی کے ساتھ اس اسم کی ترکیب یہ معنی پیدا کرتی ہے۔

غفران کے ساتھ حلم کا ہونا بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں کو جلد عذاب نہ دینا اس لئے ہے کہ اس کی مغفرت بندہ کو توبہ کی مہلت عطا فرماتی ہے اور غنی کے ساتھ حلم کا ہونا بتلایا ہے ــ کہ رب العالمین کو ایذا دینے والے۔ شرک کرنیوالے۔ کفر کرنے والے۔ اللہ کی نگاہ میں بالکل حقیر وذلیل ہیں اور علم کے ساتھ حلم کا ہونا بردباری کی انتہا ہے۔

اور علیٰ ہذا شکور کے ساتھ علیم کی ترکیب ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمال حسنہ کو قبول فرماتا، اور ان کو بڑھاتا۔ اور اعمال سیئہ کے کفارہ میں دیر و درنگ کرتا اور آہستگی کے ساتھ زمان مستقل تک اصلاح کی مہلت عطا فرماتا ہے۔

اس اسم کے ساتھ تخلق کرنے والوں کو بردباری حاصل کرنی چاہیئے۔ جب سنے کہ فلاں شخص اس کی غیبت کرتا۔ اس پر بہتان باندھتا ہے۔ تب سکون ووقار کے ساتھ رہے۔ قوتِ برداشت کو مضبوط بنائے اور منتظر رہے کہ زمانِ آئندہ میں رب العالمین اس کے کیا کیا نتائج پیدا کرے گا۔

۲۶

العَظِیْمُ جل شانہٗ

عظمت سے ہے۔

اہلِ دنیا کی زبان میں لفظ عظمت کا اطلاق طول۔ عرض وعمق پر ہوتا ہے اور جب ابعادِ ثلثہ میں ایک شے کی بڑائی دوسری پر بیان کرنی ہو تب لفظ عظمت کا استعمال کیا جاتا ہے۔

وَلَہَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ۔ (نمل ع ۳)	یعنی ملکہ سبا کا تخت لمبائی۔ چوڑائی اُونچائی میں بہت بڑا تھا۔
فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ (شعرا ع ۴)	سمندر کے پانی کا ہر ایک ٹکڑا بڑے پہاڑ جیسا بن گیا تھا۔

اس کے بعد معقولات و مجردات میں بھی لفظ عظمت کا استعمال ہوتا ہے۔

هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (نور) "یہ بہتان بہت بڑا ہے"

اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا (بنی اسرائیل) "تم بہت بڑی بات کہتے ہو"

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (نساء ع ۱۲) "اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے"

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (نساء ع ۱۷) "اللہ کا فضل اپنے نبی پر بہت بڑا ہے"

اللہ تعالیٰ عظیم ہے کیونکہ اسے عظمت ذاتی حاصل ہے۔ وہ الوہیت کے مرتبہ بزرگ کا مالک ہے۔

وُہ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ہے۔ (سورۂ مومن)

وُہ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

وُہ قرآنِ عظیم کا اُتارنے والا ہے۔

وُہ بندہ کو کربِ عظیم سے نجات دینے والا ہے۔

وُہ نباءِ عظیم کو ظہور میں لانے والا ہے۔

وُہ ملکِ عظیم کا عطا کرنے والا ہے۔

وُہ فوزِ عظیم تک بندوں کو لے جانے والا ہے۔

وُہ عظمت و کبریائی اور جبروت و ملکوت کا مالک ہے۔

اُس کی عظمت کے سامنے ایک اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق کمتر از ذرہ ہے۔

مادیات کی بڑائی کو دل سے نکال دینا چاہئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ( ) "اپنے رب کی جو عظمت والا ہے کے نام کی تسبیح کیا کرو"

اسی کی تعمیل میں رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھا جاتا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے جس نے تین بار یہ پڑھ لیا فَقَدْ تَمَّ رُكُوْعُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ اس کا رکوع پورا ہو گیا۔ اور یہ تین بار کہنا۔ ادنیٰ شمار ہے۔ زیادہ سے زیادہ فرض میں کتنا پڑھنا چاہئے اس کی بابت وضاحت کے ساتھ کوئی حکم نہیں ملتا۔

انس رضی اللہ عنہ نے ایک بار عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رحمہ واسعہ کے پیچھے نماز پڑھی تھی اور ان کے رکوع و سجود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ تر بتلایا تھا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ اس نماز میں دس دس بار تسبیح ہم کہہ لیا کرتے تھے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنیوالوں کو رب العالمین کے حضور میں خضوع و خشوع سے پیش ہونا چاہیئے۔

۲۷

اَلْغَفُوْرُ جل شانہٗ

لغوی معنی کا ذکر اسم احسن غفار ع۱۴ اپر کیا جا چکا ہے۔ غَفُوْر اور غَفَّار دونوں اسماء غفران سے بطور صیغہ مبالغہ مستعمل ہیں۔

معنی غفار کا تعلق مغفور بندوں کی تعداد سے ہے۔ یعنی غفار وہ ہے جو حد سے افزوں تعداد کے گناہوں کو معاف کرے۔

اور غفور کے معنی میں مغفرت کا زائد از مقدار ہونا واضح ہوتا ہے۔ یعنی غفور وہ ہے جس کی عطاو بخشائش لا انتہا ہے۔

(ب) غافر وہ ہے جو بروز محشر گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔

اور غفار وہ ہے جو بندوں کے گناہوں کو ملائکہ کی بھی آنکھوں سے چھپا دے اور وہ ہے جو بندوں کے دل سے بھی گناہوں کی یاد اور ان کا الم اور احساس وانفعال کھو دے۔

قرآن مجید میں یہ اسم۔ اسم رَحِیْم کے ساتھ ۷۵ دفعہ

اسم عَزِیْز کے ساتھ ۲ دفعہ

اِسم عَفُو کے ساتھ ۵ دفعہ

اسم شَکُوْر کے ساتھ ۲ دفعہ

اسم حلیم کے ساتھ ۱۱ دفعہ

اِسم وَدُود کے ساتھ ۱ دفعہ

صفت ذوالرحمۃ کے ساتھ ۱ دفعہ

مفرد ۵ دفعہ

کل ۹۲ دفعہ آیا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس لئے بھی ہے کہ وہ عزت و بردباری والا ہے۔

اور اس لئے بھی کہ وہ شکر قبول کرتا ہے۔

اور اس لئے بھی کہ وہ سب سے محبت کرتا ہے۔

اور اس لئے بھی کہ وہ عاجز بندوں پر رحم کھاتا ہے۔

اور سب سے زیادہ وجہ یہی رحم شاہانہ ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے بیشمار گناہوں کا تصور کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت پر جو مقدار و تعداد اور اندازہ و شمار سے بڑھ کر ہے۔ یقین رکھے اور جان لے کہ غفران الٰہی سب کو مٹا دینے والا۔ پردہ ڈال دینےوالا۔ دھو دینے والا ہے۔

بندہ کا جتنا زیادہ مضبوط یقین غفران ربانی پر ہوگا اسی قدر زیادہ وہ غفران سے بہرہ یاب ہوگا۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ اسم ارتکاب گناہاں کے لئے جرأت آموز مستقبل نہیں بلکہ آئندہ کیلئے شرم دلانے والا، گناہوں سے روکنے والا اور ماضی کو مزکی کر دینے والا ہے۔

۲۸
اَلشَّکُوْرُ جلّ شانہٗ

شکر سے ہے۔ شکر کے چند معانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکور ہونا ان سب معانی سے ہے۔

الف، شکر کے معنی، مدح و ثنا بیان کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ شکور ہے کیونکہ اس نے اپنی ذات کی خود مدح و ثنا فرمائی ہے۔ اپنی صفاتِ عالیہ خود بیان فرمائی ہیں۔

ب۔ شکر کے معنی کسی کام کا قبول کرنا۔ اور کسی خدمت سے راضی ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ شکور ہے۔ وہ بندوں کے اعمال صالحہ کو قبول فرماتا ہے اور ان کی عبادات و طاعات سے رضامند ہوتا ہے۔ سورۃ ملائکہ میں ہے۔

اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔ "وہ تو ضرور ہی غفور اور شکور ہے"

نیز اسی سورت میں ہے۔

رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔ "ہمارا رب گناہ بخشنے والا بھی ہے، اور طاعات کو قبول کرنے والا بھی"

سورہ تغابن میں ہے۔

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ یعنی وہ طاعات کو قبول کرتا گناہوں پر بُردباری فرماتا ہے"

ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ اپنے عباد کو توفیق شکر دیتا ہے۔
ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ شکریہ شاکرین کو قبول فرماتا ہے۔
ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ شکر پر نعمت مزید اور ارزانی فرماتا ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ جو شخص ان کی خدمت کرے اسے بہ شکر گزاری سے یاد رکھیں۔ ارباب حقوق کے حقوق تلف نہ کریں۔

۲۹
اَلْعَلِیُّ جلّ شانہٗ

عُلُوّ سے ہے جس کے معنی بلندی، بزرگی، بلندی مرتبہ، کلانی اور توانائی ہیں علو کے معنی غلبہ بھی ہے۔

عَلَا النَّهَارُ — دن چڑھ آیا۔
عَلَى الدَّابَّةِ — گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

عَلَا فِی الْمَکَارِم — خصائل بزرگی میں برتر ہو گیا۔
عَلَا فِی الْاَرْضِ — ملک میں بزرگ منشی کرنے لگا۔ مغرور بن گیا۔
عَلَا بِالْاَمْر — حکومت میں بڑھ گیا۔ یا مستقل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ عَلِیٌّ ہے کہ وہ سب سے غالب اور توانا ہے۔
اللہ تعالیٰ عَلِیٌّ ہے کہ علوانیت اور ارتفاع مرتبت اسی کو حاصل ہے۔
اللہ تعالیٰ عَلِیٌّ ہے کہ وہ جملہ سفلیات و علویات سے بالاتر ہے۔

قرآن مجید میں اس اسم کا استعمال اسم حکیم کے ساتھ بھی ہوا ہے۔

اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَکِیْم — "بے شک وہ برتر حکمت والا ہے"
لَعَلِیٌّ حَکِیْم — "وہ تو ضرور بالاتر اور حکمت والا ہے"

اور اسم کبیر کے ساتھ بھی:۔

فَالْحُکْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْر (مومن ع، ج، لقمٰن) — "اللہ ہی کے لئے حکم ہے جو برتر اور بزرگ تر ہے"

اور اسم عظیم کے ساتھ بھی۔

وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم (البقرہ) — "وہ برتر اور عظمت والا ہے"

اور ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ عَلُوّ ربانی حکمت و کبریائی اور عظمت الٰہی کیساتھ ہے بیشک عَلِیٌّ وہی ہے جو اپنے خاص برگزیدہ بندوں کیلئے برترین تعریف کو دنیا میں قائم فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا۔ (مریم ۶) — "ہم نے ان کے لئے سچی اور برتر تعریف قائم کر دی"

بے شک عَلِیٌّ وہی ہے جس نے ادریس علیہ السلام کو مرتبت علیا پر ممتاز فرمایا تھا۔

وَرَفَعْنَاهُ مَکَانًا عَلِیًّا۔ (مریم ع ۶) — "ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھایا"

بیشک عَلِیٌّ وہی ہے جس کا نام بلند ہے جس کا حکم بلند ہے جس کی شان بلند ہے۔

وَکَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا۔ (توبہ ع ۴) — "اللہ ہی کا فرمان بزرگ و برتر ہے"

واضح ہو کہ اسی مادہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت اور عَلَمْ باسم اَعْلٰی بھی قرآن مجید میں ہے۔ گو اس حدیث ترمذی میں یہ عَلَمْ موجود نہیں۔

صفات کے متعلق دیکھو۔

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى۔ (نحل ع ۷) "اللہ کے لئے برترین مثال ہے۔"

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى۔ (روم ع ۳) "اللہ کے لئے مثال بھی سب سے برتر ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے لئے بطور علم فرمایا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ (سورۃ اعلیٰ) "رب کی جو سب سے برتر ہے نام کی تسبیح کیا کرو۔"

اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى۔ (اللیل) "رب ہی کی ذات کی رضامندی کے لئے صدقِ عمل کیا کرتا ہے۔"

جو بزرگ اس اسم سے تخلق پیدا کرنا چاہیں۔ ان کو علو ہمت پیدا کرنی چاہیئے اور ہمیشہ ترقیات مراتب باطنی میں ساعی رہنا چاہیئے۔

واضح ہو کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ کی تعمیل میں نماز پڑھنے والے کو حکم ہے کہ سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا کرے۔ سنن ابو داؤد کا حوالہ اسم عظیم کے تحت لکھا گیا۔ اسی حدیث میں سجدہ کی بابت بھی یہی ہے کہ جس نے تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھ لیا اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ ادنیٰ درجہ ہوگا۔

واضح ہو کہ رکوع و سجود میں پڑھنے کے اذکار اور بھی ہیں جو نہایت صحیح احادیث میں آتے ہیں۔ اس جگہ تیمناً صرف اس حدیث کا ذکر کیا جاتا ہے جو مولیٰ علی مرتضیٰ کی روایت سے صحیح مسلم میں ہے رکوع میں پڑھا کرے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَمُخِّيْ وَعَصَبِيْ۔

"یا اللہ تجھے رکوع کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں تیری فرماں برداری کرتا ہوں میری شنوائی میری بینائی۔ میری ہڈیوں کا گودا۔ میرے پٹھے تیرے حضور میں جھکے ہوئے ہیں۔"

سجدہ میں پڑھا کرے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ

"یا اللہ میں تجھے سجدہ کرتا ہوں۔ تجھ پر ایمان لاتا ہوں۔ تیری فرمانبرداری کرتا ہوں۔ میرا

سَجَدَ وَجْہِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَصَوَّرَہٗ وَشَقَّ لَہٗ سَمْعَہٗ وَ بَصَرَہٗ فَتَبَارَكَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔

چہرہ اسے سجدہ کرتا ہے جس نے اُسے بنایا صورت درست کی کان اور آنکھیں چہرہ پہ لگائیں اللہ بڑی برکتوں والا ہے۔ سب سے بہتر صورت آفریں ہے۔

۳۰
اَلْکَبِیْرُ جلّ شانہٗ

کِبر سے ہے۔ اہل دنیا میں کبر کا استعمال کلاں سن وسال کے متعلق یا تخصیص کیا کرتے ہیں۔ مطلقاً بزرگی و بزرگ منشی بھی اس کے معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمان و مکان سے ارفع اعلیٰ ہے اس کے اسم احسن میں مطلق بزرگی و عظمت کے معنی ہی مقصود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کبیر ہے اور جملہ موجودات زمانی و غیر زمانی پر اسے سبقت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کبیر ہے اور اس کی کبریائی کے سامنے ہر ایک اکبر الکبیر ادنیٰ ترین صغیر ہے۔

اللہ تعالیٰ کبیر ہے وہ کامل الصفات اور شامل الصفات ہے۔

اللہ تعالیٰ کبیر ہے اور کبریائی اس کی رداء ہے۔

مرا او را رسد کبریا و منی　　　　که ملکش قدیم ست و ذاتش غنی

وَلَہُ الْکِبْرِیَاءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (جاثیہ)

"آسمانوں اور زمین میں اُسی کو کبریائی حاصل ہے وہی عزت والا ہے، حکمت والا ہے"

بے شک اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے۔ جو آیاتِ کبریٰ کا مالک ہے۔ وہ آیاتِ کبریٰ کہ ان کی سیر اپنے حبیب و خلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرائی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جس کے حکم میں طامّۃُ الکُبریٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جس کا اقتدار تام کبریٰ پر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو یومِ کبیر میں اپنی کبریائی کا شکوہ دکھلائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو اپنے عباد پر فضلِ کبیر بذل فرماتا جو مخلصین کو فوزِ کبیر تک پہنچاتا اور اہل طاعت کو اَجرِ کبیر سے شادکام فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو اہل ایمان کو نعیم اور ملک کبیر عطا فرمائے گا۔

قرآن مجید میں یہ اسم جن اسماء حسنیٰ کے ساتھ مستعمل ہوا ہے وہ یہ ہیں۔

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالُ۔ (رعد) "غیب اور شہادت کا جاننے والا۔ کبر اور علو والا"

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (لقمٰن) "بے شک اللہ ہی برتر اور بزرگ ہے"

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (مومن) "حکم اللہ ہی کا ہے جو بلند تر اور بزرگ تر ہے"

ان آیات پر غور کرو کہ کبریائی اور علو کو کس طرح شامل کر کے بیان فرمایا گیا ہے اور اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی کو سبقت زمانی یا عظمت ایجاد کے ساتھ نہ سمجھا جائے بلکہ وہ ان سب سے بالاتر ہے۔ خود ہی فرما دیا ہے۔

سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ (بنی اسرائیل) "یہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اُنکے اقوال سے بلند نہایت بلند۔ بزرگ نہایت۔ بزرگ ہے"

وہ ارجاس۔ انجاس سے پاک۔ عیوب ونقائص سے منزہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا تعلیم دی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيرًا وَفِي اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا۔ "الٰہی مجھے میری نگاہ میں چھوٹا بنائیو اور لوگوں کی نظروں میں مجھے بڑا رکھیو"

۳۱
اَلْحَفِيظُ جل شانہٗ

حفیظ کے معنی نگہبانی اور یادداشت ہیں۔

اللہ تعالیٰ حفیظ ہے۔ موجودات کی حفاظت فرماتا۔ بلیات سے صیانت کرتا ہے۔

قوامِ عالم اسی کی نگہبانی سے قائم ہے اور نظامِ اعظم کا وہی ناظم ہے۔

بے ستون آسمان کو اُسی نے ہوا پر معلق کیا اور پھر اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔

بے بنیاد زمین کو اُسی نے قائم فرمایا اور اپنی نگہبانی میں رکھ چھوڑا ہے وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا

اس نگہبانی و حفاظت سے سُستی و ماندگی کا اس پر کوئی اثر نہیں۔ اس صیانت میں اُسے کچھ دشواری نہیں۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو ہمارے لئے حَفَظَۃ وہ فرشتے جو بندہ کی حفاظت کرتے ہیں مقرر فرماتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو شیطان مَارِدْ کی شرارتوں کو ناکام بناتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے کہ مومنہ عورتوں کی عصمت محفوظ ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو شیطان رجیم کے زد سے اہل ایمان کو بچاتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو کتاب حفیظ کا مالک ہے وہ کتاب جس میں جملہ تبدلات و تغیرات کی صحیح کیفیت موجود رہتی ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو ہر ایک اَوَّابٌ وحفیظ کو یعنی حکموں کے نگاہ رکھنے سے بندوں کو اجرِ کریم عطا فرماتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے اُسی کی صفت اس آیت میں ہے وَرَبُّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ "تیرا رب ہر ایک شے کی حفاظت فرمانے والا ہے"۔

اللہ ہی حفیظ ہے جس نے ہمارے سر پر سقفِ محفوظ کو بلند کیا ہے۔

ہاں وہی حافظ ہے اور کُنَّا لَھُمْ حَافِظِیْنَ۔ (انبیاء ع ۶) کی شان اسی کو حاصل ہے

ہاں وہی حافظ ہے، وَخَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ اُسی کی صفت ہے۔

اِس اسم پاک سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالےٰ کو حافظِ حقیقی یقین کریں۔ حفاظتِ ظاہری کے جملہ استحکامات کو ہیچ و حقیر سمجھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی جان و مال و اولاد کا حافظ سمجھیں۔ اسی کی حفاظت میں اپنے قلب کو کر دیں۔ اُسی کی حفاظت میں آکر جملہ بلیاتِ شیطانی و آفاتِ نفسانی سے کنارہ کش رہیں۔

۳۲

اَلْمُقِیْتُ جل شانہٗ

مُقِیْتُ کے معنی نگہبان وعطائے قوت میں توانائی رکھنے والا ہیں انہی معنی میں یہ آیت ہے: وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا۔

مُقِیْتُ، قوت سے بھی ہے قوت غذا کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو جزو بدن ہوسکے اور صحت قوت کے قیام کا ذریعہ بن سکے۔

مُقِیْتُ وہ ہے جو جملہ قوائے بدن کو توانائی دیتا ہے۔

مُقِیْتُ وہ ہے جو قوائے روحانی کو غذا بخشتا ہے۔

مُقِیْتُ وہ ہے کہ نباتات وجمادات وحیوانات۔ جن وملک اپنی اپنی طبعی ساخت اور اقتضائے فطرت کے مطابق اس کی روزی سے پل رہے۔ بڑھ رہے۔ نشوونما پارہے ہیں۔ دماغ کی غذا۔ قلب کی غذا۔ رُوح کی غذا کو وہی مہیا کرتا ہے اور اسی کی غذا سے ان سب کی تزیین وتقویت وتنویر ہوتی ہے۔

اِس اسم سے تخلق کرنیوالوں کو لازم ہے کہ اپنے تمام اعضاء کی صحت وطاقت جملہ قوائے کی بقا وقوت کا سوال اُسی مالک سے کرے۔ اور التجا کیا کرے کہ اے میرے رب میرے پروردگار میرے اعضا، میرے قویٰ، میرے حواس۔ میرے مدرکات۔ میری خدمات۔ میری معلومات۔ میرے مشاہدات کو تو ہی اپنی رحمت وطاقت سے بڑھاتا رہ۔ تو ہی ان سب کی درستی و توانائی کا سامان فرمایا کر۔

۳۳

اَلْحَسِیْبُ جل شانہٗ

حَسَبَ کے معنی کفایت ہیں۔ محاورہ ہے: هٰذَا اَحْسَبُكَ مِنْ غَیْرِهٖ۔

اللہ تعالیٰ حسیب ہے۔ اُس کی حفاظت کافی ہے۔ اُسی کی پناہ کافی ہے۔ وُہی مہماتِ اُمور کے لئے کافی ہے۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (سورۃ الطلاق) اگر وہ انکار کریں تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ وُہی معبود ہے اور کوئی نہیں۔ اُسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اور وہی عرش بزرگ کا رب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دینے کا حکم ہوا ہے۔

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ (الزمر ع ۴)	"کہہ دے اللہ میرے لئے کافی ہے، اور اُسی پر توکّل والوں کو اعتماد کرنا چاہیئے"
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ (توبہ ع ۱)	"اگر یہ روگردانی کریں تو کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُسی پر میرا اعتماد ہے۔ وہی بزرگ ترین عرش کا پروردگار ہے۔

بیشک اَلْحَسِيْبُ وُہی ہے کہ اعدا کے اجتماع اور خوف و دہشت کی حالت کو معلوم کر کے جب اہل ایمان نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (آل عمران ع ۱۸) ہم کو اللہ کافی ہے۔ اور وہ اچھا کارساز ہے" پڑھا۔

تب نعمت وافضالِ الٰہی نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ رضوانِ الٰہی نے ان کی دستگیری کی اور فضلِ عظیم ان کے شاملِ حال ہو گیا۔ تخویفِ شیطانی کا اثر جاتا رہا، اور صرف خوفِ خدا ہی اُن کا سمع راہ بنا رہا۔

(ب) حسیب کے معنی حساب کنندہ ہیں۔

انہی معنی میں ہے اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ سورج اور چاند حساب کے اندر ہیں۔

ہاں اَلْحَسِيْبُ وُہی ہے جو سریع الحساب بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت میں سب کا حساب کس طرح یکبارگی لیا جا سکے گا۔ انہوں نے فرمایا يُحَاسِبُوْنَ كَمَا يُرْزَقُوْنَ جس طرح یہاں دنیا میں تمام مخلوق کو یکبارگی رزق مل رہا ہے اسی طرح وہاں بھی سب کا حساب یکبارگی لیا جاوے گا۔

اَلْحَسِیْبُ وہ ہے جو کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا۔ اے بندہ آج تو خود اپنے نفس کا حساب کرنے میں کافی ہے" کا حکم جاری فرمائے گا۔

اَلْحَسِیْبُ وہ ہے جو جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا۔ تیرے رب کی طرف سے جو جزا ملے گی۔ وہ عطا ہوگی اور وہ اندازہ باندازہ ہوگی" کی شان میں متقین پر جود و نوال اور لطف و افضال کے دروازے کھول دے گا۔

اِس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ رب العالمین سے حِسَابًا یَّسِیْرًا کی درخواست کرتے رہیں۔ یَوْمُ الْحِسَاب پر یقین کو پختہ رکھ کر سمجھ لیں کہ ایک روز اس کتاب پر حساب دینا ہوگا جس کی صفت یہ ہے۔

لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا۔ (الکہف) "کوئی چھوٹی بڑی بات ایسی نہ ہوگی جو اس کتاب میں درج نہ ملے گی"

۳۴
اَلْکَرِیْمُ جل شانہٗ

کرم سے ہے۔ کرم کے معنی عظمت۔ شرف۔ عزت اور جود و سخاوت ہیں۔ اہلِ زبان کریم کی صفت میں کہا کرتے ہیں کہ کریم وہ ہے کہ وعدہ کرے تو پورا کر دے۔ قدرت پائے تو قصور معاف کر دے۔ عیب دیکھے اور پردہ پوشی کر دے۔ قصور معلوم کرے اور درگزر فرما دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جملہ معانی کے اعتبار سے کریم ہے۔ وُہی کرامت حقیقی کا مالک ہے اور وُہی صاحبِ جود و کرم ہے۔

اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ رسول کریم کا بھیجنے والا ہے جَآءَھُمْ رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ (الدخان)

اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ قرآن کریم کا اتارنے والا ہے اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ (الواقعہ)

اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ اجرِ کریم کا عطا فرمانے والا ہے وَلَھُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ (الحدید)

اللہ تعالیٰ کریم ہے کہ مدخل کریم کا داخلہ اسی کے حکم میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کریم ہے کہ رزق کریم کا ارزانی کنندہ وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کریم ہے اور تمام مخلوق اسی کی نوال وکرم سے بہرہ گیر ہے۔

اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ جواد مطلق اور غنی برحق وہی ہے فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ۔ (النمل ع ۴)

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو اوصاف کریمانہ کے حصول میں سعی وکوشش کرنا ضروری ہے۔

۳۵
اَلرَّقِيْبُ جل شانہٗ

رسے رقیب، نگہبان۔ نگرانی کنندہ کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو موجودات کی حراست فرماتا اور معلومات کی رعایت کرتا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اَلرَّقِيْبُ کے معنی میں علم اور حفظ کی مجموعی صفت جمع ہوتی ہے۔

سورۃ احزاب میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيبًا۔ اللہ پاک تو ہر چیز کا نگہبان ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔ "جب تو نے مجھے ان لوگوں میں سے لیا۔ تب تو خود ان کا نگہبان تھا۔"

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے خیالات ومعاملات کو باری تعالیٰ کی نگرانی میں دیدے۔ نفس وشیطان سے محفوظ ہونے کا یہی آسان طریق ہے۔

۳۶
اَلْقَرِيْبُ جل شانہٗ

یہ اسم آیت ذیل سے لیا گیا ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (البقرہ)

"اے نبی جب آپ سے لوگ (میرے بندے) میری بابت سوال کرتے ہیں تو میں قریب ہوں اور جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو اس کی پکار (دعا) کو قبول کرتا ہوں"

تفسیر خازن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ یہود اِن مدینہ نے یہ سوال کیا تھا کہ خدا تو عرش پہ ہے اور عرش و فرش کے درمیان اتنے آسمانوں کا بُعد اور غلظت حائل ہے۔ پھر خدا ہماری کیونکر سنتا ہے۔ تب ان کو اللہ عزّ وجل نے یہ جواب بھیجا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ صحابہؓ میں سے بعض نے یہ سوال کیا تھا کیا ہمارا رب ہم سے قریب ہے تاکہ آہستہ آہستہ اس سے مناجات کیا کریں۔ یا ہمارا رب ہم سے بعید ہے کہ ہم اُسے زور زور سے پکارا کریں۔ تب یہ جواب اترا تھا۔

ایک صحیح حدیث میں بھی یہی اسم آیا ہے۔ صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے ایک وادی میں چڑھتے ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تکبیر زور سے لگائی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

اَیُّهَا النَّاسُ اَرْبِعُوْا اَنْفُسَكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ صُمًّا وَّلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا قَرِیْبًا۔

"اے لوگو! اپنی جانوں پر ترحم کرو تم کسی بہرہ دگراں گوش کو یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم تو سمیع و بصیر و قریب کو پکار رہے ہو"

آیتِ قرآنی میں قَرِیْب فرمایا اور اس کی تحت اجابتِ دعوت کا ذکر کیا۔ حدیثِ صحیح میں قریب فرمایا اور اس کا مطلب سمیع بصیر کے اسماء میں آشکارا فرما دیا۔

انسان غور کرے کہ قرب کے خواص کیا ہیں۔ جب کسی شے یا انسان کے احوال پر ہمارا علم۔ ہماری شنوائی، ہماری بینائی بیک وقت بیک لحظہ کارفرما ہوں تو ثابت ہوگا کہ وہ شے ہم سے قریب ہے یا ہم اس سے قریب ہیں۔ ہم سے اُس شے کا قریب ہونا تب صحیح ہوگا جب اس کا علم اور گوش و چشم بھی ہمارے اوپر وہی عمل کرتے ہوں۔

اللہ عزّوجل جس کا علم ہر ذرّہ ذرّہ پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بصر جو شب تاریک میں سمندر کی سب سے زیادہ گہرائی کی تہہ میں پڑی ہوئی ادنیٰ شے کو بھی دیکھ رہی ہے۔ اللہ کی سمع جو تحت الثریٰ کے نیچے پہاڑ کی غار کے اندر والے کیڑے کی جو ہتوڑ پتھر کے اندر مخفی ہے کی آواز کو بھی سننے والی ہے بے شک ہم سے قریب ہے۔ گو وہی قرب ہم کو اس سے حاصل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرب کے مدارج بھی بتلائے ہیں۔

(۱) اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْب۔ "خبردار تحقیق اللہ کی مدد نزدیک ہے"

جب انسان وسائل دنیوی سے محروم ہو جاتا اور اسباب دعاوی کو اپنے خلاف پاتا ہے۔ تو دل شکستگی کے ساتھ بے اختیار بول اٹھا کرتا ہے مَتٰی نَصْرُ اللّٰہ "کی مدد کہاں ہے"

اور اسی وقت قدسی کلام اُسے ہدایت کرتا ہے کہ اللہ کی مدد تو قریب ہے۔ یہ قُرب کا ایک درجہ ہوا۔ جو نصرت و یاوری کی شکل میں تجلّی ہوتا ہے۔

(۲) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْن "اللہ کی رحمت احسان والوں سے قریب تر ہے"

احسان کسے کہتے ہیں۔ اس کے معنی حدیث جبریل میں بتائے گئے ہیں۔

تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ "اللہ کی عبادت کر گویا تو اُسے دیکھتا ہے اور یہ نہیں تو وہ تجھے ضرور دیکھتا ہے"

آیتِ بالا میں بتایا گیا ہے کہ رحمتِ الٰہیہ ان بندوں سے قریب ہے جو عبادتِ الٰہی حظِ وافر، تعقّل کامل اور اعتماد محکم سے مشغول رہنے والے ہیں۔

(۳) اِنَّہٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ — "تحقیق وہ سننے والا نزدیک ہے"

یہ ذات پاک کے متعلق عرفان ہے۔ وہ ہم سے قریب ہی ہماری باتوں۔ التجاؤں دعاؤں کا شنوا بھی ہے۔

سمیع و قریب ہر دو صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات انسانی صفات سے منزّہ و برتر ہیں۔

(۴) اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ۝ "میرا رب قریب ہے اور میری دعا سنتا ہے"

یہ الفاظ نبی اللہ کی زبان سے ہیں اور اُس قرب کو ظاہر کرتے ہیں جو انبیاء کو بوجہ قبولیت و شرف و اختصاص خاص حاصل ہوتا ہے کہ ان کی حمایت کی جاتی۔ نصرت فرمائی جاتی۔ ان کی معروضات کو درجہ اجابت دیا جاتا ہے۔

بعض لوگ قریب اور خلط کے معنی میں کوئی فرق نہیں کرتے اور اس آیت ہی سے خالق و مخلوق کو متحد الجنس کرنے اور بتلانے کی سعی کیا کرتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ لغت اور کلام اللہ ان کی ایسی تاویلات کی تائید نہیں کرتے۔ اور جب وہ لغت و لسان ہی کے قواعد کے پابند نہیں۔ تب تو کسی آیت کے بغیر بھی وہ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔

اسماءِ حسنیٰ کے حل مطالب کے متعلق یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اکثر آیات کے خاتمہ میں دو دو اسم آتے ہیں۔ جیسے علی الکبیر، علی العظیم، غفور الودود، حمیدٌ مجیدٌ یہ دونوں اسم ایکدوسرے کے معنی میں تعین میں بہت بڑا تعلق اندرونی رکھتے ہیں۔ ایک کے اسرار دوسرے کے انوار سے بخوبی آشکارا ہُوا کرتے ہیں۔

اسم قریب کے معنی کی دریافت میں تدبر کرتے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ آیاتِ قرآنیہ میں اس کا استعمال سمیع و بصیر اور مجیب کے ساتھ ہوا ہے۔ یہی اسماء حقیقت قرب قریب کا بھی وضوح فرمائیں گے۔

۳۷

اَلْمُجِیْبُ جلّ شانہٗ

اسم علم ہے۔ جواب اور اجابت سے بنایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجیب ہے کہ وہ ہر سائل کے سوال کا جواب دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُجیب ہے کہ وہ ہر ایک دعا مانگنے والے کی دعا کو شرفِ اجابت بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُجیب ہے کہ وہ ہر ایک سوال کو سمجھتا ہے اور ان کی مرادیات

طبعی واتفاقی کو پورا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجیب ہے کہ سب کی زبان حال کو سمجھتا ہے اور صدق مقال کو شرف قرب عطا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُجیب ہے اس پکارنے والے کی دعا کو جو اضطراب و اضطرار میں رب العالمین کو یاد کرتا ہے۔ سماعت فرماتا اور قبولیت عطا کرتا ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ ۔ "وہ کون ہے جو پکارنے والے مضطر کی پُکار کو قبول فرماتا ہے"

(النمل ع ۸)

اللہ تعالیٰ مُجیب ہے اور خود بندوں پر استجابتِ احکام کو فرض ٹھہراتا ہے۔

فَلْيَسْتَجِيْبُوْالِیْ وَلْيُؤْمِنُوْابِیْ "چاہیئے کہ میرے بندے حکموں کو قبول کیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں"

(البقرہ ع ۲۳)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قریب و مجیب ہونے کا ایمان رکھتے ہیں۔

جو لوگ احکامِ الٰہی کو فراخ دلی و استحکام سے قبول کرتے ہیں۔

جو لوگ نافرمانی و سرکشی سے دُور رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا مُجیب ہونا ان پر سراسر ظاہر ہو جاتا ہے۔

اِس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ جب موقعہ ملے تب ہی دل کھول کر یا ہاتھ اُٹھا کر پوری توجہ، پوری رغبت سے اور پُورے یقین قبولیت سے دعا کیا کریں۔ نامنظوری یا عدم قبولیت کا وہم بھی دل میں نہ آنے دیں۔

۳۸
اَلْوَاسِعُ جلّ شانہٗ

وُسع کے معنی فراخی۔ تونگری۔ دسترس طاقت ہیں۔ سَعَتْ بھی وہی ہے۔ جو وُسع ہے۔

وَاسِعُ اللہ تعالیٰ کا عَلَم ہے۔

اللہ تعالیٰ وَاسِعْ ہے جس نے جملہ اشیاء کو اپنے انعام سے گھیر رکھا ہے۔
اللہ تعالیٰ وَاسِع ہے اور اس کی جُود و عطا حیطۂ اندازہ سے باہر ہے۔
اللہ تعالیٰ وَاسِع ہے کہ اس کا رزق سب کو ملتا ہے۔
اللہ تعالیٰ وَاسِع ہے کہ اس کی رحمت سب کو شامل ہے وُہی وسعت غیر متناہیہ کا مالک ہے۔ اُسی نے موجودات کو سعت و انبساط بخشا ہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔ "اس کا علم آسمانوں اور زمین سے فراخی میں بہت زیادہ ہے۔"

وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (انعام) "وُہی ہے جس کا علم ہر شے پر حاوی ہے۔"

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف) "وُہی ہے جس کی رحمت ہر شے فراخ تر ہے۔"

ہاں وَاسِعْ وہ ہے جس کی مجموعی صفت میں ملائک اس طرح تر زبان ہیں،

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا۔ (مومن) "اے ہمارے رب تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر ایک چیز کو دسترس میں لے لیا ہے۔"

ہاں اللہ تعالیٰ وَاسِعْ ہے مگر غریب بندوں کو اُن کی وُسعت و طاقت سے بڑھ کر کوئی حکم نہیں دیتا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ "اللہ پاک کسی ایک مخلوق کو بھی اس کی طاقت اور برداشت سے بڑھ کر کسی حکم پر مجبور نہیں کرتا۔"

اس اسم کے متعلق یہ دعا یاد رکھنی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ وَ اِنْقِطَاعِ عُمْرِيْ يَا مَنْ لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ وَلَا تُخَالِطُهُ الظُّنُوْنُ وَلَا يَصِفُهُ الْوَاصِفُوْنَ۔

"یا اللہ عمر بڑھ جانے پر اور بڑھاپے کے وقت اپنا رزق مجھ پر اور زیادہ وسیع فرما اے وہ ذات کہ جسے نہ آنکھیں دیکھتی ہیں اور نہ گمان و وہم پا سکتے ہیں اور نہ وصف کرنے والے اس کا وصف کر سکتے ہیں۔"

۳۹
اَلْحَکِیْمُ جل شانہٗ

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسم حَکِیْم کو حَکَمَ اور حکمت سے مشتق بنایا ہے۔
بیشک اللہ تعالیٰ احاکم علی الاطلاق ہے اور معناً اس پر کوئی اعتراض نہیں مگر ائمہ لغت میں سے کسی نے حکیم بمعنی حاکم و تحریر نہیں کیا۔
رہا حکیم کا مشتق از حکمت ہونا۔ یہ سب کے نزدیک مسلّمہ ہے۔
حکمت۔ اعمال میں افضلیت اور افعال میں احسنیّت کے علم کو حکمت کہتے ہیں۔
حکمت۔ اُن غایاتِ حمیدہ کا نام ہے جو سلسلہ تکوین میں ملحوظ ہیں۔
حکمت۔ اُن مصالح کلّیّہ کا نام ہے جو نظام عالم کا قوام ہیں۔
احسن اخلاق اور احسن اعمال کا حکمت ہونا ضروری ہے۔
بہترین فوائد اور بہترین مقاصد کا حکمت ہونا لابدی ہے۔
ہاں حکمت کا مفہوم یہ ہے کہ افضل العلوم سے افضل الاشیاء کو معلوم کیا جائے۔
قرآن مجید میں چند مقامات پر حکمت کا اثبات فرمایا گیا ہے۔

(۱) یُؤْتِ الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ (بقرع ۳۷) "اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے۔"

(۲) مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ (لقمٰن) "جس شخص کو حکمت دی گئی ہے اسے تو خیر کثیر دی گئی۔"

سلیمان علیہ السلام کی مدح میں ہے:۔

(۳) وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔ "ہم نے اُسے حکمت بھی دی اور صاف صاف فیصلہ کرنا بھی۔"

(۴) وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ (بقرع ۱۳) "وہ دنیا کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

(۵) حِکْمَۃٌ بَالِغَۃٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ۔ (القمرع ۱) "حکمت کامل دی گئی مگر ان کو انذار کا فائدہ نہ ہوا۔"

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آیاتِ قرآنیہ کو اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ جن پر آیات کا اختتام ہوتا ہے بلحاظ معنی تناسب تام ہوتا ہے۔ لہٰذا غور کرو کہ اسم حکیم کا استعمال قرآن پاک میں کس طرح ہوا ہے:۔۔۔۔

اسم عَزِیْز کے ساتھ اِنَّہٗ اَنَا اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْم (نمل ع ۱)۔ بیشک میں اللہ غالب حکمت والا ہوں۔

۲۳ مقامات اور ہیں جہاں عزیز حکیم فرمایا ہے:۔

اسم حمید کے ساتھ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (فصلت) یہ کلام حکمت والے خبر والے کا اتارا ہوا ہے۔

اسم خَبِیْر کے ساتھ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ (ھود) حکمت والے خبر والے کی طرف سے تفصیل کردی گئی ہے۔

وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ۔ (انعام) اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔"

اسم وَاسِع کے ساتھ وَکَانَ اللّٰہُ وَاسِعًا حَکِیْمًا (نساء ع ۳) اللہ تعالیٰ تو وسعت دینے والا حکمت والا ہے۔

اسم عَلِیّ کے ساتھ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ (زخرف ع ۱)۔ بیشک وہ برتر حکمت والا ہے۔"

اسم عَلِیْم کے ساتھ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ (انعام ع ۱۳) بے شک تیرا رب حکمت والا ہے۔"

دس مقامات دیگر ہیں۔

ان آیات پر تدبر کرنے سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ خبرت و وسعت اور علم و حمد اور علو و رفعت کے مفہوم سے حکیم کا مفہوم زیادہ تر واضح و لائح ہو جاتا ہے۔ یہ وہ طریق ہے، جو مقصودِ ربانی کو صحیح طریق پر بخوبی ذہن نشین کر دیتا ہے۔ یہ مشہور عام ہے۔ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ۔ حکمت والے کا فعل حکمت سے خالی نہیں۔

اس اصول پر اگر شرائع الٰہیہ اور احکام ربانیہ کی تحقیق کی جائے۔ اگر دفتر تکوین کا مطالعہ کیا جائے اگر صحیفہ فطرت کا ملاحظہ کیا جائے تو ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ سے رب العالمین

کی حکمت نمایاں ہو جاتی ہے۔

کوتاہ بین لوگ اپنی اپنی نافہمی سے حسن و قبح اشیاء کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور پھر تفصیر حکمت پر بحث آرا ہوتے ہیں۔ کاش وہ اس مشہور فقرے کو غور سے پڑھیں اور یقین رکھیں کہ رب العالمین کے جملہ احکام و افعال حقیقتہً صحیح ترین مقصد اور نافع ترین فوائد اور احسن ترین اطوار پر مبنی ہیں۔ لہٰذا اَلْحَکِیْمُ اسی کا اسم احسن ہے اور اسی کی پاک ذات پر حقیقتہً صادق آتا ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور اس نے ایجاد مخلوقات میں جملہ لوازمات و مناسبات صحیحہ کو پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور ماہیات اشیاء پر اس کی حکمت محیط ہے۔

اتفاق صناعات اور احکام متشکلات میں اس کی حکمت جلوہ گر ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ وہ علم و حکمت کے شیدا ہوں۔ وہ اسرار و دقائق کونیہ کے معلوم کرنے کے شائق ہوں۔ وہ فہم سلیم اور عقل دقیق سے اسرار احکام شریعت کے جویا ہوں۔

آجکل اکثر لوگ صرف منطق یا سائنس کے مطالعہ کے بعد احکام شریعت کی خوبی سے بے خبر رہ کر اپنے فہم کو ان احکام حقہ سے بہتر خیال کرنے لگتے ہیں لہٰذا علماء حقانی کو لازم ہے کہ اس حکیم کے ضلال سے نور گیر ہو کر لوگوں کو دلائل عقلیہ کے ساتھ۔ ان احکام کی توضیح و تبیین فرمایا کریں تاکہ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ کا مفہوم پورا ہو۔

حکمت کی تفسیر میں اقوال ائمہ دین کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حکمت کے معنی علم القرآن بتلائے ہیں۔ یعنی ناسخ و منسوخ۔ محکم و متشابہ۔ مقدم و مؤخر۔ حلال حرام وغیرہ کی شناخت۔ ضحاک نے حکمت کے معنی، قرآن اور فہم قرآن بتلائے۔ مجاہد نے قرآن اور علم اور فقہ بتلائے۔

مجاہد نے دوسری روایت میں حکمت کے معنی قول و فعل کی اصابت بیان کئے ہیں۔

نخعی نے فرمایا کہ حکمت معانی الاشیاء اور فہم معانی کا نام ہے۔

حسن بصری نے فرمایا کہ دین الٰہی میں روح کا نام حکمت ہے۔
امام شافعی کہتے ہیں کہ جن آیات میں کتاب کے ساتھ حکمت کا لفظ آتا ہے۔
وہاں حکمت سے مراد سنت نبویہ ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ حق کی شناخت اور عمل برحق کا نام حکمت ہے۔ اگر ان اقوال میں معنی مشترک کا خیال کیا جائے تو حکمت کے معنی یہ ہیں کہ ہر شئے کو اس کی اصلی جگہ پر رکھا جائے۔ اشیاء پر غور کرنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ جملہ اشیاء کے لئے مقتضیات میں حدود ہیں۔ نباتات ہیں۔ اوقات ہیں جن میں تقدم و تاخر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا حکمت وہ ہے جس میں ان جملہ جہات کو مرعی رکھا جائے اور حکیم وہ ہے جس کا حکم ان جملہ جہات میں اشیاء عالم و عالم پر نافذ ہوتا ہے۔

حکمتُ خیر کثیر ہے۔ حکمت بصیرت قلب ہے۔ حکمت حقیقت فطرت ہے۔ حکمت غائت خلقت ہے۔ حکیم مطلق ہی کے حکم سے باایمان قلب ان مراتب کو حاصل کرسکتا ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنیوالوں کو قرآن و سنت میں مہارت حاصل کرنی چاہیئے۔ علوم و فنون کی طرف راغب ہونا چاہیئے۔ جہالت سے نفرت کرنا چاہیئے۔ اسرار قدرت اور رموز فطرت کے تجسس و تحقق کا شوق و ذوق ہونا چاہیئے۔

۴۲
اَلْوَدُوْدُ جل شانہٗ

وداد کا درجہ محبت سے اعلیٰ ہے۔ وداد کے معنی صفائی محبت ہیں۔ محبت کے لُب اور خلاصہ کا نام وداد ہے۔ وداد محبت کا وہ درجہ ہے جو اخلاص سے حاصل ہوتا ہے۔ اور شائبہ اغراض کا دھوکا جاتا رہتا ہے۔

الف۔ وَدُود کے معنٰی مَوْدُوْد بھی ہیں یعنی وہ ذات جس سے محبت کی جائے جس کو نقد دل نذر میں پیش کردیا جائے۔ وہ جس سے محبت شدید کا علاقہ پیدا کیا جاوے۔
وَدُوْد کے معنی واد بھی ہیں۔ یعنی وہ جو ہم سے محبت کرتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ہر دو معانی کے اعتبار سے ودود کا ترجمہ حبیب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ وہ اپنے بندوں سے خود بھی محبت رکھتا ہے اور بندے بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ محبّت کا وجود ہر دو جانب متحقق و مسلّم ہے۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ "اللہ ان سے محبّت کرتا ہے وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں"

سورہ ہُود میں ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ۔ "بیشک میرا رب تو رحم فرمانے والا، پیار کرنے والا ہے"

سورہ بُروج میں ہے۔

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ۔ "وہ تو بیحد بخشنے والا اور کمال محبت کرنیوالا ہے"

سُورۂ مریم میں ہے،

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ "رحمٰن اُن کے لئے محبّت کو خاص فرمادے گا"

ہاں محبّت رَبّی۔ رحم بن کر بندہ نوازی کرتی ہے۔
ہاں محبّتِ سُبحانی۔ غفران بن کر اپنے غلاموں کو خلعت نجات پہناتی ہے۔
ہاں محبت الٰہی رحمت کو محبت کا تاج پہناتی اور بندہ خاک نشین کو تخت رضوان پر بلند کرتی ہے۔

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ پر مکرّر غور کرو کہ محبت کی ابتدا ہمارے مالک کی جانب سے ہوتی ہے۔ محبت خود ان بندوں کی بن جاتی ہے۔ محبت کا انتفاع انہی کو حاصل ہوتا ہے۔

عیسائیوں کے پاس ایک فقرہ ہے۔ خدا سراپا محبت ہے۔ وہ اس فقرہ پر بہت اترایا کرتے ہیں۔ ہاں اللہ کی صفت پر خوش بھی درست ہے لیکن رب العالمین کا ودود ہونا اس سے بڑھ کر ہے۔ ودود تو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اول تو وداد کا درجہ محبت سے بڑھ کر ہوا۔ پھر رب العالمین نے اس صیغہ کے انتہائی اسم کو اپنے لئے پسند فرمایا، اور پھر وُدّ

اور سراپا محبت کو بندوں ہی کے لئے خاص فرمادیا۔

محبت کسے کہتے ہیں!

(۱) دل سالم کی میل دائم کا نام محبت ہے۔

(۲) محبوب پر تمام پیاری چیزوں کے نثار کا نام محبت ہے۔

(۳) حاضر و غائب میں محبوب کی موافقت کا نام محبت ہے۔

(۴) اپنی گمشدگی میں اصابتِ محبوب کا نام محبت ہے

(۵) مرادِ محبوب پر ایثارِ قلب کا نام محبت ہے۔

(۶) التزام طاعت اور مفارقت مخالفت کا نام محبت ہے۔

(۷) نفی دعویٰ کا نام محبت ہے۔

(۸) ہر چیز کو محبوب کے لئے خاص کر دینے کا نام محبت ہے۔

(۹) التزامِ تقصیرِ خدمت کے لزوم کا نام محبت ہے۔

(۱۰) غیرت کا نام محبت ہے۔

(۱۱) ترکِ آرام کا نام محبت ہے۔

(۱۲) نفی خواہشات کا نام محبت ہے۔

(۱۳) خلوص ارادت اور صدق طلب کا نام محبت ہے۔

(۱۴) محبت خمار ہے اور اس خمار کا مداوا دیدار یار ہے۔

(۱۵) جاں نثاری کا نام محبت ہے۔

(۱۶) محبت وہ سفر ہے جو خودی سے محبوب کی جانب کیا جاتا ہے۔

(۱۷) محبت وہ ہے کہ جفا و عطا کا اثر اسے کم و بیش نہیں کر سکتا۔

(۱۸) محبت وہ ہے کہ شکوہ کو زبان پر۔ اعتراض کو دل میں نقص کو آنکھ میں آنے کی اجازت نہ دے۔

(۱۹) محبت عبودیت ہے۔ محبت غلامی ہے۔ محبت خود فراموشی ہے۔ محبت خود اپنے ساتھ عداوت ہے۔

(۲۰) محبت وہ ہے جس کی ذلت عزت سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

(۲۱) محبت وہ ہے جس کی عزت ہر ایک ذلت سے لاپرواہ کردیتی ہے۔

(۲۲) محبت وہ ہے جہاں عزت و ذلت کے الفاظ کا استعمال ہی مفقود ہو جاتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنَا اِلٰى حُبِّكَ۔ "الٰہی ہم کو اپنی محبت عطا کر اور جو کوئی تجھ سے محبت رکھتا ہے اس کی بھی محبت عطا کر اور اس عمل کی بھی محبت دے جو ہم کو تجھ سے قریب بنادے۔"

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اہل اللہ سے مودت پیدا کریں۔ باہمی محبت کو ترقی دیں۔ محبت نفسانی و شہوانی کو پامال کرکے محبت روحانی و ایمانی کی افزود میں ساعی رہیں ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ؕ "قیامت کے دن سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے انکے سوا جنکی محبت کی بنیاد للٰہیت پر ہوگی۔"

۴۱ اَلْمَجِیْدُ جل شانہٗ

مَجْد پایہ بلند۔ مرتبت عالی۔ شرف واسع۔ شرفِ نسب اور شرفِ افعال کا مجموعہ ہے۔

مَجِیْد وہ ہے جس میں صفاتِ بالا پائی جائیں۔

مجید وہ ہے جس میں مجدِ نفسی شرفِ ذاتی، سلامتِ افعال۔ کرامت افضال جزالت عطا اور کثرتِ نوال پائی جائے۔

قرآن پاک میں یہ اسم یا تو اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے، سورۂ ہود میں ہے۔

اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔ "بیشک وہ تو حمد والا مجد والا ہے۔"

یا قرآن پاک کے لئے :۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۔ (بروج) "وہ قرآن ہے بلند شان والا۔"

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۔ (ق) "قسم ہے قرآن کی جو مرتبت عالی والا ہے۔"

یا عرشِ عظیم کے لئے :۔

ذُوالعَرشِ المَجِیدِ۔ "اللہ تعالیٰ عرش بلند و عالی و اشرف کا مالک ہے"۔

بیشک عرش اعظم اور کتاب اکرم ہیں جو علو مرتبت اور وسعت تصرفات پائی جاتی ہے۔ وہ دنیا وما فیہا کی بلند پائگی سے قطعاً علیحدہ ہے۔ برتر ہے اور عالی ہے اور یہ سب اُسی مجید کی طرف سے ہے۔ حدیث میں ہے۔

سُبحَانَ ذِی المَجدِ وَالکَرَمِ۔ "پاک ہے بزرگی اور بخشش والا۔ پاک ہے
سُبحَانَ ذِی الجَلَالِ وَالاِکرَامِ۔ صاحب بزرگی اور عزت کرنے کا"۔

مجید کے معانی پر غور کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم پاک اپنے مفہوم میں جلیل و ہاب اور کریم کے اسماء کا جامع ہے۔

۴۲
اَلشَّھِیدُ جلّ شانہٗ

شہادت۔ آگاہی درست و خبر قاطع و بیان صحیح و گواہی دکشتگی براہ خدا کو کہتے ہیں۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے شَھِد کے معنی حکم و قضا بیان کئے ہیں اور زجاج نے بَیَّنَ بتلائے ہیں۔ دیگر علماء نے اَعْلَمَ و اَخْبَرَ ظاہر کئے۔ ان اقوالِ صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ شہادت نام ہے حکم اور قضا اور اعلام و بیان و اخبار کا لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اسم پاک اَلشَّھِیدُ درست ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا العِلمِ قَآئِمًا بِالقِسطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ العَزِیزُ الحَکِیمُ (اٰلِ عمران)

"گواہی دی اللہ نے یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے بھی انصاف کے ساتھ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے غالب ہے حکمت والا"۔

دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے متعلق خود شہادت دی جس سے رب العالمین کی وحدانیت اور قیام بالقسط واضح ہو گیا۔ اس کلام پاک سے

علم الٰہی، تکلّم سبحانی، اعلام ربّانی، اخبار غیبی کے مراتب مکمل ہو گئے۔

شہادتِ علمی کا بیان اس آیت میں ہے۔

اِلَّامَنْ شَھِدَ بِالْحَقِّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ "مگر جنہوں نے حق کیساتھ شہادت دی اور وہ علم بھی رکھتے ہیں۔"

شہادت تکلّم وخبر کا بیان اس آیت میں ہے۔

قُلْ ھَلُمَّ شُھَدَآءَکُمُ الَّذِیْنَ یَشْھَدُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ ھٰذَا فَاِنْ شَھِدُوْا فَلَا تَشْھَدْ مَعَھُمْ۔ "کہدے کہ اپنے گواہوں کو لے آؤ جو یہ شہادت دیں کہ ان چیزوں کو اللہ نے حرام کر دیا ہے وہ اگر کہہ بھی دیں تو آپ پھر بھی ایسا نہ کہیں۔"

شہادت اعلام کا ذکر اس آیت میں ہے جس میں بندہ کا خود اپنی بابت بیان کرنا بھی شہادت بتلایا ہے۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ۔ "ایمان والو انصاف کے ساتھ قیام کرو اللہ کے گواہ بنے رہو۔ خواہ تمہاری شہادت خود تمہارے خلاف ہو۔"

دوسری آیت ہے۔

وَشَھِدُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ۔ "انہوں نے خود اپنی بابت کہدیا۔ کہ وہ کافر ہیں۔"

ہمارا مطلب یہ ہے کہ اعلام واخبار کو شہادت کہتے ہیں۔ اگر خبردہندہ نے لفظ شہادت کا استعمال نہ بھی کیا ہو۔ ابن عباس رضؓ کی حدیث میں ہے۔

شَھِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَّرْضِیُّوْنَ وَاَرْضَاھُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔ "مجھ سے نہایت پسندیدہ رجال نے ظاہر کیا ہے اور ان سب میں پسندیدہ تر عمر رضی اللہ عنہ تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح کے بعد طلوع شمس تک، اور نماز عصر کے بعد غروب شمس تک نماز سے منع فرمایا ہے۔"

ان سندات کے بعد معلوم ہو جاوے گا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک اَلشَّہِیْدُ اس لئے ہے کہ شہود اُسی کو حاصل ہے اور اس لحاظ سے شہید بمعنی حاضر و ناظر ہے۔
اللہ تعالیٰ شہید ہے کہ اس نے علوم معرفت اور اسرار حقیقت کا اعلام فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ شہید ہے کہ عالم کی کوئی شے، کوئی سکون، کوئی حرکت اس کی شہادت سے باہر نہیں۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ "اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے"

معنی شہادت کو ذہن نشین کرنے کے لئے سورۂ یوسف کی ان آیات کو بھی زیر غور لاؤ۔

شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

"اس کے کنبہ کے ایک گواہ نے شہادت دی کہ اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تب وہ سچی اور وہ جھوٹا، اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تب وہ جھوٹی اور وہ سچا"

یہ شخص جسے شاہد بتلایا گیا ہے، اپنا چشم دید کچھ نہیں بتلاتا بلکہ استدلال سے واقعہ کے اثبات و نفی پر روشنی ڈالتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا نام اس لئے بھی شَہِیْد ہے کہ جملہ اختیار علمیہ پر وہ استدلال کرنا سکھلاتا اور بصائر کو پیش کرتا ہے۔
اِس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر اپنے قلب کی نگرانی کریں۔ (ب) ان لوگوں کو لازم ہے کہ بیان توحید میں اپنی زبان کو جاری اور قلم کو رواں کریں۔ (ج) ان لوگوں کو واجب ہے کہ جھوٹی شہادت سے بچیں۔ آجکل جوڈیشنل عدالتوں میں اکثر گواہ ایسے پیش ہوتے ہیں جو فرائض شہادت سے لاابالی ہوتے ہیں جو کسی فریق کی اعانت و رعایت یا کسی فریق سے نفرت و عداوت کی وجہ سے شہادت دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکبر الکبائر (کبیرہ گناہوں میں بھی سخت تر کبیرہ) چار چیزوں کو بتایا ہے۔

(۱) اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ۔ "اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنانا"

(۲) عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ "ماں باپ کی نافرمانی کرنا"

(۳) شَھَادَۃُ الزُّوْرِ "جھوٹی شہادت دینا"

(۴) قَوْلُ الزُّوْرِ "جھوٹی بات بنانا"

راوی کہتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی تب حضور لیٹے ہُوئے تھے بعد ازاں حضور بیٹھ گئے اور ان الفاظ کو بار بار دہرانا شروع کیا۔ وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ۔ حضور نے اسے اتنی بار دہرایا کہ صحابہ اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش حضور خاموش ہو جائیں۔ (لَیْتَہٗ سَکَتَ)

۴۳
اَلْحَقُّ جلّ شانہٗ

میں نے قرآن مجید کی آیات کا تتبع کیا تو یہ لفظ قرآن مجید میں ۲۴۷ بار مستعمل ہُوا ہے اس لفظ کا اس کثرت سے استعمال بتلاتا ہے کہ قرآن مجید کا مقصود اعظم حق ہی کی معرفت دنیا میں حق پھیلانا۔ حق بولنا۔ حق سکھلاتا ہے۔ یعنی کلام اللہ سراپا حق ہے اور منجانب حق ہے حق کو لے کر آیا ہے حق اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ لغت میں حق کے معنی متعدد ہیں۔

(۱) راستی و راست بازی ان معنی میں ہے۔

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ اِنَّ "اپنے رب کی طرف سے حق کہو"

وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ۔ "اللہ کا وعدہ سچا ہے"

(۲) کسی کام کا لازم الوقوع ہونا۔

وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ۔ "اس روز اعمال کا وزن ہونا ضروری ہے"

(الاعراف ع ۱) "یہ دن ضرور آنے والا ہے"

(۳) کسی شخص کا معیّن حصّہ و بہرہ۔

وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ "ان کے زر و مال میں سوالی اور محروم کا حصّہ ہے"

ذٰلِکَ الْیَوْمُ الْحَقُّ (سورۃ النباء ۱)

(۴) ثابت و لزوم ہونا۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (احقاف ع ۲) — "یہ وہ ہیں جن پر خدا کا فرمان ثابت ہو گیا۔"

(۵) عدل و انصاف :۔

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۔ (الجاثیہ ع ۳) — "ہماری یہ کتاب تم پر ٹھیک ٹھیک بتلا رہی ہے۔"

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۔ (صٓ ع ۳) — "ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ فرمائیے۔"

(۶) اکمال و اتمام :۔

اَلْاٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۔ (بقرہ ع ۸) — "اب تم نے پورا پورا بتلا دیا۔"

قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ (نساء ع ۱۷) — "رسول تمہارے پاس حق لے کر آیا ہے۔"

(۷) اصلیت :۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (زمر ع ۱) — "آسمانوں اور زمین کو سچ سچ پیدا کیا ہے۔"

(۸) صداقت :۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۔ (نساء ع ۱۷) — "کتاب کو تجھ پر صداقت کیساتھ نازل کیا ہے۔"

(۹) رشد و ہدایت :۔

يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ (احقاف) — "حق سیدھی راہ کی طرف لے جانے والی ہے۔"

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۔ (اسرائیل ع ۱۱) — "ہم نے اسے حق کے ساتھ نازل کیا۔ اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوئی۔"

جب لفظ حق کے اتنے معنی ہوئے تو یقین کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک الحق ان جملہ معانی کے لحاظ سے منفرداً مجمعاً حیثیت سے بالکل درست ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ دین الحق کا مالک ہے۔
اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ دعوت الی الحق اس کے واسطے ہے۔
اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی جانب سے بشارت حقہ ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے اور فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی کتاب سراپا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے رسول حق پہنچایا کرتے۔ حق بنایا کرتے۔ حق دکھلایا کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حق کو نازل کرتا اور باطل کو مٹاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی خلقت اور صنعت میں بطلان نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے حقوق کو قائم کیا جس نے اہل حق کا حق ادا کرنا فرض ٹھہرایا۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے حضور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت پڑھا کرتے تھے

وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ	"اور تیرے لئے صفت ہے تو سچ ہے اور
الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ	وعدہ تیرا سچا ہے اور دیدار تیرا سچا ہے۔
وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ	اور بات تیری سچی ہے اور بہشت سچ ہے
حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اور آگ سچ ہے اور نبی تمام سچ ہیں اور محمد
حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ ۔	صلی اللہ علیہ وسلم سچ ہیں اور قیامت سچ ہے"

ان حقائق پر یقین کرو حقائق کو تلاش کرو۔ حق کے پیچھے لگ چلو۔ حق مانگو اور حق ہی پکارو۔

ایک مجمع میں منصور حلاج کا ذکر تھا۔ اہل مجلس سب صوفی مشرب تھے۔ میں نے کہا کہ منصور تصوف کا بھی مجرم تھا۔ سب نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کس طرح؟ میں نے کہا کہ منصور کیا کہتا تھا۔ سب نے بتلایا کہ وہ "اَنَا الحق" کہتا تھا۔ میں نے کہا کہ یہی تو جرم کی بات تھی۔ اَنَا کہتا ہے تو انانیت موجود ہے اگر انانیت کو کھو دیتا اور اَنَا کو کاٹ دیتا اور صرف حق حق پکارتا۔ تو اس کا پکارنا حق ہوتا۔ وَكَذٰلِكَ قَالَ لِيْ اَبِيْ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

یہ یاد رکھو کہ حقانیت اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ مقدس کو حاصل ہے اسی سے نور حقانیت جلوہ ریز ہوتا ہے۔ من بعد اس کی ذاتِ پاک سے جن جن اشخاص۔ جن جن اشیاء کو نسبتِ صحیحہ حاصل ہے۔ ان کو حقانیت حاصل ہے۔ کتاب رسول۔ قرآن۔ شریعت وعدہ، میزان، قیامت وغیرہ سب حق ہیں۔ کیونکہ حق نے ان کو حق بنایا ہے اور حق کے ساتھ ان کا ظہور ہوا ہے۔

اِس اسم سے تخلق کرنے والوں کو باطل سے گریز کرنا چاہیئے۔ باطل کا بطلان ضروری ہے۔ اے اہل ایمان! حق وہیں سے ملے گا جو خود حق ہے۔ قرآن حمید اور رسول پاک کے سوا حق اور کہاں؟

لوگ مشرق و مغرب میں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں مگر دربارِ مصطفوی کے سوا حق اور جگہ نہ ہے گا۔ وَالْحَقُّ اَقُوْلُ۔ اور میں (بھی) سچ کہتا ہوں۔

۴۴

اَلْوَكِيْلُ جلّ شانہٗ

وَكَلَ سے ہے۔ وَكَلَتِ الدَّابَۃ جانور تھک کر چلنے سے رہ گیا۔
وَكَل وہ انسان جو اپنا کام خود سرانجام دینے سے عاجز ہو۔
وَکَالت اپنا کام دوسرے کے سپرد کرنا۔
وَكِيْل بروزن فَعِيْل ہے۔ اس وزن کے الفاظ بمعنی مفعول بھی آتے ہیں اور بمعنی فاعل بھی۔

جب انسان کسی دوسرے پر اعتماد و وثوق کرتا ہے تب اسے وکیل کہتے ہیں۔ یعنی مَوْكُوْلُ الله

اللہ تعالیٰ کا نام بمعنی فاعل ہے۔ جس سے مراد حافظ ہے حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل میں یہی معنی ملحوظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ وکیل ہے کہ جملہ امور میں درستی و اصلاح اسی سے ملتی ہے۔
اللہ تعالیٰ وَكِيْل ہے کہ نظامِ عالم کا اعتماد اسی کی ذاتِ مقدس پر ہے۔
اللہ تعالیٰ وَكِيْل ہے کہ عاجز نوازی۔ بندہ پروری اسی کی شان ہے۔
موجودات کے جملہ امور کا سرانجام اسی کے قبضہ میں ہے۔ زمام اختیار اسی کے ہاتھ میں۔ ربّ العزّت کے کلام کو سنو۔ اپنے نفی سے وکالت کی نفی فرماتا۔
مَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۶) "ہم نے تجھے ان پر داروغہ نہیں بھیجا"
ارشاد فرماتا ہے اور پھر اپنی ذات کے لئے اس وکالت کا اثبات فرماتا ہے۔

وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ع ۷) " اور کافی ہے پروردگار تیرا کارساز "

اللہ پر اعتماد کرنے والے بھی وہ ہیں جو ایمان میں ترقیات حاصل کرتے۔ انعام پاتے نقصان سے بچے رہتے۔ فضل عظیم کے مستحق بنتے اور رضوان ربانی سے شادکام ہوتے ہیں

واضح ہو کہ توکل بھی اسی مادہ وکل (و۔ک۔ل) سے بنا ہے۔

قرآن و اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مقامات پر توکل اور اہل توکل کی مدح فرمائی۔ توکل کی تحریص فرمائی ہے۔

۱۔ سورۂ یونس (۹) میں ہے فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ "تب اسی پر اعتماد کرو اگر تم مسلم ہو" دیکھو، توکل کو شرطاً اسلام ظاہر فرمایا۔

۲۔ سورۂ ملک (۲) میں ہے اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا "ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کیا" یہاں توکل کو ایمان کے ساتھ بیان فرمایا۔

۳۔ نوح علیہ السلام سے جب ساری قوم پھر جاتی اور ان کی مخالفت و عداوت کا اظہار کرتی ہے تو وہ فرماتے ہیں۔

فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ (یونس ع ۸) "میرا تو اللہ پر اعتماد ہے تم اپنی سب تدبیریں کر لو"

۴۔ یعقوب علیہ السلام جب بنیامین کو مصر بھیجنے لگے۔ تب ان کے بھائیوں سے میثاق حفاظت لیا اور اس میثاق کے بعد فرمادیا۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ (یوسف ع ۸) "حکم تو اللہ کا ہے دوسرے کا نہیں۔ میرا اسی پر اعتماد ہے اور متوکل لوگوں کو بھی اسی پر اعتماد کرنا چاہیئے"

۵۔ سورۂ نمل ع ۷ کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ اہل کتاب پر حجت تمام فرماتا ہے قرآن مجید کا ہدایت و رحمت ہونا اور پھر اہل کتاب کے مختلف فیہ مسائل کا فیصلہ اپنے حکم سے ظاہر کر کے ارشاد فرماتا ہے:۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ۔ "اللہ پر اعتماد کر بے شک تو حق صریح پر ہے"

صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰھُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ۔

"یا اللہ میں تیرے سامنے سر جھکاتا ہوں، تجھ پر اعتماد کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تیری ہی جانب رجوع کرتا ہوں۔ تیری ہی مدد سے جھگڑتا ہوں۔ یا اللہ تیری عزت کی پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ تیرے سوا تو کوئی معبود نہیں مجھے گمراہی سے بچا۔ تو ہی زندہ ہے جسے موت نہیں جن اور انسان تو مر ہی گے۔

توکّل

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ فرماتے ہیں کہ توکّل تو عمل قلب ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ توکّل اعضا یا زبان کا کام نہیں اور اس کا شمار مدرکات و معلومات میں بھی نہیں بلکہ صرف دل سے ہے۔

سہل تستریؒ فرماتے ہیں۔ توکّل کے معنی یہ ہیں کہ" اللہ کے سامنے خود کو مردہ وار بنالے۔

ابن عطا فرماتے ہیں۔ توکّل یہ ہے کہ تیرے دل میں اسباب کی جانب میلان نہ پایا جائے۔ خواہ اسباب کی ضرورت کتنی ہی ہو۔

واضح ہو کہ بزرگان سلف کے اس بارہ میں اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے ترک اسباب کا نام توکل رکھا اور بعض نے ترک اعتماد بر اسباب کا نام توکّل بتایا۔ یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اعلیٰ مرتبہ یہی ہے کہ اسباب کو ترک نہ کرے مگر اسباب پر اعتماد کو کلیتہً ترک کر دے۔

واضح ہو کہ توکّل کی ابتدا صفات ربوبیت۔ قدرت۔ کفایت اور قیومیت کے عرفان سے ہوتی ہے اور توکّل کی انتہا علم الٰہی اور مشیت نا متناہی کی معرفت سے حاصل کی جاتی ہے۔ جس توکّل کو ان مقامات سے حاصل نہیں کیا گیا۔ وہ اہل ضلال کی توکّل ہے۔

یاد رکھو کہ توکّل کا برترین درجہ توحید پر منحصر ہے اور توکّل کی حقیقت قلب کو جملہ علائق

سے علیحدہ کرکے توحید پر ختم جاتا ہے۔

اسباب کا تعلق جوارح کے ساتھ لگا رہے گا۔ مگر اسباب کا تعلق قلب سے ذرا بھی نہ ہوگا۔ توحید قلب سے توکل ملتی ہے اور توکل سے توحید حاصل ہوتی ہے۔

موحد کی ہی شان ہے جس کے منہ سے نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ الْوَکِیْل زیبا ہے اسم اَلْوَکِیْل سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ تدابیر و اسباب مکاسب و اشغال سے علیحدہ نہ ہوں۔ مگر قلب کو ان سب سے علیحدہ رہنے کی تعلیم دیں۔

یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اسم الوکیل کا تعلق چند در چند اسماء حسنٰی سے ہے۔ بیشک اسم اَلْوَکِیْل کو غفّار، توّاب، عفوّ، رءوف، رحیم، فتّاح، وھّاب، رزّاق و معطی اور معز المذل اور خافض الرافع المانع سے نہایت گہرا تعلق ہے اور اُمید ہے کہ ان اسماء حسنٰی پر غور کرنے والا دین و دنیا کی بہتری و بہبودی کا جامع ہوگا۔

۴۵

اَلْقَوِیُّ جلّ شانہٗ

قوت سے ہے۔ قوت کا استعمال قرآن مجید میں چند مقامات پہ آیا ہے۔

سورۂ کہف میں ہے کہ جب ذوالقرنین نے تیسرا دورہ جانب شمال کیا تب وہاں کے باشندوں نے یاجوج ماجوج کے لوٹ مار کی شکایت کی تھی، اور ذوالقرنین کو خرچ (مصارف) دینے کا اظہار کیا تھا۔ تب ذوالقرنین نے نقدی لینے سے انکار کیا اور یہ کہا فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ۔ "مجھے کام کرنے والے آدمی درکار ہیں"

سورہ انفال میں حکم ہے کہ مسلمان اپنی حدود سلطنت پہ قوۃ کو موجود رکھیں وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّۃٍ۔ تم سے جہاں تک ہوسکتا ہے۔ دشمن کے لئے اپنی قوت اور طاقت کو تیار رکھو۔

صحیح مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منبر قوۃ کی تفسیر تیر انگنی سے فرمائی تھی۔ اب مفسرین قوت کے تحت میں جملہ آلات حرب کو مراد ربانی بتلاتے ہیں۔

سورہ بقرہ و اعراف میں ہے کہ بنی اسرائیل کو شریعت دی گئی تو ان کو حکم دیا گیا تھا کہ خُذُوا مَا آتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ : جو ہم نے تجھے دیا ہے اُسے قوت سے پکڑ رکھو۔ استقلال اور عمل مدام کے ساتھ اس شریعت کو پکڑ رکھو۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کی شرح میں ہے کہ نیکی کرنے کی طاقت اور بدی سے بچنے کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی سے ملتی ہے۔ یہ شرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فرمودہ ہے۔

قرآن مجید میں یہ نام اللہ تعالیٰ کے لئے انفال و مومن میں شَدِیْدُ الْعِقَابِ کے ساتھ اور سورۂ حدید و شوریٰ و ہود و حج میں اسم اَلْعَزِیْزُ کے ساتھ مستعمل ہوا ہے

اللہ تعالیٰ قوی ہے اور تمام قوتیں اسی سے حاصل ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قوی ہے اور اُسی نے جملہ مظاہر کو قوت ربانی سے ظہور بخشا ہے۔

اللہ تعالیٰ قوی ہے اُسی کا نام ضعیفوں کے لئے توانائی بخشنے والا ہے۔

دل کو قوتِ ایمان بخشتا ہے۔ رُوح کو قوت عرفان عطا کرتا ہے۔ قویٰ کو قوی بناتا ہے۔ جسم کو مضبوط بناتا ہے۔

اِس اسم سے تخلق کرنے والے کو جملہ قوت ہائے ظاہری و باطنی کی درخواست اُسی سے کرنی چاہیئے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ سورۂ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا نام ذُو الْقُوَّۃِ بھی آیا ہے اس اسم کے تحت یہ دعا یاد رکھنی چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ فِیْ رِضَاكَ ضُعْفِیْ وَخُذْ لِیْ الْخَیْرَ بِنَاصِیَتِیْ وَاجْعَلِ الْاِسْلَامَ مُنْتَھٰی رِضَائِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَاِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَاِنِّیْ فَقِیْرٌ فَارْزُقْنِیْ۔

"یا اللہ میں ضعیف و کمزور ہوں۔ میری کمزوری کو اپنی خوشنودی سے قوت والی بنا دے۔ میرے لئے بہبودی کو خاص کر دے۔ اور اسلام کو میرے لئے سب سے بڑی آرزو بنا دے۔ یا اللہ میں ضعیف ہوں مجھے قوت دے۔ میں ذلیل ہوں، مجھے عزت دے۔ میں فقیر ہوں مجھے رزق دے۔"

۴۶

اَلْمَتِیْنُ جلّ شانہ،

مَتُنَ مَتَانَۃً۔ صَلُبَ وَاشْتَدَّ وَقَوِیَ۔ فاعل کے معنی میں مَتْن اور مَتِیْن آتے ہیں۔

اسم پاک ہونے میں متین کے معنی یہ ہیں، وہ ذات قوی جسے اپنے افعال میں مشقت وکلفت اور تعب لاحق نہیں ہوتی۔ قوی اور متین میں تھوڑا سا فرق ہے۔ قدرت میں بالغ وتام کو قوی کہتے ہیں اور قدرت میں مضبوط وشدید کو متین بولتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے، فَقَامَ مُمْتَنًا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری طاقت واستقامت سے قیام فرمایا۔

قرآن مجید میں یہ اسم ایک ہی جگہ سورہ ذاریات میں آیا ہے اور اس کا استعمال ذُوالْقُوَّۃ کے ساتھ ہوا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ۔ "اللہ ہی ہے جو بہت رزق رساں قوت والا۔ طاقت والا ہے"

اللہ ہی ہے جو تمام مخلوق کو رزق رسانی فرماتا ہے۔ وہی ان تھک طاقتوں والا۔ وہی لامحدود قوتوں والا ہے۔

متین اللہ تعالیٰ کا اسم اس لئے بھی ہے کہ وہ مستقل بالذات ہے۔ قائم بالذات خود ہے۔ کسی دوسری طاقت کا محتاج نہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ متین ہے۔ ہر ایک استحکام وپائیداری اور شدت وقوت کا انضباط اس کے حکم سے ہے۔

اس اسم پاک سے تخلق کرنے والوں کو عقائد میں پختگی۔ اعمال میں مواظبت حاصل کرنی چاہیئے اور باوجود ہر قسم کی طاقت وحکومت وغیرہ کے اللہ تعالےٰ کے حضور میں خود کو خاضع وخاشع اور ذلیل وخوار رکھنا چاہیئے۔

۴۷

اَلْوَلِیُّ جل شانہٗ

وِلا سے ہے۔ وِلا کے معنی محبت۔ صداقت۔ قرب۔ قرابت اور ملک ہیں۔

وَلِیَ یَلِیْ وَلِیًّا اس سے قرب ہُوا۔ یا اس کا پیرو ہُوا۔

وَلِیَ وَلَایَۃً وَوِلَایَۃً اس پر قیام کیا۔ اس کا مالک ہوا۔ اس کی مدد کی۔

آیات ذیل پر غور کرو۔

(۱) فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّہٗ بِالْعَدْلِ۔ (بقرہ ع ۱۹) "نابالغ کا ولی اُس کی طرف سے انصاف کے ساتھ نوشت لکھ دے"

(۲) فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطَانًا (بنی اسرائیل ع ۴) "مقتول کے ولی کو ہم قاتل پر قابو دیتے ہیں"

ہر دو آیات بالا میں ولی بمعنی قرابتی مستعمل ہوا۔

(۳) کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (فصلت ع ۸) "دشمن کے ساتھ نیک سلوک کرو گے تو وہ بھی گرم جوش دوست ہو جاوے گا"

(۴) وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَھُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرًا۔ (شوریٰ) "ظالموں کی مدد، حمایت کوئی نہ کرے گا"

(۵) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ فَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ (شوریٰ ع ۱) "کیا لوگ اوروں کو اللہ کے سوا اولیاء پکڑ رہے ہیں۔ ولی تو صرف اللہ تعالیٰ ہے"

اللہ تعالیٰ کی ولا و ولایت کے متعلق مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو۔

(۱) اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ "اللہ تو ایمان والوں سے محبت کرنے والا ہے"

(۲) اَللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (آل عمران ع ۷) "اللہ تو مومنوں کا ولی ہے"

(۳) اَللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ (جاثیہ ع ۲) "اللہ تقویٰ والوں کا ولی ہے"

(۴) مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ (سجدہ ع ۱) "اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی نہیں"

(۵) هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۔ (الکهف ع ۵)	"پس تمام قدرت وطاقت اللہ ہی کے واسطے ہے جو معبودِ برحق ہے"
(۶) اِنَّ وَلِیِّ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ (اعراف ع ۲)	"میرا ولی تو اللہ ہے جس نے قرآن کو نازل فرمایا"
(۷) اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (یوسف ع ۱۱)	"اے رب دنیا میں بھی تو ہی میرا رب ہے۔ اور آخرت میں بھی تو ہی میرا ولی ہے"
(۸) مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۰ (العنکبوت ع ۴)	"جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو اولیاء بنا لیتے ہیں ان کی مثال اس مکڑی کی سی ہے جو گھر بنالیا کرتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ بودا، کمزور گھر تو مکڑی ہی کا گھر ہوتا ہے"
(۹) اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ ۰ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ۔	"یاد رکھو کہ اللہ سے محبت کرنیوالوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ انکا دل غمناک ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور تقویٰ کیا کرتے ہیں"

بے شک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور بندوں کے سب کاموں کی تولیت اسی کو حاصل ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور اس کی ولایت بندہ کو ایمان اور تقویٰ اور عبودیت سے حاصل ہوتی ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور اسی کی وِلا ومحبت کا نتیجہ ہے کہ اُس نے گمراہوں کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے اور اُسی کی صداقت اور محبت حاصل کرنے سے اللہ کے بندوں کو بھی اولیاء اللہ کا خطاب مل جاتا ہے۔ یہ وہ برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جو ایمان اور تقویٰ میں درجہ بلند رکھتے ہیں۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے۔ تدبیر و قدرت والا ہے۔ تصرف اور ملکیت والا ہے۔
واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا نام مَولیٰ بھی اس آیت میں ہے۔

وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ "تمہارا مولیٰ تو اللہ ہے جو علم والا حکمت والا ہے"
(تحریم ع ۱)

مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ (یونس وانعام) "اُن کا سچا آقا تو اللہ ہی ہے"

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود کو اللہ ہی کی ملکیت اور غلامی میں داخل کریں اور اللہ ہی کو اپنا کارساز سمجھیں اور اللہ ہی کی محبت کو کامل صداقت کے ساتھ دل میں قائم کریں۔ اُسے چھوڑ کر اِدھر اُدھر نہ بھٹکیں۔ سینہ میں دل ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کو ایک ہی کی نذر کر دیں جو وَاحِدُ الصَّمَد ہے، جو اَللّٰہ ہے۔ اس اسم کے متعلق یہ دعا یاد رکھنی چاہیئے۔

یَا وَلِیَّ الْاِسْلَامِ وَاَھْلِہٖ ثَبِّتْنِیْ حَتّٰی اَلْقَاكَ۔ "اے مالک اسلام کے اور اسلام والوں کے مجھے اسلام پر قائم رکھیو یہاں تک کہ میں تیرے سامنے حاضر ہو جاؤں"

---

۴۸ اَلْحَمِیْدُ جلّ شانہٗ

حَمْد سے ہے اور فعیل بمعنی فاعل ہے۔

واضح ہو کہ تین الفاظ ہیں جو متقارب المعنی ہیں۔ مدح۔ شکر اور حمد۔

مدح بہت ہی عام ہے۔ حتیٰ کہ نباتات اور جمادات کی تعریف پر بھی لفظ مدح کا اطلاق کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہنا کہ "یہ الماس نہایت قیمتی ہے" الماس کے لئے مدح تو ہے مگر شکر یا حمد نہیں۔

مدح کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ مدح میں جو صفت بیان کی جاتی ہے اس صفت کا ممدوح میں فی الواقع ہونا ضروری نہیں۔ شعراء زمانہ جو قصائد امرا و حکام کی تعریف لکھتے ہیں اُن کو اسی لئے مدح کہا جاتا ہے۔

مدح کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ مدح قبل از نعمت ہوتی ہے اور ہو سکتی ہے مگر

شکر بعد از نعمت ہوگا۔

اب شکر کو لیجئے۔ یہ مدح سے خاص تر ہے۔ یعنی صرف محسن و منعم کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوگا۔ غیر ذوی العقول کے لئے نہ ہوگا۔ نیز عطا، نعمت اور بذل احسان کے بعد ہوگا۔ قبل نہ ہوگا۔

اب حمد کو لیجئے۔ وہ مدح اور شکر کے معانی کا جامع بھی ہے اور اُن سے کچھ زائد معانی بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ لفظ حمد تو جملہ صفات جمالیہ کا جامع ہے۔ وہ ہر ایک وصف کو جو قدرت وحکومت۔ الٰہیت وعظمت پر حاوی ہے۔ اپنے اندر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا پر غور کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ اَلْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَیُّ يَا قَيُّوْمُ	" یا اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لئے کہ تیرے ہی لئے سب صفتیں ہیں تو ہی معبود ہے اے احسان کرنیوالے اے احسان کرنیوالے اے پیدا کرنیوالے آسمان زمین والے اے صاحب بزرگی اور عزت کے اے زندہ اے قائم "

غور کرو کہ پہلے اللہ تعالیٰ کو حمد کا مالک اور اسی کی تفصیل میں الوہیت۔ حنانت منت۔ ابداع۔ جلال واکرام اور حیات وقیام کا ذکر فرمایا۔ اس سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ حمد کس قدر جامع لفظ ہے۔ سورۂ فاتحہ میں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہ

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عام۔ رحمت کاملہ اور رحم تام اور ملکیت دوام کا ذکر فرمایا اور تب اس کا حمد کے ساتھ مختص ومالک ہونا ظاہر کیا۔

حدیث شریف میں ہے:۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ نِصْفُ الْاِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَاُهٗ۔

سُبْحَانَ اللّٰه کہنے سے میزانِ عمل آدھی بھر جاتی ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰه کا کہنا اُس کے پلڑے کو پورا بھر دیتا ہے۔

توصیف کے دو ہی پہلو ہوتے ہیں، منفی اور مثبت سُبْحَانَ اللّٰہ کہنا منفی صفت ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ عیوب و نقائص اور ارجاس و ادناس سے پاک ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا مثبت صفت ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ صفوت جمال اور محامد کمال اور محاسن جلال کا مالک ہے۔

اب قرآن مجید میں استعمال حمد کی آیات پر غور کرو۔

(۱) فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (الجاثیہ ع ۴)

"اللہ کیلئے حمد ہے جو آسمانوں کا رب ہے جو زمین کا رب ہے جو سب عالموں کا رب ہے۔ آسمانوں اور زمین میں کبریائی اسی کے لئے ہے۔ وہی ہے کہ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی۔"

غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو بیان کیا اور ربوبیت کی وسعت کی وضاحت کی۔ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا ذکر کیا اور اس کبریائی کے موطن بتلائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی عزت و حکمت کا بیان فرمایا اور ان صفات کے بعد اُس کی ذات کے لئے حمد کا اختصاص واضح کیا۔

(۲) وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔

"آسمانوں میں اور زمین میں عشاء کو اور ظہر کو حمد اسی کی ہوتی ہے۔ وُہی ہے جو مُردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے۔ وہی ہے جو زمین مردہ کو زندگی بخشتا ہے۔"

غور کرو کہ تبدیلیٔ اوقات اور تبدیلیٔ حالات اور تقلب مخلوقات کی صفات پر حمد کو مبنی فرمایا ہے۔

(۳) وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

"وہی ہے جو اللہ ہے اور کوئی معبود نہیں معبود تو وہی ہے۔ ازل و ابد میں حمد اور حکم اسی کو حاصل ہے اور سب نے اُسی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔"

زمانی کی اولیت و آخریت پر حمد کو حاوی فرمایا اور الوہیت کے اختصاص سے حمد

کی خصوصیت کا اظہار کیا۔ ان سب معانی کو پیش نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کا حمید، ملکُ الحمد ہوتا معلوم کرو۔ اب یہ بھی یاد رکھو کہ حمد کو اسلام کے ساتھ بھی ایک عجیب خصوصیت ہے:

۱۔ کتاب کا آغاز حمد سے ہوتا ہے؛

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام مُحَمَّد اور احمد ہے اور دونوں اسم پاک کا اشتقاق حمد سے ہے؛

محمد وہ ہے جس کی حمد وثنا مخلوق نے تمام مخلوق سے بڑھ کر کی ہو۔

احمد وہ ہے جس نے رب العالمین کی حمد وثنا تمام مخلوق سے افضل تر اور فزوں تر کی ہو۔

ترا محمد و احمد ازیں تو اند و زماں حمید باشد و محمود ذات سبحانی
فزوں تر از تو کسے را نہ حمد گفت جہاں نہ برتر از تو کسے گفت حمد یزدانی

تو آفتابی و از حمد سر بر آوردہ
تو ماہ و بر فلک حمد نور افشانی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ شفاعت کا نام "مقامِ محمود" ہے اور حضور کے اُس نشانِ محمدی کا نام جس کی تحت میں سیدنا آدم اور ان کے جملہ فرزندانِ مکرم یعنی انبیاء و رُسل ہوں گے "لِوَاءُ الحَمد" ہے

حضور کی اُمت کو میدانِ محشر میں حَمَّادُوْن کہہ کر پکارا جاویگا۔ حضور کی نسائے اُمت کو "حمادیات" کا لقب دیا گیا۔ جو شرم وحیا سے نگاہ نیچی رکھتی ہیں۔ جن کی آنکھ غیر کو دیکھنا پسند نہیں کرتی۔

اب اسم حمید کے استعمال کی حالت دیکھو کہ قرآن مجید میں کن کن اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔

(۱) اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ھود ع ۷) "وہ تو حمد والا مجد والا ہے"

(۲) تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (شوریٰ ع ۳) "یہ تو حکمت والے، حمد والے کا اُتارا ہوا ہے"

(۳) وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ (شوریٰ ع ۳) "وہ تو ولا کرنے والا۔ حمد والا ہے"

(۴) وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (بقرہ ۶) "جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہے"

یہ اقتران تبلاتا ہے کہ مجد و حکمت اور غناء و ولانیت کے احکام اسم حمید میں داخل ہیں ہاں اللہ تعالیٰ ہی جملہ ستودگی ہا کا مالک ہے۔ جملہ محامد کا مالک ہے۔ اہل ایمان کو اُسی کی تحمید و تمجید و تہلیل و تکبیر سے خانۂ دل کو آباد و شاد رکھنا چاہیئے۔
اور اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو محمود الافعال اور محمود الصفات بننے کی سعی کرنا چاہیئے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء تہجد میں ہے:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ وَاَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ

"اے اللہ اے ہمارے رب حمد تیرے ہی لئے ہے۔ آسمانوں اور زمین اور سب کا جو ان کے اندر ہیں قائم رکھنے والا تو ہی ہے۔ ہاں تیرے ہی لئے حمد ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان میں کی سب چیزوں کا نور تو ہی ہے۔ ہاں تیرے ہی لئے حمد ہے آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی سب اشیاء کا بادشاہ تو ہی ہے حمد کا مالک تو ہی ہے۔ تو ہی حق ہے اور تیرا فرمودہ بھی حق ہے"

۴۹
اَلْحَیُّ جل شانہٗ

حیات سے حی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام الحی اس لئے ہے کہ وہ لوازم حیات علم و قدرت۔ سمع و بصر اور ارادت و کلام والا ہے۔ وہ حیات ذاتیہ کا مالک ہے۔ اُسی نے ان کمالات کا مظاہر عالم ظہور میں دکھلایا ہے۔

۵۰
اَلْقَیُّوْمُ جل شانہٗ

قیام سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام القیوم۔ القیوم اس لئے ہے کہ وہ بذاتِ خود قائم ہے۔ اس کا قیام کسی دوسری شے پر منحصر نہیں۔ دیمومتِ ذات اسی کو حاصل ہے اور قیامِ ذات کی عزت کا وہی مالک ہے۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں اسمِ حیّ صرف ایک جگہ اکیلا آیا ہے۔

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ۔ (مومن ع ۷) "وہی ہے جو زندہ ہے اسکے سوا معبود بھی کوئی نہیں۔ تم اس کو پورے خلوص کیساتھ پکارا کرو"

باقی تین مقامات پر اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ مجتمعاً آیا ہے۔

(۱) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (آیۃ الکرسی البقرہ ع) "اللہ ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی تو زندہ و توانا ہے"

(۲) (ایضاً آل عمران ع ۱) (ایضاً)

(۳) وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ (طٰہٰ ع ۱۲) "زندہ و توانا اللہ کے سامنے سب چہرے جھک جائیں گے"

اَلْحَیُّ جب کہ علم باری تعالیٰ ہے تو اس کے معنی ہیں۔ باقی علی الابد۔ دائم بلا زوال جو ہمیشہ سے موجود اور ہمیشہ سے صفت حیات سے موصوف ہے۔ نہ کبھی عدم اس کے سابق حال ہوا اور نہ کبھی موت اس کے لاحق حال ہوگی۔ دیگر مخلوقات کے لئے کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کا فرمان رواں ہے۔

اَلْقَیُّوْمُ کے معنی مجاہد نے "ہر شے پر قائم" بتلائے ہیں۔ وہ قائم ہے دائم ہے موجود ہے۔ لازوال ہے۔ غیر متغیر ہے۔

ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور کو کچھ پریشانی لاحق ہوتی تو پڑھا کرتے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ

ایک بار سیدہ زہرا علیہا السّلام کو حضورؐ نے یہ پڑھنے کو فرمایا تھا۔

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ۔

"اے زندہ رہنے والے اے قائم رہنے والے میں تیری رحمت کا فریادی ہوں سب مجھے میرے نفس پر ایک چشم زدن کے لئے بھی مت چھوڑنا۔

اَبُوْدَاؤد کی حدیث

جامع الاصول میں بحوالہ رزین ابوہریرہؓ سے بہ روایت مرفوعاً ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے:

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیُّ یَا مُحْیِیْ یَا مُمِیْتُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

"اے زندہ و توانا جب کوئی بھی زندہ نہ رہے گا اس وقت بھی تو ہی زندہ ہو گا، اور اے انعام والے۔

۵۱
اَلْوَاحِدُ جل شانہ

وَحْدَت یگانگی اس کا فعل باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے آتا ہے۔ وَاحِدَ۔ وَحَادَةً وُحُوْدَةً۔ وُحُوْدًا۔ وَحْدًا او وَحْدَةً۔

وحید اس کا فعیل ہے جس کے معنی یگانہ ہیں۔

توحید اس کا تفعیل ہے جس کے معنی یگانہ گردانیدن ہیں۔

توحد اس کا تفعل ہے جس کے معنی یگانہ شدن ہیں۔

قرآن پاک میں لفظ واحد بطور اسم پاک اکیس مقامات پر آیا ہے اور غور کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا اقتران یا تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ ہوا ہے یا قَهَّارُ کے ساتھ یعنی لفظ واحد ایسا وحدت پسند ہوا کہ ترکیب اقترانی میں بھی وہ ایسے کلمہ یا اسم کے ساتھ مستعمل ہوا ہے کہ وہ تو دبھی شرکت سے دُور ہیں۔

اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ۔
"تم کو صرف ایک بات نصیحت کی کہتا ہوں"

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا
"وہ جسے میں نے تنہا بلا شرکت غیر سے پیدا کیا ہے"

حضرت عمر فاروق رضؓ کی صفت میں ہے،

لقد احدثت بہ امہ۔ "اس کی ماں نے یکتا بے مثل جنا۔ اُس کی ماں نے اُسی کو جنا"

بے شک اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اسی کی وحدت ذاتی ہے۔

مخلوق میں سے کسی کو بھی ایسی وحدت حاصل نہیں جسے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ذات پاک کے سوا جملہ اعیان و اجسام کا ظہور دو اصلوں سے ہے۔ آدم علیہ السلام جو یقیناً ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کی اصل بھی پانی اور مٹی ہے۔ پس جب جملہ اعیان اجسام کی پیدائش اَصلَین پر مبنی ہے تو ثابت ہو گیا کہ الواحد اللہ تعالیٰ ہی کا پاک نام ہے۔

واضح ہو کہ اعداد میں بھی سب سے پہلے عدد کو واحد (ایک) بولا جاتا ہے۔ یہ تو صفت عددی ہے، نہ وصف ذاتی۔ لیکن علماء ربانی اس سے بھی، اللہ تعالیٰ کے عرفان کی دلیل حاصل کر لیتے ہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ سے کسی دہریہ نے پوچھا کہ اللہ سے پہلے کیا تھا حضور نے فرمایا: کہ تجھے گنتی کرنا آتا ہے۔ وہ بولا۔ ہاں۔ فرمایا گنو۔ وہ گننے لگا، ایک دو، تین۔ چار، فرمایا۔ ایک سے پہلے کیا تھا۔ وہ بولا، ایک سے پہلے کچھ نہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضؓ نے فرمایا کہ اللہ بھی واحد ہے اور واحد سے پہلے کچھ نہیں ہوتا۔ وہی سب سے پہلے ہوتا ہے۔

احادیث پر نگاہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو کیسے کیسے اسالیب پاک سے بیان فرمایا گیا ہے،

۱۔ اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ لِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ (رواہ ابوداؤد عن عبداللہ خیام البیاضی رضی اللہ عنہ۔)	"یا اللہ جو نعمت آج مجھے حاصل ہے، یا تیری خلقت میں سے کسی اور کو حاصل ہے وہ سب تیری جانب سے ہے۔ تو واحد ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ حمد بھی تیرے لئے ہے اور شکر بھی تیرے لئے"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ دعا صبح پڑھ لی۔ اس نے دن کا حق

ادا کر دیا۔ جس نے شام کو پڑھ لی اس نے رات کا حق ادا کر دیا۔

۲۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ ۔ اخرجہ السنۃ الا النسائی عن ابن عمر)

"اللہ کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک بھی اُسی کا ہے اور حمد کا مالک بھی وُہی ہے اور وہی سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔ ہماری بازگشت اور توبہ اور عبادت اور سجدہ اور حمد اللہ ہی کے لئے ہے۔ اللہ نے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا۔ اور اپنے بندے کی مدد فرمائی۔"

یہ دعا حضور سفر سے واپسی کے وقت پڑھتے اور دعا سے پہلے تین بار اللہ اکبر کہہ لیتے۔

(۳) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۔ (مالک عن طلحۃ بن عبید اللہ

"اللہ ایک ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (ترمذی عن عمرو بن شعیب)

"اللہ ایک ہی ہے جو معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اسی کیلئے حمد ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بہتر ذکر جو میں نے کہا، اور جو مجھ سے پہلے انبیاء نے کہا وہ یہی ہے۔

۴۔ ترمذی بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کوئی شخص ایک دن میں سو بار یہ وظیفہ کرلے، اُسے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔ سو نیکیاں اس کی لکھی جائیں گی۔ سو بدیاں اس کی مٹا دی جائیں گی اور اس روز اسے شیطان سے حفاظت ہوگی اور اس روز اس سے اچھے عمل والا صرف وہی ہوگا جس نے یہی کلمات اُس سے زیادہ دفعہ کہے ہوں گے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ

"اللہ ایک ہی ہے جو معبود ہے اس کا کوئی

لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اسی کیلئے حمد ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے"

الغرض، ان ادعیہ کی نظم الفاظ پر تدبر کرو کہ وَحْدَہٗ کو کس طرح اوّل و آخر۔ کلمات اثبات توحید ورد شرک سے شدید و مؤید بنایا گیا ہے۔ جملہ روایات میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۔ بعد میں اور اسی سے معنی وحدت ہویدا ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدت اس کا اُلوہیت میں منفرد ہونا اور شرکت غیری سے پاک تر ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یکتائی۔ اس کا بے مثل۔ بےنظیر ہوتا ہے۔ وہ ایک ہے۔ یکتا ہے۔ بے ہمتا ہے۔

واضح ہو کہ توحید کے معنی قرآن مجید نے اسالیب۔ بدیعہ اور عبارات عالیہ اور امثلہ نفیسہ سے بڑی وضاحت اور متانت اور صحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔

الف۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر خود بھی شہادت ادا کی۔ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر پر شہادت دی کہ اس کے سوا اور کوئی بھی استحقاق الوہیت نہیں رکھتا، اس شہادت کا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں اپنا عرفان عطا نہ فرماتا تو بندہ کے لئے عرفان صحیح تک پہنچنا دشوار تھا۔

لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ ۔ میں تیری ثنا کا شمار نہیں کرسکتا۔ تیری ثنا وہی ہے جو خود تو نے فرمائی"

ربّ العالمین کی یہ شہادت ہی بیان و تعریف اور دلالت پر متضمن ہے اور اسی نے سمع و بصر و عقل کو شنوا و بینا و شناسا بنا دیا ہے اور اہل ایمان کے سامنے مسائل توحید کو واضح و اظہر و اثبت کر دیا ہے۔

ب۔ اس شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسل و انبیاء کو کھڑا کیا ہے جن کی تعلیم دلوں کے قفل کھول دیتی۔ آنکھوں کے حجاب دُور کر دیتی اور گوش کی گرانی کھو دیتی ہے۔ تصویب نظر کا طریق انہی کے نمونہ سے حاصل ہوتا ہے۔

ج۔ ان بیانات و ارشادات کی تائید میں صنائع الٰہیہ ہیں۔ جن کی صنعت و تاثیر اور افعال توحید الٰہی پر دلالت تام کاملہ رکھتے ہیں۔

د۔ ان سے آگے بڑھ کر مومن کا وہ اطمینان قلب و کشف غطا اور وہ شہود حقائق ہے جو تعلیم ربانی کے مقصود کو موجود بنا لیتی ہے۔ جو مطلوب کو مشہود ٹھہرا دیتی ہے، اور جس سے وہ توحید خالص (جو مشبہین و معطلین اور اہل حریت کے کلمات سے بہت صاف بہت روشن اور بہت بلند ہے) میرہن ہو جاتی ہے اور ایمان کو کامل۔ روح کو منور اور یقین کو حقیقت بنا دیتی ہے۔

تب بندہ بندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا ادب و جلال اس کے قلب پر متمکن ہو جاتا ہے اور اس حالت میں قولاً۔ فعلاً۔ عملاً بندہ کو موحد ہونے کا درجہ مل جاتا ہے۔

انوار۔ توحید ان آیات میں دیکھو:

۱- وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ (سورہ انبیاء ع۲)

"تجھ سے پہلے جتنے رسول بھی ہم نے بھیجے ان کو ہم نے یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا اور کوئی الوہیت والا نہیں لہٰذا تم سب میری ہی عبادت کرو۔"

۲- وَاسْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۔ (سورہ زخرف ع۴)

"تم سے پہلے جو ہم نے اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھ دیکھو کیا ہم نے (خدائے) رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی پرستش کی جائے۔"

۳- أَمِ اتَّخَذُوْا اٰلِهَةً مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ (سورہ انبیاء ع۲)

"کیا انہوں نے زمین کی مادی اشیاء کے معبود بنائے ہیں۔ کیا وہ زندہ بھی کر سکتے ہیں۔"

۴- لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (سورہ انبیاء ع۲)

"اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی کوئی معبود ہوتے۔ تب زمین و آسمان دونوں ہی تباہ ہو گئے ہوتے۔ پس پاک ہے اللہ عرش کا پالنے والا ان مشرکوں کی باتوں سے۔"

(سورہ انبیاء ع۲)

۵- أَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهِ اٰلِهَةً قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ

"کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود بنا رکھا ہے۔ کہدے کہ تم اپنے برہان تو پیش

وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ - (سورہ انبیاء ع۲)

کرو۔ میری کتاب اور مجھ سے پہلوں کی کتابیں تو موجود ہیں۔ ان ہی میں سے کسی میں اپنا مطلب نکال کر ثابت کرو۔"

قرآن مجید میں جملہ انبیاء کی زبان سے یہی حکم جاری کیا گیا ہے۔"

۶- اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ نحل۔ ۵

"اللہ ہی کی عبادت کرو اور تو کوئی بھی تمہارا معبود نہیں۔ ہر ایک امت میں ہم نے رسول بھیجے اسی پیغام کے ساتھ۔ کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔"

اس آیت میں ہر ایک اس چیز کی پوجا اللہ کے سوا کی جاوے طاغوت بتلایا گیا ہے اس لئے کہ شرک کی طغیانی کا وہ سبب ٹھہری۔

آیاتِ بالا میں توحید کی فنا و بقا بتلائی گئی ہے۔ نفی غیر فنا ہے اور اثبات حقیقت الوہیت بقا ہے۔

اثبات کی حقیقت یہ ہے کہ عبادت اور محبت اور خشیت و طاعت اللہ ہی کے لئے ہو۔ کسی غیر کے لئے نہ ہو۔

رجا و دعا اور تفویض و توکل۔ استغاثہ و التجا سب اس کی جناب سے ہو۔ ان سب امور کا تعلق کسی غیر سے نہ ہو۔

مندرجہ ذیل آیات قرآنی پر غور کرو،

۱- قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ انعام ع۲)

"کہدے کہ کیا اللہ کے سوا (جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنیوالا ہے) اور کسی سے میں دل لگاؤں گا"۔

۲- اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا -

"کیا میں اللہ کے سوا اور کسی کو فیصلہ کرنیوالا پسند کروں گا۔"

۳- قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ - قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ

"ان سے کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے تو صراط مستقیم کی ہدایت کر دی ہے۔ یہی دین ہے جو قیم اور مضبوط ہے، اور ابراہیم تو بالکل

وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ مشرک نہ تھا کہدے میری نماز۔ میری قربانی۔ میرا جینا میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

(الانعام ع۔۲)

یہی وہ توحید ہے جس کی طرف تمام رسل، انبیاء دعوت دیتے رہے۔
یہی وہ توحید ہے جو نجات کی کلید ہے۔
یہی وہ توحید ہے جس پر زمین و آسمان کا قیام ہے اور اسی توحید کا مالک الواحد ہے۔
بندہ کو اس اسم پاک کے ساتھ تعلق خاص پیدا کرنا چاہیئے تاکہ شرک اور اس کے جملہ اقسام سے علیحدہ۔ پاک۔ منفرد اور صاف ہو جائے۔

۵۲
الاحد جل شانہ

واضح ہو کہ ائمہ لغت کے نزدیک احد دراصل وحد تھا۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا ہے۔

ہاں معنی کے اعتبار سے بھی واحد اور احد ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ علامہ میر درد دہلوی لکھتے ہیں کہ جامع الدعوات بیہقی اور سنن ترمذی میں اسم احد بیان نہیں ہوا۔ البتہ جامع الاصول ابن اثیر کی روایت میں واحد الاحد مروی ہے۔

ہر دو اسماء کے متحد المعنی ہونے کا راز یہ بھی ہو گا کہ ہر دو اسماء توحید خالص پر دال ہیں اور ایسے اسماء اصلاً و معناً و دلالۃً بھی ایک ہی ہونے چاہئیں۔
علماء معانی نے ہر دو اسماء کی کچھ خصوصیات بھی بیان کی ہیں۔
واحد وہ ہے جو عدیم التجزی ہے یعنی جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا۔
احد وہ ہے جو عدیم الثنی ہے یعنی جس کی نظیر کوئی نہیں۔
لفظ واحد کا اطلاق محل اثبات میں دیگر اشیاء پر بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے رجل واحد و درہم واحد (ایک آدمی۔ ایک روپیہ) مگر لفظ اَحَد کا اطلاق اِثباتاً اللہ تعالیٰ

کے سوا اور کسی پر نہیں ہوتا۔ ہاں لفظ احد کا استعمال نفی دیگر میں ہوتا ہے اور اس وقت نفی نہایت مکمل نفی ہوتی ہے مثلاً لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ پر غور کرو کہ کفو الٰہی کی نفی لفظ احد سے کی ہے اور یہ ایسی نفی ہے کہ اس کے بعد کوئی استثناء وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ (ترجمہ) "ہو اللہ کا کفو کوئی بھی تو نہیں"

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن مجید میں لفظ احد بطور اسم پاک صرف ایک ہی مقام قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ میں مستعمل ہوا ہے اور یہ بھی دلائل احدیت میں سے ایک عجیب دلیل ہے احدیت اپنی شان میں ایسی مکمل ہے کہ تکرار لفظی بھی نہیں ہوا واہ۔ وا۔ مرحبا۔ زہے خوب!

اب یہ بھی غور کرو کہ اس مقام پر بھی اسم احد الف لام تعریف سے مستغنی ہے یعنی اسم احد اپنی ایسی شان میں جلوہ گر ہے کہ تعریف کی ضرورت نہیں اور احدیت ایسے کمال میں ہے کہ کسی زائد حرف کا نفاذ بھی نہیں ہوا۔

حدیث میں ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے التحیات کے تشہد میں دو انگلیوں سے اشارہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اَحِدْ اَحِدْ ایک انگلی سے۔ ایک انگلی سے۔ یعنی جب مشارٌ الیہ ایک ہے، احد ہے تو اس کیلئے بوقت اشارت بھی دو انگلیوں کی حرکت سے اشارہ روا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اَحد ہے۔ وحدت ذاتیہ والا۔ اس کی وحدت ذاتی ہی اس کی احدیت ہے سورہ اخلاص میں رب العالمین کی صفت فرمائی گئی ہے تو اسم جلالت کے ساتھ سب سے مقدم تر صفت احدیت میں فرمائی گئی ہے۔

اہل توحید کو لازم ہے کہ احدیت سے اپنی توحید کو مکمل کریں۔ شرک ظاہری و باطنی اور خفی و جلی سے قلوب کو پاک کریں۔

نیت و افعال و اعمال میں توحید اور اخلاص اور صدق کا پیدا کرنا، اُن کی مواظبت و محافظت بندہ کو اسم پاک احد کے انوار سے فیضیاب کر سکتی ہے۔

۵۳ الصّمد جل شانہ

اس اسم پاک کے لغوی معانی بھی ہیں اور شرعی بھی۔ ائمہ لغت نے بیان کیا ہے۔

صمد وہ ہے جس میں جوف نہ ہو۔

صمد وہ ہے جس میں احشانہ ہو۔

صمد وہ ہے جس میں سے کوئی شے خارج نہ ہو

صمد وہ ہے جس کی احتیاج سب کو ہو۔

اس معنی میں شعراء قبل از اسلام کے اشعار بھی ہیں۔

الابکر الناعی بخیر بنی اسد بعمرو بن مسعود بالسید الصمد

دوسرا کہتا ہے۔

علوته بحسام ثم قلت له خذها حذیف فانت السید الصمد

ائمہ دین کے اقوال یہ ہیں۔

صمد وہ حی القیوم ہے جسے زوال نہیں۔ (حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ)

صمد وہ سید ہے جسے کامل سیادت حاصل ہو۔ (اعمش عن شقیق)

صمد وہ سید ہے جو سیادت میں کامل ہو۔ وہ مالک شرف ہے جو شرف میں کامل ہو وہ عظیم ہے۔ جو عظمت میں کامل ہو۔

وہ حلیم ہے جو حلم میں کامل ہو۔

وہ علیم ہے جو علم میں کامل ہو۔

وہ حکیم ہے جو حکمت میں کامل ہو۔

صمد وہ ہے جو جملہ انواع شرف و سیادت میں کامل ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی صمد ہونے کی شان نہیں رکھتا۔ اس کا کوئی کفو نہیں۔ اس کی کوئی مثل نہیں واحد القہار۔ وہی ہے (علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رض)

صمد وہ ہے جو کھانا نہ کھائے۔ (حکیم ابن امان عن عکرمہ)

صمد وہ ہے جو نہ کھائے نہ پئے۔ (شعبی)

صمد وہ ہے جو پیدا شدہ نہ ہو جس سے کوئی پیدا نہ ہو کیونکہ ہر ایک پیدا ہونے والی شے کے لئے موت ہے ہر ایک مرنے والے کے لئے وارث ہے۔ اللہ کے لئے نہ موت ہے نہ وارث ہے کوئی اس کا کفو نہیں کوئی اس کا مشابہ نہیں۔ کوئی اس کے برابر کا نہیں کوئی اس کی مثال کی مثال جیسا بھی نہیں۔

صمد میں معنیٰ جامعیت پائے جاتے ہیں، مثلاً مکان، مرتفع، مضبوط کو اہل لغت مصمود کہتے یعنی قوت وتماسک واجتماع اجزا کی اوصاف کی وجہ سے۔ پس صمد وہ ہے جو اپنی ہستی میں مجتمع قوی ثابت ہو اور باقی سب لوگ اس کے احتیاج مند ودست نگر ہوں۔ وہی مرجع حاجات ہو اور منتہی کمالات (ابن تیمیہ)

صمد وہ ہے جو سید سب پر حکمران۔ (امام بخاریؒ)

واضح ہو کہ یہ اسم پاک بھی صرف سورۂ اخلاص میں آیا ہے۔ قرآن مجید کے دیگر کسی مقام پر نہیں آیا۔ یعنی جس طرح بلحاظ معنی عجیب ہے اسی طرح بلحاظ استعمال غریب ہے

۵۴

اَلْقَادِرُ جل شانہ

اندازہ۔ قدرت وتوانائی۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ جملہ ممکنات کی ایجاد اسی کی قدرت کا جلوہ ہے۔ جملہ تغیرات ارضی وسماوی۔ روحی ومادی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے سب کی طاقتیں ہیچ ہیں اور اس کی قدرت کے سامنے سب کے دعاوی ہیچ۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے جو اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (سورۃ قمر ع ۳) ہم نے ہر شے کو اندازہ کے موافق پیدا کیا" کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۔ (طلاق)
"اللہ نے ہر شے کا ایک خاص قدر رکھی ہے" اُس کی شان ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ: ہم نے پانی کو اُوپر سے اندازہ کے موافق آتارا ہے" سے اس کی قدرت نمودار ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ والحیات (واقعہ) ہم نے موت وزندگی کو تمہارے درمیان اندازہ کے موافق رکھا ہوا ہے" سے اس کی قدرت ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُوْنَ ۔ ہم نے اندازہ کیا اور ہم بہتر قدرت والے۔ بہتر اندازہ والے ہیں" سے اس کی توانائی آشکار ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ ۔ ہم نے چاند کی منزلوں کو مقدر کر رکھا ہے" سے زمین و آسمان کا زیر قدرت ہونا ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور کوئی انسان نہ اس کی قدرت کا اندازہ کر سکتا ہے اور نہ اُس کی شان کے موافق اس کی تعظیم کر سکتا۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (حج) اللہ کی عزت کا اندازہ یہ لوگ کر نہیں سکتے۔"

پس اَلْقَادِر اللہ تعالیٰ کا نام اس لئے بھی ہے کہ وہ قدرت والا ہے اور اس لئے بھی کہ قدر و اندازہ کا مالک ہے۔

قرآن مجید میں قَدِيْرٌ بھی بطور اسم پاک آیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلِيْمٌ قَدِيْر (سورہ نحل ع) "اللہ تعالیٰ تو علم والا ہے، قدرت والا ہے"
وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْر (روم ع ۶) اللہ تعالیٰ تو علیم و قدیر ہے"

اور بطور وصف تو یہ ۳۷ مقامات پر آیا ہے۔

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر ۔ (ہود) " اور وہ ہر چیز پہ قادر ہے"

یہ نام حدیث ترمذی میں نہیں ہے۔

علامہ ابن المرتضیٰ یمانی المعروف بابن القدیر (ولد فی شہر رجب ؁) نے اپنی کتاب

ایثار الحق علی الخلق میں بِنعمَ القادر کو بھی اسماء میں شمار کیا ہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنیوالوں کو لازم ہے کہ تمام عالم کو زیر قدرت الٰہیہ یقین کریں۔ معیشت میں تنگی و وسعت کو اللہ تعالیٰ کے قدر صحیح اور اندازہ صحیح کی تحت میں جان کر اُسے عین حکمت و دانائی سمجھیں۔

۵۵ اَلمُقتَدِرُ جل شانہٗ

اس اسم میں بمقابلہ اسم قادر مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو قدرت تامہ و کاملہ حاصل ہے۔ کمالات دائمیہ پر اُسے اقتدار کلی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر ع ۲) "قدرت والے بادشاہ کے پاس"

اَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر ع ۱) "غلبہ والے اور قدرت والے کا سا پکڑنا"

قادر اور مقتدر کے معنی میں وقوف حاصل کرنے کے لئے اُن آیات پر غور کرو جن میں ان اسماء کا استعمال ہوا ہے۔

اسم قادر کا استعمال خلق (پیدائش) احیاء قدر و اندازہ کے افعال پر ہوا ہے۔ اور مقتدر کا استعمال عزت و ملک و فرماں روائی کی شان کے ساتھ۔ یہی دونوں اسماء کے خصائص ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ المقتدر لازم و متعدی ہر دو معانی میں آتا ہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنیوالوں کو رب العالمین کے سامنے کامل اطاعت، اور فرماں برداری اختیار کرنی لازم ہے۔

۵۶ اَلاَوَّلُ جل شانہٗ

۵۷ اَلآخِرُ جل شانہٗ

۵۸ اَلظَّاهِرُ جل شانہٗ

۵۹ اَلبَاطِنُ جل شانہٗ

اَوّل اصل میں اَوْاَل (جمہور الاوسط) تھا یا بقول بعض وَوْاَل تھا بمعنی نخستین۔

اللہ تعالیٰ اوّل ہے۔ جملہ موجودات پر اس کی ہستی کو تقدم حاصل ہے اور جسقدر اوائل اضافیہ موجود ہیں وہ سب اس سے بعد کے ہیں۔ بدایات کی ابتداء اُسی کی اولیت سے ہے اور اس کی اولیت ہر ایک ابتداء سے برتر و بعید تر ہے۔ ذہنی و خارجی عرضی وعقلی موجودات کی ابتداء اُسی کی اولیت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اوّل ہے اور ماسویٰ کا ترتیب اسی کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اوّل ہے اور ہر شے کی اصل کا رجوع اسی کی جانب ہے۔

اللہ تعالیٰ آخر ہے یعنی فناء مخلوقات کے بعد اسی کی بقاء کو تاخر ہے اور جسقدر اواخر اعتباری ہیں ان سب کے بعد اسی کا قیام ہے۔ وہی ابدی الابدی ہے وہی ادوم بلانہایت ہے۔ ہر ایک نہایت کی انتہا اسی کی آخرویت کے تحت میں ہے۔ اسی کی ذات سب کی منتہا و مرجع ہے۔

جملہ جہات محسوسہ، معقولہ، مفروضہ، مجہولہ۔ ماضیہ و آتیہ اللہ تعالیٰ ہی کی اولیت و آخریت سے محدود و محاط ہیں۔

واضح ہو کہ اسماء پاک میں الاوّل والآخر دونوں اکٹھے مستعمل ہوتے ہیں۔

الظاہر۔ الباطن ۔ ان الفاظ کی اصل ظہر و بطن ہے۔ ظہر پشت کو اور بطن شکم کو کہتے ہیں۔ بعد ازاں ظہر اس چیز کو کہنے لگے جو ادراک حس میں آ جائے اور بطن اس شے کو جو مخفی از حس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهُ "گناہ کی بیرونی اندرونی کیفیتوں حالتوں سے علیحدہ ہو جاؤ"

بطانت کا لغت یہیں سے بنا ہے۔ جس کے معنی راز داری ہیں۔ وَلَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ "یعنی اہل ایمان دوسروں کو اندرونی معاملات کا راز دار نہ بناؤ"

اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ یعنی انسان اپنی معرفت بدیہیہ سے اسے پا سکتا ہے اور ہر ایک موجود شے ہستی باری تعالیٰ پر بہترین دلیل فطرت انسانی بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ باطن ہے۔ یعنی حقیقت عرفان کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ اپنی آیات سے اور باطن ہے اپنی ذات سے۔
اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اور سب پر محیط ہے۔
اللہ تعالیٰ باطن ہے اور کوئی ادراک اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لَاتُدْرِکُہٗ
اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن ہے اور اسی کی طرف سے نِعَمٌ ظَاھِرَۃٌ و انعامات باطنہ حاصل ہوتی ہیں وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً۔
اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ بداہت وجود اور شدت ظہور، بذریعہ دلالت مصنوع پر صانع اسی کے لئے ہے۔
اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اور جملہ ممکنات کا افتقار و احتیاج اس کی طرف ہے
اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اور اس کی آیات باہرہ انفس و آفاق میں روشن و تاباں ہیں۔
اللہ تعالیٰ باطن ہے کیونکہ اس کی کنہ ذات سے حس ابصار اور درک افکار کوتاہ ہیں
اللہ تعالیٰ باطن ہے۔ ستر کبریائی اس کا حجاب ہے اور حجاب کمال اس کا بطون ہے۔
ترمذی کی حدیث ابوہریرہؓ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کو یہ دعا سکھلائی تھی۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ	". یا اللہ ساتوں آسمانوں کے رب، اور
رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ	عرش عظیم کے رب ہمارے پروردگار اور
کُلِّ شَیْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرٰیۃِ وَالْاِنْجِیْلِ	سب چیزوں کے پروردگار، توراۃ اور
وَالْفُرْقَانِ خَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی	انجیل اور قرآن اتارنے والے، دانہ اور
اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ	گٹھلی کو زمین سے اگانے والے میں ہر
اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ	ایک شے (جو تیرے قبضہ میں ہے) کے
قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ	شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو اول ہے
بَعْدَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاھِرُ	تجھ سے پہلے کوئی شے نہ تھی تو آخر ہے
فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ	تیرے بعد کوئی شے نہیں۔ تو ظاہر ہے تجھ

فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَئٌ اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاَغْنِنِيْ مِنَ الْفَقْرِ۔ سے اوپر کوئی شے نہیں تو باطن ہے تجھ سے پرے کوئی شے نہیں۔ میرا قرض ادا کر دے اور مجھے تنگ دستی سے نجات دے۔

واضح ہو کہ ——— ہر دو اسماء اَلظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ہر دو مزدوج آتے ہیں۔

۶۰

اَلْوَالِی جل شانہ

ولایت بالفتح ہے جس کے معنی تولیت ملک وامور ہیں قرآن مجید میں ہے، وَمَا لَهُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۔ "اور نہیں ہے تمہارے لئے سوائے اُس کے کوئی والی۔"

لفظ مولی بھی اسی مادہ سے آتا ہے جس کے معنی بندہ آزاد شدہ اور آزاد کنندہ بندہ۔ حلیف۔ ابن العم۔ ہمسایہ کے ہیں۔ ایک کے کام کو دوسرا سرانجام دینے والا بھی مُولیٰ کہلاتا ہے۔ موالات بھی اسی مادہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ وَالی ہے۔ اسی کو تولیّت اُمور حاصل ہے اور اسی کا تصرف جمہور پر مسلّم۔ نصرت و استعانت۔ سلطنت و قدرت۔ تدبیر و تصرف اسی کو حاصل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی صحیح ترین معنی میں والی ہے۔ ہر شے پر اسی کی قدرت فرمانروا ہے۔

اسم ہذا سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ خود کو مملوک اور اپنی اشیاء کو مِلکِ رب العالمین سمجھتا رہے۔ احسان و خیر کا موقعہ غنیمت سمجھے قانونِ الٰہی کا پابند رہے۔

۶۱

اَلْمُتَعَالِی جل شانہ

یہ اسم قرآن مجید میں سورہ رعد میں آیا ہے، اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالُ۔

یہ اسم علا یعلوا سے ہے، اور اسم عَلِیُّ عَلِیَ یَعْلیٰ عَلاً سے ہے۔
عَلاَ یَعْلُوْ کا استعمال اکثر اجسام کے متعلق کیا جاتا ہے اور متعال میں علو کا مبالغہ شامل ہے۔
اللہ تعالیٰ کا اسم متعالی اس لئے ہے کہ وہ ہر ایک عالی سے برتر ہے ہر ایک مدعی علا کو پست کرنے والا ہے۔ علوّ نے اسی کی بلندی سے رفعت پائی ہے اور علو ذاتی اسی مالک کے لئے ہے۔

تَعَالَی اللّٰہُ الْمَلِكُ الْحَقُّ — "اللہ جو سچا بادشاہ ہے نہایت برتر ہے"
اسی کے لئے ہے۔
تعالیٰ جَدُّ رَبِّنَا — "ہمارے رب کی شان نہایت برتر ہے"
اسی کی شان میں ہے۔

مشرکین کے اوصاف شرکیہ سے اس کی شان برتر ہے اور واصفین کے اوصاف ناقصہ سے اس کی درگاہ عالی تر ہے۔

تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (نحل ع ۱) — "اللہ بلند و برتر ہے اُس سے جو شرک کرتے ہیں"
سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ (انعام ۱۰) — "اللہ پاک و برتر ہے اس سے جو لوگ توصیف کرتے ہیں"
سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ۔ (اسرائیل ۵) — "اللہ پاک و برتر ہے اس سے جو لوگ کہتے ہیں"

سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسم متعالی کی شرح میں یہ قطعہ کہا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصفِ تو ماندہ ایم

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو خضوع و خشوع جسمی و قلبی کا لزوم کرنا چاہیئے۔ اور بارگاہِ قدس کے حضور میں عاجز و درماندہ برخاک افتادہ رہنا چاہیئے۔

۶۲
البَرُّ جلّ شانہ

بَر تخفیف میدان (خشکی) کو کہتے ہیں۔ اس کی وسعت کا استعارہ لیتے ہوئے اُن جملہ اُمور خیر کو جن کی اکثر احتیاج انسان کو پڑتی ہے اور جن میں نوع انسان کے لئے توسیع ہے۔ بِر بحر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انواع بِر کا شمار کیا ہے۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ	"یہی نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے جانب
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ	مشرق ومغرب کر لیا کرو، نیکی تو اس کی ہے
الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ	جو (۱) اللہ پر۔ قیامت پر۔ ملائکہ پر۔ کتابوں پر
وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ	انبیاء پر ایمان لایا۔
وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی	(۲) جس نے خوشی اور محبت سے اہل قرابت
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ	اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور
السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی	سوالیوں اور آزادئ غلاماں میں مال خرچ کیا۔
الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ	(۳) جس نے نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ ادا کی۔
اٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ	(۴) جو لوگ عہد کر لینے کے بعد اپنے عہد کو
بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا ج وَ	پورا نباہتے ہیں۔
الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ	(۵) جو لوگ تنگدستی، بیماری اور حالتِ جنگ
وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا	میں صبر کرنے والے ہیں۔
وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔	یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے صدق کمایا اور
(البقرہ۔ ع)	یہی تقویٰ والے ہیں۔

ان انواع بِر کے بعد اللہ تعالیٰ کے اسم پاک برّ کے معنی سمجھو۔

اللہ تعالیٰ برّ ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر گوناگوں احسان فرماتا ہے۔ آلاء دنیا

عطا فرماتا ہے نعمائے آخرت ایثار کرتا ہے۔

وہی ہے جس نے انواعِ بِرّ و احسان کو بیان فرمایا، اور ورع و تقوٰی کی پابندی کا حکم دیا لہٰذا نیکی کنندہ۔ نیکی دہندہ وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی بڑا الرحیم ہے جس نے عاجز بندوں کو ابرار کا خطاب عطا کیا، ان کو نعیم کا عطیہ دیا۔ ان کو تختِ رفعت پر بٹھلا دیا۔ اُن کو معرفتِ ربّانی سے ممتاز فرمایا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ۔ "ابرار (نیکی کرنے والے لوگ) نعمتوں میں ہوں گے تخت پر جلوہ میں کئے ہوئے سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے۔ ان کے چہروں سے نازو نعمت کی تازگی ٹپک رہی ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ہی بڑا الرحیم ہے جس نے سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام پاک کو کِرَامٍ بَرَرَۃٍ (عزت والے۔ نیکو کار فرشتے) سفیروں کے ساتھ نازل فرمایا۔ بے شک اُسی کی ذات دائم الاحسان اور کثیر الرحم ہے، اس اسم کا استعمال صرف اسم رحیم کے ساتھ ہُوا ہے۔

اس اسم کے ساتھ تخلق کرنے والوں کو سورہ بقرہ رع ۲۲ کی آیت کے موافق اپنا عقیدہ اور قول و عمل کر لینا چاہیئے۔

۶۳
التَّوَّابُ جل شانہ

تَوب کے لغوی معنی بازگشت کے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاءِ سفر کو بروایت ابن عمر صاحبان صحاح نے (بجز نسائی) بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک ٹیلہ یا بلندی پر چڑھتے ہوئے تین بار اللہُ اکبر پکارتے اور اس کے بعد یہ کلمات فرماتے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی

لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر اٰیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ ۔

شریک نہیں۔ ملک اسی کا ہے۔ حمد اسی کے لئے ہے۔ وہ سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔ ہمارا آجانا۔ ہمارا لوٹنا اللہ کیلئے ہے۔ ہم رب ہی کی عبادت کرتے اسی کو سجدہ اسی کی حمد کرتے ہیں۔ اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی دشمن کے لشکروں کو اس اکیلے واحد خدا نے تتر بتر کیا۔

توبہ حقیقت شرعی میں اس کیفیت کو کہتے ہیں جس میں امور ذیل کا اجتماع پایا جائے۔

۱۔ موجودہ بُری حالت کو ترک کر دینا۔

۲۔ گزشتہ حالت پر ندامت کا اظہار کرنا۔

۳۔ آئندہ کو وہی بُرا فعل نہ کرنے کا عزم پختہ کرنا۔

۴۔ گذشتہ نقصان کے تدارک کی فکر کرنا۔

جب چاروں اُمور جمع ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے مجموعہ کا نام "توبہ" کہلاتا ہے۔

توبہ کا اُصول

قرآن پاک میں یہ بیان فرمایا گیا ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ٥ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ

"اللہ پر بازگشت ان لوگوں کے لئے ہے جو بُرائی جہالت سے کرتے ہیں اور پھر اس سے جلد ہی توبہ کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ اللہ بھی اُن پر توجہ فرماتا ہے اور اللہ تو علیم حکیم ہے توبہ ان کے لئے نہیں جو بُرائیاں کیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ

اِلَّا مَنْ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ (نساء۔ ع ۳)

ہیں نے اب توبہ کی۔ توبہ ان کے لئے بھی نہیں جو مرتے ہیں اور وہ اس وقت کافر ہوتے ہیں۔ یہ تو وہ ہیں جن کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔"

قرآن مجید میں دس مقامات پر اسم تَوَّاب آیا ہے۔ سورہ نُور میں وَاَنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ حَکِیْمٌ ہے۔ باقی آٹھ مقامات پر تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ہے اور ایک جگہ صرف تَوَّابًا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول فرمانا مبنی برا رحم ہے اور رحم الٰہی ہی اللہ تعالیٰ کا حکیم ہونا ظاہر کر رہا ہے۔

معافی کے جذبہ سے کوئی انسان خالی نہیں اور جو کوئی شخص شرافت ونجابت میں بڑھا ہوا ہے جس کے دل میں رحم۔ لطف۔ عطوفت مہربانی ہے۔ وہی اوروں سے زیادہ معافی دینے والا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سراپا رحمت، سراپا رحم ہونا مسلّمہ ہے لہٰذا اُس کا توبہ پذیر ہونا بھی ضروری ہوا تَوَّاب جو اسم پاک ہے اس کے معنی خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔

ھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ (شوریٰ)

"اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے"

غَافِرِ الذَّنْبِ قَابِلِ التَّوْبِ ۔ (مومن ع ۱)

"وہ گناہوں کا ڈھانک دینے والا، اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔

جب ہم توبہ کی حقیقت بتلا چکے کہ بُری حالت کا ترک کرنا۔ گزشتہ پہ ندامت کا اظہار کرنا۔ آئندہ بُرے فعل کے نہ کرنے پر پختہ عزم کرنا۔ تدارک مافات کرنا ہے تو پھر ایسی توبہ کی قبولیت سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جس کے پہلو میں دردمند دل اور رحم آمیز دل نہیں ہے۔

توبہ کا مسئلہ عین فطرت انسانی کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کا تَوَّاب ہونا اس کا عرفان صحیح ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ ۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ توبہ کرنا ہر شخص پر فرض ہے وَتُوبُوا اِلَی اللّٰہِ جَمِیعًا اس توبہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان بہترین اعمال میں ترقی کرے گا۔ محاسن اخلاق میں برابر بڑھتا رہے گا۔ اس کا مستقبل اس کے ماضی سے زیادہ شان دار ہوگا۔ وہ تدارک مافات کے اصول پر تھوڑی عمر میں اعمال خیر کا ذخیرۂ وافر جمع کرلے گا۔ یہ جملہ برکات توبہ سے حاصل ہوں گی۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنا فرض ہے سے

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوارِ خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

۶۴

اَلْعَفُوُّ جل شانہ

عفا عفوًا سے ہے جس کے معنی ترک کرنا چھوڑنا ہے۔ وَاعفُوا اللحیٰ داڑھی کو بڑھنے کے لیے چھوڑدو۔

عَفَتِ الرِّیحُ الدَّار ہوا نے نشانات مٹا دیئے۔

عَفُو۔ قصور کرنے والے کو پاداش نہ دینا۔ چھوڑ دینا۔

عَفُوٌّ۔ بہت چھوڑ دینے والا۔ بہت معاف کرنے والا۔

قرآن مجید نے معافی کی تعلیم ایک دلچسپ پیرایہ میں دی ہے۔ سوال یہ کیا گیا ہے۔

اَلَا تُحِبُّونَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ "کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے"

اس کا جواب مسلمہ طور پر یہی ہوسکتا ہے کہ سب لوگ کہیں گے کہ ہاں لہٰذا یہ تعلیم دی گئی۔ فَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔ "تب تم کو بھی لازم ہے کہ لوگوں کو معاف کیا کرو اور ان سے درگزر کیا کرو"

انسان کو لازم ہے کہ انسان کی تقصیرات کو معاف کر دیا کرے۔ کیونکہ انسان خود ہی چاہتا ہے کہ اللہ پاک اسے معاف کر دیا کرے یعنی اگر معافی کا اصول صحیح ہے اور انسان کا اللہ پاک سے عفو کی درخواست کرنا۔ معافی کی دعا کرنا۔ اُمید کرنا صحیح ہے تو اسی اُصول کا برتاؤ اسے اپنے کمزور ضعیف لوگوں پر بھی کرنا ضروری ہے۔

اگر یہ اصول صحیح ہے کہ کسی تقصیر والے کو پاداش سے نہ بچایا جائے۔ قصور کے مطابق سزا ضرور دی جائے تو خود انسان کو اللہ پاک سے بھی کچھ توقع امید رجا۔ آرزو نہیں رکھنی چاہیئے۔

قرآن مجید میں اسم عفو پانچ مقامات پر آیا ہے۔ چار جگہ اسم غفور کے ساتھ اور ایک جگہ اسم قَدِیْرٌ کے ساتھ آیا ہے۔

غفور کے ساتھ عفو کا ہونا غفران ذنب کی مکمل صورت کو پیش نظر کر دیتا ہے اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ غفران و عفو کی صفات اس ذات پاک میں ذاتی و نفسی ہیں۔ تصنع کو اس میں دخل نہیں۔

اسم قدیر کا ساتھ ہونا بتلاتا ہے کہ صفت عفو اسی کی جانب سے زیبا ہے جو اخذ اور پاداش پر بھی قدرت رکھتا ہو۔

عفو وہی عفو ہے جو قدرت والے کی طرف سے ہو۔ ورنہ اس کا نام تو عجز ہو گا۔

اللہ تعالیٰ عفوّ ہے اور ہر ایک باایمان کو معافی دینے کا حکم فرماتا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ۔ (اعراف ع ۲۴) "معافی کو اپنی عادت بناؤ۔ نیک کام کرنے کی ہدایت کیا کرو۔ جاہلوں سے منہ پھیر لیا کرو"

الحمد للہ کہ اسلام دنیا میں معافی۔ رحمت۔ درگزر۔ محبت اور تعاون صادقہ کی تعلیم لے کر آیا ہے۔ کینہ۔ عداوت۔ تعصب۔ نفرت سے اسلام بیزار ہے۔

ترمذی نے عائشہ صدیقہ رضی سے روایت کی ہے اور روایت کو صحیح بتلایا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر مجھے شب قدر مل جائے تو اس وقت

کیا دعا کروں۔ تب حضور نے یہ دعا سکھلائی :-

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ (ترمذی)

"یا اللہ تو عفوّ ہے۔ معاف دینا تجھے بہت پیارا ہے لہٰذا مجھے معاف فرمادے۔"

۶۵

الرّؤُفُ جل شانہٗ

رأف۔ رَأْفۃ۔ رَءُوف۔ رآفۃ ورِیف (رأفًا) سے ہے

رافت وہ مہربانی جس کا مقصد ازالہ ضرر اور دفع مکروہات ہو۔

بعض نے رافت کو اشد رحمت کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے رحمت کو عام اور رافت کو خاص بتلایا ہے کیونکہ رحمت کے معنی میں دفع ضرر کے علاوہ افضال وانعام بھی شامل ہیں۔ قرآن مجید میں اسم رءوف ۹ مقامات میں آیا ہے۔ دو مقامات میں رؤف بالعباد انفرادی حالت میں اور ۷ مقامات میں رءوف الرحیم مرکب حالت میں لہٰذا رؤف الرحیم بھی رحمٰن الرحیم کے معنی میں برابر ہو جاتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ رحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کہہ سکتے۔ مگر ان ہر دو اسماء کا اطلاق مومنین کے تعلق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی فرمایا گیا ہے۔ بیشک اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ پاک کی بڑی عظمت آشکار ہے۔

اللہ تعالیٰ رؤف رحیم عفویّت کے ساتھ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤف رحیم خصوصیّت کے ساتھ ہیں۔

ہاں اللہ تعالےٰ رؤف ہے۔ اس کی شفقت اس کا احسان تمام مخلوق پر بلا کسی سبب اور بلا کسی استحقاق اور بلا کسی درخواست کے عام ہے۔ ان حالات کے ساتھ احسان ونوازش انعام وپرورش فرمانا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

۶۶

اَلجَامِعُ جل شانہٗ

جَمَعَ کے معنی بعض شے کو بعض سے قریب تر کر دینے کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اجزاءِ مادہ کو جمعیت دی۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اربعہ عناصر کو باوجود مختلف امزجہ ہونے کے جمع فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے نباتات و معدنیات میں مختلف اقسام کی تاثیریں جمع فرمادیں

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین پر لاکھوں کروڑوں اقسام کے نباتات و حیوانات کو جمع فرمادیا

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سطح فلک پر کروڑوں اجرام سماوی کو ان کی باہمی کشش اتصال سے جمع فرمادیا۔

رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ (آل عمران)

"اے ہمارے رب تو سب انسانوں کو اس دن میں جمع کرنے والا ہے جس میں ذرا بھی شبہ نہیں"

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا (النساء ع ۲۰)

"اللہ تعالیٰ سب منافقوں، سب کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے"

اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (شوریٰ)

"مخالفین کو ملا دینے والا۔ متفرقین کو اکٹھا کرنیوالا وہ دن جب کہ اللہ سب رسولوں کو جمع کرے گا۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ (مائدہ ۱۵)

اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ جمعہ)

"جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑے چلے آؤ۔

اللہ تعالیٰ جامع ہے اور اسی نے جمعہ کو اپنے بندوں کے جمع ہونے کا دن بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ جامع ہے اور وہی جمعہ کے دن سب سے بڑا اجتماع اولین و آخرین مرسلین و منکرین کا میدان قیامت میں منعقد فرمائے گا۔

اسم ہذا سے تخلق کرنیوالوں کو سب سے پہلے جمعیت خاطر حاصل کرنی چاہیئے اور پھر کمالات کی طرف متوجہ ہو کر جامعیت کی شان پیدا کرنی چاہیئے۔

۶۷

اَلْغَنِیُّ جل شانہ

غِنیٰ غناءً غنیاً یا کثرت مال و اسباب کی وجہ سے جو کسی کا دست نگر نہ ہو۔
اللہ تعالیٰ کا نام غنی اس لئے ہے کہ وُہ اپنی مخلوق میں سے کسی شخص کسی شے کا محتاج نہیں۔ غنی مُطلق وہی ہے؛ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ
"اللہ تو جملہ عوالم سے مستغنی ہے"
قرآن مجید پر غور کرو۔ یہ اسم پاک اسم حمید۔ کریم۔ حلیم کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔
اللہ تعالیٰ غنی ہے اور جملہ نعوت و محامد و جلال و کمال کا مالک ہے۔
اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ اسے مخلوق سے کوئی احتیاج نہیں بلکہ وہ اپنے جود و کرم اور فضل و افضال سے سب کو سب کچھ دینے والا ہے۔
اللہ تعالیٰ غنی ہے اور بایں ہمہ سائلوں کے سوال اور گداؤں کی درخواستوں کو وُہ سُنتا ہے۔ پورا کرتا ہے۔ سب کی برداشت کرتا ہے۔
وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ "اللہ غنی ہے اور سب فقیر و حاجت مند ہیں"
اہل دنیا کی عادت ہے کہ کسی شخص کے پاس چار پیسہ دیکھے اور اُسے غنی کہنے لگے حالانکہ اگر چشم بصیرت سے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے۔

آنانکہ غنی تر اند محتاج تر اند

بھنگی۔ ماشکی، دھوبی، نائی۔ درزی۔ لوہار۔ ترکھان۔ معمار۔ مزدور کی کس کو احتیاج نہیں؟ ان کے بغیر دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی ایک دن بسر نہیں کر سکتا۔
اس سے آگے بڑھو تو بدن کو غذا کی ضرورت ہے۔ غذا کو باریک شریانوں میں پہنچانے کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ آفتاب کی حرارت اور روشنی کو معتدل پیمانہ میں ہم تک پہنچنے کے لئے ایتھر کی ضرورت ہے۔
آبپاشی و آب نوشی کے لئے بارش کی ضرورت ہے۔ ابخرہ پیدا ہونے کے لئے

سمندر کی ضرورت ہے۔ ابجرہ کو پانی بنانے کے لئے زمہریر کی ضرورت ہے۔ پانی کو ہزاروں کوس تک پہنچانے کے لئے بادلوں اور ہوا کی ضرورت ہے۔

الغرض ہر ایک انسان کو اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے دنیا کے ذرّہ ذرّہ اور پتّہ پتّہ کی ضرورت ہے۔ جو وجود اس قدر احتیاج مند ہو۔ وہ فقیر نہ کہلائے گا تو اس کا نام کیا ہوگا۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہی غنی ہے اور سب کے سب اس کے محتاج ہیں، نَحْنُ اَغْنِیَآءُ۔ ہم غنی ہیں ــــ کا نعرہ انہوں نے لگایا۔ جو معرفت سے بے بہرہ تھے۔ مگر جنہوں نے غنی مطلق کی آستان پر سر رکھا اور خود کو دنیا سے مستغنی جانا۔ وہ سب کی نگاہوں میں غنی نظر آئے یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ الآیۃ

اس اسم سے تخلق کرنیوالے کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو غنی مطلق کے دروازہ کا فقیر سمجھے۔ دریوزہ گری کے لئے دل و زبان کو مالک رفاہ عام کے سامنے کھول دے۔

اہلِ دنیا کو محتاج و گدا سمجھ کر خیر و شر کا کسی کے ہاتھ میں ہونا کبھی یقین نہ کرے۔ ہاں پروردگار عالم کے سامنے گڑگڑانے۔ مانگنے سوال کرنے کا عادی ہو جانا چاہیئے۔

سب اپنے اپنے حال میں ہیں احتیاج مند ۔۔۔ دل میں کسی کو جان کے حاجت روا نہ مانگ
مانگ اور مانگ تنگ سدا مانگ حق سے مانگ ۔۔۔ مت مانگ کچھ نہ مانگ بشر سے ذرا نہ مانگ
خالق سے مانگ تسمہ بھی ہو خواہ کفش کا ۔۔۔ سلکِ گہر اور رشتہ دریا عطا نہ مانگ
ہے دینے والا سب کو غنی الحمید ہی ۔۔۔ خلقت سے دے کے واسطہ کبریا نہ مانگ
لاؤ نعم کا زخم ہے دشنہ سے تیز تر ۔۔۔ مرہم برائے زخم۔ مرض کی دوا نہ مانگ
لے جائیگی اُڑا کے تجھے خود نسیم صبح ۔۔۔ اے کاہِ ناتواں کششِ کہربا نہ مانگ
محنت میں گنجہائے خداداد ہیں نہاں ۔۔۔ اکسیر کی تلاش نہ کر کیمیا نہ مانگ
اپنے ہی دست و بازو کی ہمت سے لے مدد ۔۔۔ تختِ شہی کے شوق میں ظلِ ہما نہ مانگ

سلمان ایک بات تجھے راز کی کہوں!
تو حق سے حق کو مانگ کبھی ماسوا نہ مانگ

۶۸

اَلنُّوْرُ جل شانہٗ

اوّل لفظ نُوْر کا استعمال قرآن مجید و احادیث پاک میں دیکھو۔

۱- ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا۔ "اللہ وہ ہے جس نے سورج کو ضیا اور قمر کو نور بنایا۔"

اس آیت میں ضیا کا درجہ نُور سے برتر رکھا ہے اور نُور کا لفظ محسوس شے کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

۲- جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ (انعام ع ۱) "اللہ نے تاریکی اور روشنی کو بنایا۔"

یہاں بھی محسوس چیزوں کا ذکر ہے۔

۳- یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظلمت اِلَی النُّوْرِ "تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔"

یہاں کفر و شرک کو تاریکی توحید و ایمان کو نور فرمایا ہے۔ ان چیزوں کا تعلق بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت سے ہے۔

۴- یَھْدِ اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (نور ع ۴) "اللہ اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے۔"

یہاں دینِ حقہ کو نور فرمایا ہے۔

۵- وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗ (اعراف) "اس نور کی پیروی کرو جو نبی کے ساتھ اتارا گیا ہے۔"

یہاں قرآن مجید کو نور فرمایا گیا ہے۔ اس کی دلائل و ہدایات خود اظہر و زہیں۔ اس کی تعلیم رُوح کو روشن قلب کو مزین کرنے والی ہے۔

۶- قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ (سورہ مائدہ - ع) "تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نُور، اور روشن کتاب آئی ہے۔"

اس آیت میں وجود باجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بتلایا گیا ہے۔

۷- اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ۔ "وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اُسے نور دیا کہ لوگوں میں اس نور کے ساتھ چلتا پھرتا ہے۔"

حالتِ کفر کو مُردہ سے تشبیہ دی۔ داخلہ اسلام کو زندگی بتایا اور اس درجۂ تکمیل کو جو اسلام میں ملتا ہے نُور بتلایا۔

آیت خواہ عمر فارُوقؓ کی شان میں ہے یا کسی دوسرے کی۔ بہر حال مومن کی شانِ ایمانیہ کو نور ظاہر کرتی ہے۔

۸۔ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ بِاَیْمَانِھِمْ۔ (حدید) "مومنوں کا نور قیامت کے دن اُن کے آگے اور دست راست پر چمکے گا"

یہاں نورِ اعمالِ صداقت کو نور فرمایا ہے۔

۹۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔ (تحریم ع۱) "مومنوں کی دعا ہے کہ اے رب ہمارے نُور کو مکمل فرمادے"

یہاں جو انزا اعمال اور افضال الٰہی کو نُور بتلایا ہے۔

۱۰۔ اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نور) "اللہ آسمانوں اور زمین کا نُور ہے"

اِسی آیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا نام "اَلنُّوْرُ" مروی ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاءِ تہجد میں سے ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا۔ وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَفَوْقِیْ نُوْرًا وَتَحْتِیْ نُوْرًا۔ وَاَمَامِیْ نُوْرًا وَ خَلْفِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَفِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔

"یا اللہ میرے دل میں نور ڈال دے اور میری بینائی میں نُور۔ میری شنوائی میں نور۔ میرے دائیں نُور، میرے بائیں نُور۔ میرے اُوپر نور میرے نیچے نور۔ میرے آگے نور۔ میرے پیچھے نُور اور نُور کو میرا بنا دے۔ میری زبان میں نُور۔ میرے بالوں میں نُور۔ میرے چہرہ پر نور۔ الٰہی مجھے نور عطا کر۔ الٰہی میرے نور کو بڑھا دے یا اللہ مجھے نور ہی بنا دے"

دعائے واپسی از طائف کا ایک فقرہ ہے:۔

اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِکَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ "میں اس ذاتِ پاک کے نور کے ساتھ پناہ

لَهُ الظُّلُمٰتُ وَصَلَحَ عَلَيْهِ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ پکڑتا ہوں جس نے ظلمات کو چمکا دیا اور اس سے دنیا و آخرت کے کام اصلاح پذیر ہوئے

صحیحین کی حدیث میں ابن عباس سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تہجد میں تھا۔

وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ۔ "تیرے ہی لئے حمد ہے اور تو ہی زمین و آسمان کا نور ہے"

حدیث وضو میں آتا ہے۔ جیسے رزین نے عبداللہ بن زیدؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ ہر ایک عضو کو دو دو بار دھویا اور اسے نُورٌ علیٰ نُورٌ فرمایا۔ صحیح مسلم کی حدیث عن ابی مالک الاشعری میں ہے اَلصَّلٰوۃُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَۃُ بُرْہَانٌ نورِ قلب۔ نورِ عقل۔ نورِ ایمان کے الفاظ بھی ایسے ہیں۔ جن کا استعمال مرویات میں موجود ہے۔ مسلم کی حدیث عن ابی موسیٰ میں ہے: حِجَابُہُ نُوْرٌ۔

ان تمام مواقع استعمال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے اسم پاک "النور" کے معنی متعین کرنے چاہئیں

صاحبِ معالم التنزیل نے اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کی تفسیر میں مندرجہ ذیل اقوال درج کئے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ اَللّٰہُ ہَادِی اَہْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

ضحاک مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

ابی بن کعب و حسن و ابوالعالیہ مُزَیِّنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

مجاہد مُدَبِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کی تائید خود قرآن پاک سے ہوتی ہے کیونکہ اسی آیت کے بعد آتا ہے: یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔

"اللہ تعالیٰ نور ہے اور اسی کے نور سے ہدایت ملتی ہے"

وہی مومن کے دل میں نور ڈالتا اور اسے ظلمات کفر سے نکال کر نور توحید میں لاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس کی کتاب بھی نور ہے۔

اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے اپنے رسول کو نور بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ نور ہے اور آسمانوں۔ زمینوں اور یہاں کی جملہ مخلوقات اسی کے نور سے فطرت کے صحیح اُصول کو لیتی اور اپنی اپنی استعداد جبلی کے موافق ترقی کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس کے بتلائے ہوئے اعمال بھی مومن کے لئے نور ہیں۔ ہر ایک نور کو ضیا و روشنی اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اسی کی ذات تمام انوار کو صادر کرنے والی ہے۔ مزید فہم معانی کے لئے آیت کے پیوستہ فقرہ پر غور کرو۔

مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ۔ اس جگہ مشکوٰۃ کو نور کا مشبہ بنایا ہے۔ مشکوٰۃ کی حقیقت معلوم ہے وہ نورِ حقیقی سے کیونکر درجہ میں افضل ہو سکتا ہے (تشبیہ کا مسلمہ قاعدہ یہی ہے)۔

لہٰذا مثل نورہٖ کنور مشکوٰۃ تسلیم کرنا ہوگا تاکہ نور کی مثال نور کے ساتھ درست ہو جاوے اور پھر مثل نورہٖ کو مثل نورِ ہدایت تعبیر کرنا زیادہ صحیح ٹھہرے گا۔

ہر ایک با ایمان کا ایمان ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ لہٰذا مشکوٰۃ یا نورِ مشکوٰۃ اصلی نور سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ نور ہے اور ہر ایک شے کو اس کے مصالح کے لئے حاوی اور ہر ایک زندہ کو اس کے منافع کا رہنما ہے۔

وہی ہے جس نے ہر ایک شے کو بنایا اور مقتضیاتِ فطرت کا راستہ دکھلایا۔ اللہ تعالیٰ نور ہے۔ وہی رب الانوار ہے۔ انوار الابصار۔ انوار البصائر کا پروردگار وہی ہے۔

۶۹
اَلْھَادِیْ جل شانہٗ

ھَدَاہُ۔ یَھْدِیْہِ۔ ھُدًی۔ وَھَدْیًا وَھِدَایَۃً وَھِدْیَۃً بمعنی ارشدہ۔ وضد اَضَلَّہٗ۔ ہدایت کے معنیٰ ہیں۔ دلالت بلطف۔

اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے چار مراتب ہیں۔

(۱) وہ ہدایت جو ہر ایک مخلوق جمادات۔ نباتات و حیوانات کو حاصل ہے اور جس

سے ہر ایک شے اپنی مقتضیات فطرت کو پورا کرتی اور ترقیات جبلی کو پورا کرتی ہے اس ہدایت کا ذکر اس آیت میں ہے رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی ۔

(۲) وہ ہدایت جس کی تبلیغ انبیاء علیہم السلام نے کی اور جس کی طرف مکلفین کو دعوت دی گئی اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّةً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ۔ الٓمّٓ

(۳) وہ ہدایت جس کے معنی توفیق ہیں۔ جس سے بعض عباد کو خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا ذکر ان آیات میں ہے ۔

(الف) وَالَّذِیْنَ اھْتَدَوْا زَادَھُمْ ھُدًی ۔

(ب) وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ

(ج) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ ۔

(د) وَالَّذِیْنَ جٰھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا

(ھ) وَیَزِیْدُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اھْتَدَوْا ھُدًی ۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن مجید میں جس مقام پر ظالمین کافرین کو ہدایت نہ کرنے کا ذکر کیا ہے ان مقامات پر اسی ہدایت قسم سوم کی نفی مراد ہے یعنی نفی توفیق مثلاً

(الف) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔

(ب) کَیْفَ یَھْدِی اللّٰہُ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ۔ (آل عمران ع ۹)

اس صراحت کے بعد ناظرین کو آیات ذیل کا توافق بھی معلوم ہو جائے گا۔

(الف) اِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

(ب) اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ۔

آیت اوّل کا تعلق ہدایت ع۲ سے ہے اور آیت دوم کا تعلق ہدایت ع۳ سے ہے نبی اللہ کا کام تبلیغ و دعوت فرمانا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کام توفیق عطا فرمانا ہے اللہ تعالیٰ ہادی ہے۔

(۴) وہ ہدایت ہے جو آخرت میں اہل ایمان کو حاصل ہوگی ۔ اپنے رب کو پہچانیں

گے راہ جنت سے واقف ہوں گے۔ املاک اور اہلیت جنت کی شناخت کریں گے۔ اس ہدایت کا ذکر، ان آیات میں ہے۔

(الف) سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ۔

اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے۔ وہی بندوں کو اصلاح امور معاش کی ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور وہی انبیاء کو حقائق اصلیہ اور حق محبت کی حقیقت سے آگاہ فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور وہی کشف والہام سے مخلصین کی ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے عقل وحکمت سے ارباب دانش کو ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور وہی توفیق خیر سے اہل طاعت کے قلوب کو معرفت کی ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور وہی استعداد فطرت کی عطا ودہش سے ہر مخلوق کی ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور وہی مشکلات ومصائب میں جب کہ عقل وہوش مارے جاتے ہیں اپنی طرف رجوع کرنے والوں کی ہدایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے اور رشد و رضوان کی جانب مومنین کو ہدایت فرماتا ہے

اللہ تعالیٰ ھَادِی ہے مگر فاسق، کاذب۔ کفار، خائن۔ مسرف اس کی ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اول ان عیوب کو ترک کریں جو ہدایت کی روک ہیں اور پھر چشم وگوش اور عقل وہوش کو احکام الٰہی پر لگا دیں۔ ہدایت اُسے رستہ بتائے گی۔ ہدایت اس کی رفیق راہ بن کر اسے منزل تک پہنچائے گی یہی وہ ہدایت جس کا سوال ہر ایک نمازی رب العالمین سے کیا کرتا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ (فاتحہ)

۷۰

البَدِیعُ جل شانہ

بَدَعَ بَدْعًا ۔ کسی شے کا بنانا۔ کسی سابقہ نمونہ اور مثال کے بغیر بنانا۔
بدعت کو شرعی معنی میں اس لئے بدعت کہتے ہیں کہ اس نئے کام کی کوئی وجہ شریعت میں بروئے حکم الٰہی یا حکم رسول موجود نہیں ہوتی۔
بدعت کی بابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ "جو کوئی شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نکالتا ہے جو ہمارے (عہد نبوی) دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ میں نہایت کثرت کے ساتھ یہ فرمایا کرتے تھے۔

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ۔ "ہر ایک نئی بات جو کوئی شخص دین میں نکالے وہ گمراہی ہے اور ہر ایک گمراہی جہنم میں ہے"

اللہ تعالیٰ کا نام بَدِیْعٌ سورہ بقرہ و سورہ انعام میں آیا ہے اور باضافت مستعمل ہوا ہے یعنی بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرمایا گیا ہے یعنی اللہ وہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا جبکہ پہلے سے ان کا کوئی نمونہ یا مثال موجود نہ تھی۔ یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ بَدِیْع فاعل اور مفعول ہر دو معانی آتا ہے اور ہر دو معنی اسماء حسنٰی میں داخل ہیں

۷۱

رَبّ جل شانہ

دراصل یہ مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں مستعمل۔ ربوبیت کے مفہوم میں داخل ہے۔ ایک چیز یا شخص کو درجہ بدرجہ ترقی دیتے اور پرورش کرتے ہوئے اسے درجہ تمام و کمال تک پہنچا دینا"

یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کہ وہ ہر ایک مخلوق کو پیدا کرتا اور اُسے احکام طبیعت وفطرت کے مطابق بڑھاتا، پالتا اور شرف لوعی میں درجہ بدرجہ بلند کرتا اور انتہائے کمال تک پہنچا دیتا ہے۔

جمادات و نباتات وحیوانات۔ ناسوت وجبروت و لاہوت کے عوالم میں کروڑ در کروڑ ایسی ایسی مخلوق موجود ہے، جس کی پرورش کی ضروریات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔ بلکہ ایک ہی درخت کے اندر جڑ، تنا، چھلکا۔ گودا۔ پھول۔ پھل۔ شاخ۔ پات کے اندر رنگ روغن، چمک دمک۔ تاثیر و مزہ۔ شکل و صورت کے لحاظ سے ہزاروں ایسی ضروریات ہیں۔ جن کا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ وہی ہے جو ان سب کی تربیت کرتا ہے۔ سب کو قائم رکھتا ہے۔ بڑھاتا ہے۔

عالم ناسوت میں تو ایک ایک کی طبیعت و دماغ اور قلب اور روح کے احوال مواجید ایسے ہیں جن کا نہ حصر ہے نہ شمار۔ لحظہ بہ لحظہ نئی دنیا نئی بستی جلوہ گر ہے۔ ان سب کی تربیت وہی رب العالمین فرمانے والا ہے۔ انسان کی معرفت کا آغاز صفت ربوبیت سے ہوتا ہے۔ پھر اُسے فرماں روائے مالک کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس کے بعد عرفان الوہیت کے دروازے اس پر کھلتے ہیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ میں بھی مراتب ثلاثہ بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہی وہ اسم پاک ہے جو دعا و خطاب میں اکثر مستعمل ہوتا ہے۔ تمام ایسی ادعیہ جن میں نعمت و رحمت اور غفران و مرحمت کے سوال ہیں اکثر اسی اسم رب سے شروع ہوتی ہیں۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم (رب۔ ربی۔ ربہ۔ ربنا۔ ربک۔ ربکم وغیرہ کی شکل میں ۸۰۷ دفعہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اضافت کے وقت کہیں مضاف کی عزت افزائی مقصود ہوتی ہے اور کہیں اس کی خصوصیات پر جلوہ افگنی فرمائی جاتی ہے۔

رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۔ رَبَّ هٰذَا الْبَلَدِ۔ رَبُّ الْفَلَقِ۔ رَبُّ الشِّعْرٰى۔
رَبُّ النَّاسِ۔ رَبُّ الْعَرْشِ۔ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۔ رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۔
رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمْ کی ترکیبوں کو دیکھو ۔ ہر ایک اضافت کن کن خصائص وحقائق کی رہنمائی کرتی ہے ۔

اس سے آگے بڑھو گے تو تربیت کے مختلف اسالیب ان الفاظ میں ملیں گے

صراط رب ۔ آیات رب ۔ کلمۃ رب ۔ رُسُل رب ۔ سبل رب ۔
عطاء رب ۔ کتاب رب ۔ عذاب رب ۔ رحمت رب ۔ امر رب ۔
رزق رب ۔ خراج رب ۔ حمد رب ۔ نعمت رب ۔ آلاء رب ۔ برکات رب ۔ جنود رب ۔ بطش رب ۔

یہ الفاظ کیا ہیں ۔ ہر ایک کی تحت میں پرورش و نگاہداشت کے بحور وفور جوش زن ہیں ۔

مربوب کی استحقاق واستعداد و قابلیت ذاتی و اضافی وطبعی کے مطابق ربوبیت کا فیضان جاری ہے ۔

دعوت وہدایت ۔ رجوع ورغبت اور استقرار وانتہا کے وہ مدارج ہیں ۔ جو جو در ربوبیت سے پل رہے ۔ بڑھ رہے ، پھل رہے ہیں ۔

ربوبیت ہی ہے جو ایک ہی وقت میں ایک ہی انسان کے معدہ وجگر اور قلب ودماغ ۔ اعضاء واحشا ۔ اعصاب و عظام کو جداگانہ کیفیات سے پال رہی ہے ۔ روح کو الوہیت سے قلب کو ربوبیت سے غذا پہنچا رہی ہے ۔ مادی اور غیر مادی قوی روحی وجسمی طاقتیں مختلف تاثیرات سے مختلف احوال ومواجید کو آغوش تربیت میں لئے ہوئے ہیں مربوب بے خبر مستفید بھی ہے اور کام گیر بھی ۔ چاشنی چش اور ذوق گیر بھی ۔ مگر ایسا غافل کہ اس سلسلہ اور سلسلہ کے مالک سے بے خبر اور دُور تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔

ہر انسان کو اور ہر باایمان کو اس اسم سے تخلق پیدا کرنا چاہیئے ۔ اس مولی کو جانے جو اس کے والد ووالدہ کا بھی مربی ہے ۔ جو ارزاق کا پیدا کرنے والا ۔ جو اگانے والی زمین ۔ برسانے

والے آسمان کو تربیت کرنے والا ہے جو ظل و نور کا خالق ہے۔ جو روح و مادہ کا خالق ہے اور جس کی صفت و ثنا میں صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ رب العالمین ہے لیکن اس لفظ عالمین میں کون کون عوالم داخل ہیں اور العلمین کے احاطہ میں کون سے ایسے جہاں آ گئے ہیں۔ ان کو کوئی نہیں جانتا۔ اس لیئے ہماری معرفت کی انتہا صرف یہاں ختم ہو جاتی ہے کہ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ۔

۶۲
مُبِین جل شانہ

بَانَ بَيْنًا جُدا ہوا یا پیوست ہوا (از لغات اضداد)

بَانَ بَيَانًا پیدا و آشکارا ہوا۔ مبین اسی سے ہے اور لازم و متعدی بہر دو معنی مستعمل ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اس کی کُنہ ذات تک رسائی محال ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور اس سے پیوستگی و تقرب کی راہیں کھلی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور مصنوعات کی ہر چیز اور ہر چیز کے اجزا اس کی قدرت و خالقیت کے مظہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ مُبین ہے اور جملہ بیّنات کا ظہور اسی کی تبیین سے ہے۔

اللہ تعالیٰ مُبین ہے اور آیات بیّنات کو ظہور میں لانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُبین ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو بَيِّنَةٌ بنا کر اُسی نے دنیا میں بھیجا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ۔ (بیّنہ)

"کتاب والے اور مشرک جو کافر ہیں باز آنیوالے نہیں تھے اس وقت تک کہ ایک کھلی دلیل اُن کے پاس نہ آجائے یعنی اللہ کا رسول"

اللہ تعالیٰ مُبین ہے اور کتاب مُبین کو اُسی نے نازل فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُبین ہے اُسی نے انسان کو بیان سکھلایا ہے۔
اللہ تعالیٰ مُبین ہے مگر عقل وفہم مخلوق کو ادراک ذات تک بون بیون حائل ہے ۔
اے ازلی الظہور اے ابدی الخفاء نُورُکَ فَوْقَ النظر حُسْنُکَ فوق الثناء
اس اسم پاک سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ دیدہ دگوش عقل وہوش کو واکریں بیّنات الٰہیہ کو دیکھیں۔ رسول پاک کے تو ربیّن پر نظر ڈالیں حق و باطل کے بون بعید کا اندازہ کریں۔ کتاب مبین کو سرمۂ چشم ایقان بنائیں۔

۷۲

اَلْقَدِیْرُ جلّ شانہٗ

قَدَر سے ہے۔ قدر کے معنی اندازہ اور طاقت و قدرت کے ہیں۔
اس مادہ سے چند اسماء حسنٰے آتے ہیں۔ القادِرُ۔ اَلْمُقْتَدِرُ۔ اَلْقَدِیْر۔ اور ہر ایک اسم اپنی وضع میں ایک خاص معنیٰ پر اشارہ رکھتا ہے۔ گو ہر ایک مشترک المعنی بھی ہے اَلْقَادِر۔ المقتدر کی شرح پہلے لکھی جاچکی ہے۔
قَدِیر۔ وہ ہے جو باقتضائے حکمت خود ہر ایک فعل کا فاعل ہے۔ اس طرح پر کہ اس فعل سے بڑھ کر نہ افزونی صحیح ہے اور نہ کمی۔
تقدیر بھی اسی مادہ سے ہے اور تقدیر الٰہی کی بھی دو صورتیں ہیں۔
اوّل۔ عطاء قدرت۔ یعنی بندہ کو کسی فعل کے سر انجام دینے کی قدرت و طاقت کا عطیہ محاورہ ہے۔ قَدَّرَنِیَ اللّٰہُ عَلٰی کَذَا۔ اللہ نے مجھے اس کام کے سرانجام دینے کی توفیق دی۔
دوم۔ وہ مقدار مخصوص اور طریق مخصوص جو باقتضائے حکمت ربانیہ صحیح و درست ہو مثلاً دانہ گندم سے گندم اور دانہ جَو سے جَو کا پیدا ہونا اور زمین میں کاشت کے بعد سرسبز ہونا۔
اس اسم پاک سے تخلق حاصل کرنیوالوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لامحدود

قدرتوں پر یقین کامل رکھیں اور مقدرات الٰہیہ کو عین حکمت ربانیہ سمجھ کر تسلیم و رضا کو مسلک خود قرار دیں۔

۴۸ اَلحَافِظُ

حِفظ سے ہے۔ حفظ کے معنی حمیت نفس ہیں۔ حفظ کے معنی ان صور و ہیئات و معانی کی نگہداشت ہیں جو نفس انسانی میں ایک حواس کے ذریعہ سے تمکن حاصل کرتی ہیں۔

حفظ کے معنی ہر ایک شے کے تفقد و تعہد و رعایت و نگہداشت ہیں تاکہ اُسے خرابی و تباہی سے بچایا جائے۔ تاکہ اسے قائم و بحال رکھا جائے۔

جملہ اشیاء عالم کا قیام اسی حفاظتِ الٰہی پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے۔ اور ہم ہر ایک اپنے محبوب و پیارے کو جب کہ وہ ہماری نگہداشت و تعہد سے دُور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی حفاظت میں دیا کرتے ہیں اور فَاللّٰہُ خَیۡرٌ حَافِظًا پڑھا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جس نے قرآن پاک کی نسبت وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوۡنَ فرمایا اور کل دنیا دیکھ رہی ہے کہ اس کی حفاظت نے آج تک کیا کچھ کیا۔

مصنفین اپنی کتابیں خود لکھتے ہیں اور اپنی اپنی فہم و ہمت کے موافق اس کی حفاظت و اشاعت کے وسائل و اسباب مہیا کرتے ہیں۔ پھر بھی ہزارہا تصنیفات ایسی ہیں جو دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں۔

بیسیوں اور سینکڑوں بادشاہ ہوئے۔ جنہوں نے آئین و قوانین کو کتابوں کی شکل میں مدون کیا ملک میں پھیلایا۔ صدیوں تک لاکھوں بندگانِ خدا میں وہی دستور العمل رہا۔ لیکن آج نہ اُن بادشاہوں کے نام باقی ہیں اور نہ ان کے قوانین کا نام و نشان موجود ہے۔

وہ تورۂ ایل خانی جو ہولاکو اور چنگیز کا دستور العمل تھا۔ جس پر شاماقی مذہب کا

دار و مدار تھا۔ آج کہاں ہے وہ ژند کہاں ہے جو خسروان کیانی کی قوم و سلطنت کا ضیا بخش تھا۔
وہ پازند کہاں ہے جو دودمان کے لہراسپ کا نور دیدہ تھا۔
وہ دساتیر کہاں ہے جو اردشیر بابکاں کی سلطنت کا فروغ تھا۔
وید کے متعلق کہا جاتا ہے کہ موجود ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ منتر اور برہمن بھاگ کے مجموعہ کا نام وید ہے آریہ کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ کو وید کی پدوی (منزلت) حاصل نہیں کیا ان ۳/۴ حصہ کو شامل کرنے والے ٹھیک کہہ رہے ہیں یا ۳/۴ حصہ کو خارج کر دینے والے۔
بائبل کے متعلق یہی حال ہے۔ یہود کا وہ فرقہ بھی ہے۔ جو کتاب پیدائش کو الہامی نہیں مانتا۔ وہ فرقہ بھی ہے جو غزل الغزلات کو ادبا شانہ راگ کہتا ہے۔ وہ فرقہ بھی ہے جو زبور میں سے صرف ۸ یا ۱ کو اصلی بتا کر باقی مختلف شاعروں کی تصنیف بتایا جاتا ہے۔
اناجیل کو لیجئے۔
انجیل متی کی بابت اکثر شارحین کی رائے ہے کہ وہ عبرانی میں لکھی گئی۔ جناب متی اور کسی زبان سے آشنا نہ تھے مگر آج عبرانی انجیل ناپید ہے۔ اب اس کے یونانی ترجمہ کو اصل بتانے لگ گئے ہیں۔ مگر یہ اب تک تحقیق نہیں ہوا کہ مترجم کون تھا۔ اور ترجمہ کی صحت کا ذمہ دار کون ہے۔
انجیل یوحنا کو لاہوتی انجیل کہا جاتا ہے مگر جب مصنف کی بابت تحقیق کیا جاتا ہے تو مصنف کا وجود مختلف شبہات کی ظلمات میں پوشیدہ ہے۔
لوقا کو اپنی انجیل کی بابت دعویٰ ہے کہ وہ بالتزام صحت لکھی گئی۔ مگر علماء مسیحی اربعہ اناجیل میں سے اسی کو زیادہ ضعیف اور غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔
مرقس نے تو دکچھ بھی نہیں دیکھا۔ اس نے جن لوگوں سے سنکر لکھا۔ اُن کا نام نہیں بتلاتا۔
دنیا کی تمام آسمانی کتابوں کا یہی حال ہے۔
آگے بڑھو تو معلوم ہوگا کہ قدرت ربانیہ نے ان کی حفاظت کو خود چھوڑ دیا ہے ثبوت یہ ہے کہ جتنی کتابوں کے آسمانی و الہامی ہونے کا دعویٰ کبھی کسی قوت میں اور کسی ملک و قوم میں کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کتابوں کی اصلی زبان اور لغت کو دنیا سے ناپید

کر دیا ہے کہ نہ وہ بولی۔ وہ زبان۔ وہ لغت دنیا پر باقی رہے گی اور نہ وہ کتاب عام طور پر پڑھی اور سُنی سُنائی جائے گی۔

بالمقابل اس کے قرآن مجید پر حفاظت الٰہیہ کو دیکھو کہ فاتحہ سے لیکر والنّاس تک اُس کا ایک ایک لفظ اور ہر ایک لفظ کی ایک ایک کسرہ و فتحہ و ضمہ و جزم و تشدید تک متواتر ہیں۔ جملہ فرقِ اسلامیہ میں مسلّمہ ہیں متفقہ ہیں۔ عربی زبان نہ صرف اپنی مستقر و مہبط وحی میں قائم۔ رائج۔ محکم و نافذ ہے بلکہ اُس کے دستِ راست و دستِ چپ کے ممالک بھی عربی زبان کا گہوارہ بن گئے ہیں مصر و شام کے باشندوں کی زبان عربی ہے۔

ان ممالک کے رہنے والے خواہ عیسائی ہیں۔ خواہ یہودی۔ خواہ قبطی ہیں۔ خواہ لینانی و دروشنی مگر زبان سب کی عربی ہے۔

یہ وہ قدرت کے محکم انتظامات ہیں جو قدرتِ بشریہ سے ارفع و اعلیٰ ہیں کہ قرآن مجید چین کی انتہائی مشرق سے لے کر مغرب اقصےٰ کے انتہائی کناروں تک ایک ہی طرز تحریر۔ ایک ہی رسم الخط میں حرف بحرف متفق و متحد الفاظ میں پایا جاتا ہے۔

وہی قرآن مجید قطب شمالی سے قطب جنوبی تک حفّاظ و علماء کی زبان پر اُسی طرح جاری ہے جیسے خاص مکہ و مدینہ میں۔ یہ جملہ انتظامات اسی مالک کے ہیں جو اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا اعلان کرنیوالا ہے۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو لکھنے پڑھنے سے بھی فارغ تھے۔

ہاں اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جو کتاب حفیظ کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جس نے سقف مرفوع کو شیطان مارد کی دسترس سے محفوظ بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جو مومن کی جان و ایمان کی حفاظت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جس نے کراماً کاتبین کو انسان کے اقوال و اعمال کا محافظ بنادیا ہے۔

اِس اسم سے تخلق حاصل کرنیوالوں کیلئے لازم ہے کہ اپنے مال و اولاد اور جان و ایمان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیدیں نفس و شیطان سے الگ ہو کر ربانی پناہ میں داخل ہو جائیں اور اس چار سوئے عدم میں جہاں انسان اکیلا آیا اور جہاں سے اکیلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو حافظ و محافظ سمجھیں۔ تاکہ جملہ بلیات و آفات ارضی و سماوی مادی و روحی سے محفوظ رہیں۔

۷۵

الکفیل

کِفْل : حصہ، بہرہ، قرآن مجید میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ آمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا۔

(الحدید۔ ع ۴)

"اے ایمان والو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت کے دو چند حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے نور مقرر کر دے گا۔"

کِفْل کسی کی ذمہ داری لینا۔ تعہد کرنا۔ قرآن پاک میں ہے: وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا یعنی زکریا علیہ السلام کو مریم علیہا السلام کی غور و پرداخت اور تربیت و نگہداشت کا ذمہ دار ٹھہرایا

کفیل وہ ہے جو دوسرے کی ضروریات پورا کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کفیل ہے۔ وہی ہماری حاجات کو پورا کرتا۔ وہی ہماری مرادات کو بر لاتا۔ وہی ہماری ضروریات کو مہیا فرماتا۔ وہی ہمارے مقاصد و مطالب کو مکمل فرماتا۔ وہی اعتماد ہے۔ وہی ہمارا ملجا و منجا و ماوی ہے۔ ہمارے رزق۔ ہماری عمر اسی کی کفالت میں ہیں۔ ہمارے جان و ایمان کا وہی کفیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے بڑھ کر اور کس کی ضمانت ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کفالت سے بڑھ کر اور کس کی کفالت ہو سکتی ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو زخارف دنیوی اور مال دنی کی کفالت کو ہیچ سمجھتے ہیں بلکہ ہر کام میں اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز و کارفرما اور کفیل سمجھتے ہیں۔

۷۶

الشاکر جل شانہ

شُکر کے معنی وضع لغت میں اس فربہی اور تیاری کو کہتے ہیں جو حیوان کے

جسم پر عمدہ عمدہ غذاؤں کے استعمال سے نمایاں ہو جاتی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:
حتّٰی اِنَّ الدّوابّ لتشکر من لحومھم

شکر کے معنی قبولیت و رضامندی ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کے فعل کو یا خدمت کو قبول کرتا اور اس پر رضامند ہو جاتا ہے تو اسے لفظ شکر کے استعمال سے ظاہر کیا جاتا ہے
وَکَانَ سَعْیُکُمْ مَشْکُوْرًا ۔ تمہاری کوششوں کو منظور کر لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ اپنے بندوں کی خدمات و طاعات کو قبول فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمالِ حسنہ سے رضامند ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ بندوں کی شکر گزاری کو شرفِ اجابت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ بندوں کی شکر گزاری پر نعمت مزید اور مزیّت جاوید عطا فرماتا ہے۔

شُکر

جب بندہ کی طرف سے ہو۔ تب وہ ارکانِ خمسہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۔ شکر گذار کا صاحبِ نعمت کے سامنے اظہارِ خضوع و خشوع۔
۲۔ شکر گذار کا صاحبِ نعمت سے محبت رکھنا۔
۳۔ اعترافِ نعمت کرنا۔
۴۔ نعمت کے بعد مصروفِ ثنا رہنا۔
۵۔ نعمت کا استعمال صاحبِ نعمت کی مرضی کے خلاف نہ کرنا۔

بزرگانِ دین کے اقوال بھی شکر کے متعلق شنیدنی ہیں۔

داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی میں تیرا شکر کیونکر کر سکتا ہوں۔ شکر کی طاقت بھی تو ہی عطا فرماتا ہے اور یہ نعمت مزید ہے اور شکر مزید کی خواہاں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں اب تو شکر گزار تھا۔

ابوعثمان کا قول ہے۔ شکر نعمت یہ ہے کہ تم کو شکر نعمت کے ادا نہ کرسکنے کا عجز معلوم ہو جائے۔ جنید بغدادیؒ کا قول ہے، شکر نعمت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو اس نعمت کے قابل نہ سمجھ۔ شبلیؒ فرماتے ہیں۔ شکر نعمت یہ ہے کہ نعمت دہندہ کو دیکھو اور نعمت کو نہ دیکھو۔ حدیث صحیح میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ مجھے تم سے محبت ہے لہٰذا تم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا مت بھولنا۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ط

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ وَلَا تعن علی وَانْصُرْنِیْ وَلا تنصر علی وامکر بی ولا تمکر علیَّ۔ و اھد نی وَیَسّرِ الھدی لِی۔ وَانصُرنی علی من بغی علی۔ ربِّ اجعلنی لكَ شَکَّارًا لكَ۔ ذَکَّارًا لكَ۔ راھِبًا لَكَ مطاوعًا لكَ مُخْبِتًا اِلَیْكَ اَوَّاھًا مُّنِیْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ۔ وَ ثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَۃَ صَدْرِیْ۔

"اے اللہ میری مدد فرما اور نہ مدد کر میرے خلاف اور نصرت فرما میری اور نہ نصرت کر میرے خلاف اور تدبیر فرما میرے لئے اور نہ تدبیر کر میرے خلاف اور مجھے سیدھی راہ چلا اور ہدایت میرے لئے میسّر فرما اور میری مدد فرما اس شخص پر جو مجھ پر بغاوت کرے۔ اے رب میرے مجھے اپنا شکر گزار بنا۔ اپنا ذکر کرنے والا بنا اور اپنے سے ڈرنے والا بنا اور اپنا تابعدار بنا اور اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا اور تیرے خوف سے آہیں بھرنے اور رجوع کرنے والا بنا۔ اے میرے رب میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھو ڈال اور میری دعا قبول فرما اور حجت ثابت فرما میرے دل کو سیدھی راہ دکھا۔ میری زبان درست کر اور میرے سینے سے تمام میل کھینچ ڈال"

الاکرم جل شانہ

کرم وہ شرف اور بزرگی ہے جو کسی شے کو اپنی جنس میں حاصل ہو سکتی ہے۔
دیکھو نباتات کے لئے وَ اَنْبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ
مکانات کے لئے وَ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ۔
گفتگو کے لئے وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا۔
قرآن مجید کے لئے اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ
اجر کے لئے۔ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِیْمٍ
فرشتوں کے لئے۔ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ۔
حاملانِ وحی کے لئے۔ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ
اس سے معلوم ہوا کہ اکرم کے معنی رب العالمین کی ذات میں وہ علو اور عظمت ہے جو اسی کی شان کے شایان ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور تمام عالم اسی کے جود و کرم کا بزلہ خوار ہے۔
اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور ہر ایک شے کو شرف و نجات اسی کی بارگاہ سے عطا ہوئی ہے۔
اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی نے رسول کریم کو شرف جاہ و کرم نفس سے ممتاز فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی کے جود و نوال سے انسان کو صورتِ زیبا، سیرتِ رضیہ حاصل ہوئی ہے۔
اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی کا غنا و کرم سب کو ناز و نعم عطا فرماتا ہے۔
یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم تھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا میں مکرم و معظم ہونے کا منصب عطا فرمایا۔
یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے جس نے ہم لوگوں کے لئے کتاب کریم نازل فرمائی ہے۔
اس اسم سے تعلق پیدا کرنے کے لئے لازم ہے کہ خود کو اسی کریم کے در کا گدا بنائے۔

عزت واکرام جاہ واحتشام اسی میں سمجھے کہ وہ ادنیٰ فقیر اس آستانہ کا ہے۔

۷۸

اَلْاَعْلٰی جل شانہٗ

اسم پاک اَلْعَلِیُّ کے تحت میں بحث ہو چکی ہے۔ یہ اسم عُلو سے ہے۔

اَعْلٰی وہ ہے کہ ملاء اعلیٰ بھی جس کی خشیت سے لرزاں و ترساں ہیں۔ اعلیٰ وہ ہے کہ ہر ایک شریک سے برتر ہے۔ وہ اسی فعل کو قبول فرماتا ہے جو خالصتاً اسی کی ابتغاء وجہ کیلئے کیا جاوے۔ اسی عبادت کو منظور فرماتا ہے جو اسی کی رضوان کے لئے ادا کی جائے۔ اس کی شان اس سے برتر و اعلیٰ ہے کہ اس کی قدرت یا حکم یا ربوبیت میں کسی کو ذرا بھی ساجھا حاصل ہو فَتَعَالَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ ۔ اللہ جو سچا بادشاہ ہے وہ نہایت بلند نہایت اعلیٰ ہے

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے لئے مثال بھی بلند سے بلند تر ہونی چاہیئے۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی

اللہ تبارک اسمہٗ ہی وہ اعلیٰ ہے جو اہل ایمان کو برتری بخشتا اور امن و اطمینان عطا فرماتا ہے۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔

اللہ تبارک اسمہٗ ہی وہ اعلیٰ ہے جو علو فساد کو بندوں میں پسند نہیں فرماتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کو تسبیح سجدہ قرار دیا ہے۔ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جس وقت مومن کا سر، چہرہ اور ناک زمین سے لگے ہوتے ہیں اس وقت اور اُس حالت سے بڑھ کر اور کوئی شکل ذلت و عاجزی کی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس تسبیح کے معنی یہ ہوئے بندۂ ادنیٰ کو رب اعلیٰ کے حضور میں ذلیل سے ذلیل شکل میں پیش ہونا چاہیئے۔ یہی صورت ہماری بلندئ درجات کی موجب ہے اور یہی ذلت ظاہری فی الواقع ارتقائے روح کی معراج ہے۔

اللہ کے بندے سینکڑوں ایسے ہیں جو سجدہ میں زمین پر گر جانے کے بعد ایسی ذلت ایسی کیفیت حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کی کسی نعمت کسی شئے میں اسکا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں۔

سر بزمین درت بر زدن و بر داشتن
نے بطریقت درست نے بحقیقت روا

اَلْخَلّٰقُ جل شانہ

باب اول میں الخالق ۸ پر شرح لکھی جا چکی ہے۔ خلّاق خلق ہی سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ قرآن پاک میں یہ اسم دو جگہ آیا ہے۔

سُورہ حجر ع ۹ میں ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ۔

سُورہ یٰسٓ ع ۵ میں ہے: وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ۔

ہر دو مقامات پر خلاق کو اسم علیم کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ خلق کی صفت میں کمال تام اُسی ذات کو حاصل ہو سکتا ہے جو علم تام کا بھی مالک ہو۔

اللہ تعالیٰ خلاق ہے۔ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ تم کو تمہاری ماؤں کے شکموں میں بناتا ہے (ایک بناوٹ کے بعد دوسری اور تیسری۔ اس جگہ جہاں تین تین تاریکیاں (پیٹ۔ رحم اور مشیمہ کی) ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ خلاق ہے۔ پیدائش انسان کو اس نے آیت ذیل میں ظاہر فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۞ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔

(مومنون ع ۱)

"ہم نے پہلے انسان کو صاف مٹی سے بنایا پھر انسان کی خلقت کو پانی سے بنایا جو رحم میں ٹھہرے پھر نطفہ کو جونک جیسا بنایا۔ پھر اُسے لوتھڑا گوشت کا کر دیا۔ پھر اس میں ہڈیاں پیدا کر دیں۔ پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت کا لباس پہنا دیا۔ پھر پیدائش کے اگلے درجہ تک ہم نے اُسے بڑھایا۔ بے شک بڑی برکتوں کا دینے والا وہ جو تمام صورت گردں سے بہتر اور پاکیزہ تر مخلوق پیدا کرتا ہے۔"

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ "آسمان اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا

بِالْحَقِّ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (سورۃ الملک ع ۱)	اللہ کی بنائی ہوئی کسی شے میں تم کوئی تفاوت نہیں پاؤ گے۔"
هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ (سورہ بقرہ ع ۳)	"اللہ وہ ہے جس نے زمین سب کی سب چیزوں کو آپ انسانوں کے نفع اور فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے"
سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (یٰس ع ۳)	پاک ہے وہ ذات جس نے ان سب چیزوں کو بھی جوڑا جوڑا بنایا۔ جن کو زمین اگاتی ہے اور انسانوں کو بھی جوڑا جوڑا بنایا اور اُن چیزوں کو بھی جن کو اب تک یہ لوگ نہیں جانتے

خلقت و پیدائش کی جن انواع و اقسام کا ان آیات میں ذکر ہے اس کی صحیح کیفیت مختلف علوم پر عبور کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن ایک سرسری نگاہ سے دیکھنے والا انسان بھی اگر مختلف مخلوقات کا ذرا سا تصور کرلے تو اُسے اللہ تعالیٰ کی خلاقی کا تھوڑا بہت عرفان ہو سکتا ہے۔

لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے نُور سے بنایا۔
لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے نار سے بنایا۔
لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے خاک سے بنایا۔
لاتعداد مخلوق وہ ہے جو ہوا میں اُڑنے والی ہے۔
لاتعداد مخلوق وہ ہے جو پانی کے اندر جینے والی ہے۔
لاتعداد مخلوق وہ ہے جو سطح ارض پر رہتی ہے۔
لاتعداد مخلوق زمین کے اندر اپنے گھر بناتی ہے۔
لاتعداد مخلوق چارپائے کے نام سے مشہور ہے۔
لاتعداد مخلوق صرف دو پاؤں پر چلتی ہے۔
پھر ہر ایک کے تحت میں سینکڑوں اصناف واقسام ہیں۔

ہر ایک کی طبائع و خواص الگ۔ ہر ایک کی غذا الگ۔ ہر ایک کا مقصد زندگی جُدا علم و ادراک ہیں۔ نشو و نما میں۔ توالد و تناسل ہیں۔ حیات و ممات ہیں سب کے طریقے جُدا جُدا ہیں۔

اس ادنیٰ تصور کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ وہ مالک کتنا بڑا خلّاق ہے اور ہر ایک مخلوق کے ساتھ اُس کا علم کتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو ایسے خالق کا بندہ ہے جو ایسے مالک کا فرمانبردار ہے۔

اس اسم کے متعلق یہ دعا یاد رکھنی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ خَلَّاقٌ عَظِيمٌ اِنَّكَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اِنَّكَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ الْبَرُّ الْجَوَادُ الْكَرِيْمُ اِغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَاسْتُرْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَ ارْفَعْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَلَا تُضِلَّنِيْ وَادْخِلْنِيْ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔	"یا اللہ تو بہت بڑا خلاق ہے تو سمیع ہے علیم ہے غفور ہے۔ رحیم ہے۔ عرش عظیم کا پالنے والا ہے۔ تو برّ اور جواد اور کریم ہے۔ مجھے معاف کر دے۔ مجھ پر رحم کر۔ مجھے عافیت دے۔ مجھے رزق دے۔ میری پردہ پوشی کر۔ میری دل شکستگی کو دُور کر دے۔ مجھے بلندی عطا فرما۔ مجھے رہنمائی فرما۔ مجھے گمراہ نہ کر۔ مجھے جنت میں داخل کر۔ اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔ اپنی رحمت سے رحم فرما۔"

۸۰

اَلْمَوْلٰى جلّ شانہٗ

وَلِیَ سے ہے۔ وَلَا کے معنی وہ تعلق ہے جو دو چیزوں کے درمیان ہو اس لفظ کا استعمال مکان یا نسب یا دین کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

السانوں میں لفظ مَوْلٰی کا اطلاق ابن العم۔ حلیف آزاد شدہ غلام۔ آزاد کنندہ

غلام۔ اور ہمسایہ پر کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر ایک وہ شخص جو ایکدوسرے کے کام کاج میں مدد دے ایک دوسرے کا مولیٰ ہے۔

ابن العم کے معنی میں ہے۔

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ : "میں اپنے چچیرے بھائیوں سے ڈرتا ہوں"

آزاد شدہ غلاموں کے متعلق۔

فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ "وہ تمہارے دینی بھائی اور مولیٰ ہیں۔"

اہل نسب کے متعلق،

وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (نساء ع ۵)
"ہم نے ہر ایک کے نسب والے مقرر کر دیئے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا بندوں سے تعلق بذریعہ وَلَاء ہے جس کے معنی محبت و نصرت اور صداقت ہیں قرآن مجید نے لفظ وَلَا کا استعمال ہر دو جانب کیا ہے۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی وِلا حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کو بندوں سے وَلَا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ "اللہ کے اولیاء کو نہ خوف ہوگا نہ حزن ہوگا۔"

اَللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ "اللہ مومنوں کا ولی ہے۔"

مگر لفظ مولیٰ اس معنی میں زیادہ خاص ہے۔ یعنی مومن کو ولی کا خطاب تو ملا۔ مگر مولیٰ کا خطاب نہیں یعنی قرآن مجید میں یہ نہیں آتا کہ مومن اللہ کے مولیٰ بھی ہیں۔ بلکہ قرآن پاک میں اِنَّ اللّٰہَ مَوْلَاہُ واقع ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کا بھی مولیٰ ہے اور مومنین کا بھی مولیٰ ہے۔

اس مثال سے معنی زیادہ صاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور وہی سچے صحیح معنی میں ہمارا آقا ہے مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور تمام مخلوق کو اس کے غلام ہونے کی عزت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور ایک دن آنے والا ہے جب هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ سچی ولایت اسی کی اس روز ہو گی۔

اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور اسی کی بہترین اعانت و نصرت ہمارے ساتھ ہے وہی نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ہے۔

اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور اس نے کفار و مومنین کے درمیان عدم موالات کا حکم دیا ہے لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران ع ۳) کمال ایمان یہی ہے کہ خود کو اللہ تعالیٰ کی تولیت میں سپرد کر دے۔ موالات و عدم موالات کا حصر مالک کی خوشنودی و رضوان پر رکھے۔

۸۱
النَّصِيْرُ جل شانہ

نصر و نصرت بمعنی عون و مدد ہے۔ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت اور اللہ کی جانب سے بندہ کی نصرت لفظ کا اطلاق بہر دو جانب ہوا ہے۔ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ۔ "تم اللہ کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت کرے گا اے لوگو اللہ کے انصار بن جاؤ"۔

اب یاد رکھنا چاہیئے کہ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ والے بندوں میں باہمی نصرت و امداد قائم ہو جائے۔ ایکدوسرے کا کام بنانے میں باہمی امداد کریں اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت حدود الٰہی کی رعایت۔ پابندی احکام اور نفرت از نواہی یہ سب نصرت کے معنی میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بندہ کو نصرت کے معنی تو صاف اور واضح ہیں۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ۔ (توبہ ع ۶) "اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے تو اللہ نے تو اس کی مدد اس وقت ضرور کی جب کافروں نے اُسے نکال دیا تھا اور اس وقت رسول دو میں سے دوسرا تھا اور وہ دونوں غار کے اندر رہتے تھے۔

یہ نصرت الہیٰ کا نمونہ تھا کہ نبی وصدیق دونوں غار کے اندر ہیں۔ کفار سر پر آ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ صدیق و رسول اُن سب کو دیکھ رہے ہیں۔ مگر ان دونوں کو دیکھنے سے سب کی آنکھیں کور ہیں۔ ڈیڑھ ہزار فٹ کی بلندی کے پہاڑ پر تو سب چڑھ گئے ہیں مگر دس فٹ کی گہرائی کے غار کو کوئی بھی تاک جھانک کر نہیں دیکھتا۔ عنکبوت کا دامن غار پر جالا تن دینا خواہ روایتہً کیسا ہی ضعیف ہو مگر قدرت الہیہ کا خود اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دینا تو بالکل صحیح ہے اور یہ معجزہ کی اعلیٰ قسم ہے۔ اوٹ کی چیز کا نظر نہ آنا معمولی بات ہے مگر اوٹ نہ ہو اور صحیح و تندرست آنکھ سامنے کی چیز کو نہ دیکھ سکے نصرت الہیٰ کی واضح مثال ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَأَیْتَ	"جب اللہ کی نصرت اور فتح پہنچی اور آپ نے
النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ	دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں سب ہی اقسام کے
اَفْوَاجًا۔ (نصر)	لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں"

اہل دنیا کی فتح حاصل کرنے کا نتیجہ کسی ملک کا قبضہ میں آ جانا۔ چند نفوس کا داخل رعایا ہو جانا قفل زدہ قلوب کا کھل جانا۔ دین الہیٰ کا دلوں پر قابض ہو جانا ہے۔ وہ نصرت الہیٰ اور فتح ربانی کا جو سیدنا و مولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ الناس یعنی نوع بشر کی مختلف اصناف میں دین الہیٰ داخل ہو گیا تھا۔

یہود کو دیکھو کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ امام یہود کے علاوہ مندرجہ ذیل سرداران یہود بھی غاشیہ بردار اسلام ہیں۔

شمعون بن یزید۔ عبدالرحمٰن بن مریر۔ کعب بن سلیم۔ مازن بن عضویہ۔ عطیہ رضی اللہ عنہم۔

نصاریٰ کو دیکھو کہ عدی بن حاتم۔ عروہ بن مسعود جن اوس عمر بن المسیح بن کعب۔ قیس بن حیدر۔ ہلب الطائی۔ ابومریم نذیر غسانی وغیرہ۔

ابناء فارس میں فیروز دیلمی۔ باذان۔ سلمان پارسی۔

فرزندانِ حبش بلال بن رباح۔ نابل حبشی۔ ابوایمن وغیرہ۔ اصمعہ شاہ حبش

اہل روم صہیب رومی۔ باقوم افریقی۔

اہل قبط جبیر بن عبداللہ۔

اہلِ عک بشیر بن جابر۔
اہلِ نمیر قرہ بن دعموس۔ نمر بن تولب العکلی۔
اہلِ حضر موت عبدالرحمٰن بن عائش۔ مخرمہ بن شریح۔
اہلِ نجد میں اثامہ بن اثال۔

بہت بہت لوگ ہیں کہ نصرتِ الٰہیہ نے ان کو دربارِ محمدی میں حاضر کر دیا تھا اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وہ کام کرتی ہے جو زر و مال۔ قوت بازو۔ مکر و تدبیر سے ہرگز ہرگز پورے نہیں ہو سکتے۔

یہ نصرتِ الٰہیہ تھی جس نے شبِ تار میں اہلِ یثرب کے چند نفوس کو اقتباسِ انوار کا موقع عطا فرمایا اور وہ آئندہ کیلئے انصار اور انکا شہر مدینۃ الرسول۔ کے نام سے مشہور ہوا۔

اللہ تعالیٰ نصیر ہے اور اس کی نصرت کا ظہور بشکل ہدایت ہوتا ہے وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا۔

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے اور اس کی نصرت بشکل ولایت دستگیرِ عباد ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے، ظالم و مشرک۔ نافرمان و سرکش اس نصرت سے محروم رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے اس کی نصرت سینہ کھول دیتی ہے: قلب میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اطمینان و نزول کا سکون ہوتا ہے۔ سکینہ کا تمکن ہوتا ہے۔ مصائبِ دنیا نگاہ میں خفیف ہو جاتی ہیں۔ اعتماد و وثوق فرشتے بن کر اہلِ ایمان میں ثباتِ قدم اور قرارِ دل پیدا کرتے ہیں فتحِ مبین نصرِ عزیز اہلِ ایمان کے یمین و یسار کو گھیر لیتے ہیں اور اس وقت کمزور سے کمزور بندہ ایسے ایسے نمایاں کام کر گزرتا ہے جس کے سرانجام دینے سے بڑے بڑے شاہ و حکمران عاجز ہوتے ہیں۔

اِس اسمِ پاک سے تخلق پیدا کرنیوالے کو لازم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی نصرت و رعایت کا ملتجی رہے کشود کار اسی کے ہاتھ میں سمجھے۔ یہ دعا یاد کر لینی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ	”یا اللہ جو کچھ تو نے مجھے علم دیا ہے اُس سے نفع بھی عطا کر اور جو چیز میرے نفع کی ہے

لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَّاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ اَللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ اَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيٰوةَ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِّيْ ۔	اس کا علم عطا کر اور مجھے علم میں ترقی دیا کر ہر حالت میں اللہ کا شکر ہے اور جہنمیوں کے حال سے اللہ کی پناہ ہے یا اللہ اپنے علم غیب اور قدرت کی طفیل مجھے زندہ رکھ۔ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو۔ مجھے وفات دے جب تیرے علم میں وفات میرے لئے بہتر ہو"

۸۲

اَلْاِلٰهُ جل جلالہٗ

اللہ تعالیٰ کا اسم جلالت اللہ ہے، لیکن اِلٰہُ بھی اسی کا ذاتی نام ہے۔ بعض نے تو لفظ اللہ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس پر الف ولام تعریف داخل شد ہے گواب کثرتِ استعمال سے وہ خود نفس کلمہ بن گیا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ "اِلٰہ" ہمارے مالک کا ذاتی اسم ہے۔

کلمہ طیب میں اور دیگر اکثر مقامات پر اس اسم کا استعمال بحالتِ نفی ہوا ہے۔ غور کرو۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه	"نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے"
وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَر	"اللہ کے ساتھ کسی اور کو الٰہ نہ ٹھہراؤ"
الٓمٓ۔ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ (ال عمران)	"نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے"

لیکن بحالتِ اثبات بھی اس اسم پاک کا استعمال قرآن حمید میں بکثرت ہوا ہے اور اسی لئے ضروری ہے کہ اسمائے حسنٰے کے ذیل میں اس کا جداگانہ شمار رکھا جائے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (بقرہ، ۱۰ ابراہیم رنحل)	"تمہارا تو وہی واحد الٰہ ہے"
وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ (زخرف ۹)	"وہی ہے جو آسمان میں اِلٰہ ہے اور جو زمین میں اِلٰہ ہے"
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ ۔	"الٰہ تو ہے تیرے سوا اور کوئی الٰہ نہیں"

نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ "تیرے الٰہ کی اور تیرے آباؤ اجداد کے الٰہ کی ہم عبادت کیا کریں گے۔" (بقرہ ۱۳۳)

اس اسم کے خصائص میں سے ہے کہ عبادت۔ دعوت۔ وحدت کو اس سے خاص تعلق ہے۔ جہاں کہیں یہ اسم ہوگا۔ صفاتِ بالا میں سے کسی نہ کسی صفت کا ظہور اس جگہ ضرور ہوگا۔ اس اسم سے تخلق پیدا نہیں ہو سکتا۔ البتہ تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ تعلق پیدا کرنے کے لئے اوّل اعتقادِ وحدت ضروری ہے۔ پھر دعوت ہو تو اسی نام کی ہو۔ عبادت ہو تو اسی نام کی۔ یہ اسم پاک تفرید و توحید میں ایک خاص شان رکھتا ہے۔ شرکِ جلی تو کیا شرک خفی بھی اس کی بارگاہ میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ توحید اور وہ بھی نہایت خالص تفرید اور وہ بھی نہایت صادق۔ جب بندہ کو حاصل ہو جائے۔ تب اس پاک اسم کے انوار متجلّی ہوتے ہیں۔ بندہ کی انانیت گم ہو جاتی ہے۔ اور عبودیت وضوحِ تام کے ساتھ نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد عرفانِ صحیح اور یقینِ تام کا فیضان شروع ہو جاتا ہے اور انہی دو شہ پروں کے ساتھ بندہ کو ترقی پر ترقی عروج پر عروج ملتا رہتا ہے۔ حتّٰی کہ عبد کامل امام الرسل محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا تاج اسے پہنا دیا جاتا اور وَاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا کے تخت پر متمکن کر دیا جاتا ہے۔

مبارک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ ایسا فائز المرام فرمائے۔

۸۳
اَلۡعَلَّامُ جل شانہٗ

قرآن مجید میں تین جگہ (مائدہ۔ توبہ۔ سبا) میں آیا ہے اور ہر سہ جگہ باضافت علّام الغیوب فرمایا گیا ہے۔ باب اول میں اسم العلیم ۱۹ کی شرح موجود ہے۔ علّام علم سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور علیم صفت مشبّہ کا۔

اب یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ صفت مشبّہ یہ ہے جس کا تعلق مطلقاً ذات و وصف سے ہوتا ہے اور اس میں زمان و مکان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لئے صفت مشبّہ

میں استقرار و دوام ہوتا ہے۔

فَعِیْلٌ صفت مشبّہ کے اوزان میں سے ہے[1]۔ مبالغہ میں موصوف کا اس صفت سے بکثرت موصوف ہونا مراد ہوتا ہے فَعَّال اوزان مبالغہ میں سے ہے اور علّام جو اس کے وزن پر ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ صفتِ علم کا ربّ العالمین کی ذاتِ پاک کے ساتھ بکثرت ارتباط ہے۔

لہٰذا عَلیم اور علّام بالاستقلال دو اسم ہوئے۔

اسم علّام کا غیوب کی طرف مضاف ہونا دراصل معنی کا وضوح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم نہ محتاج مادہ ہے اور نہ مفتقر معلوم ہے۔

اہل منطق علم کی تقسیم تصوّر و تصدیق پر کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا علم تو نہ حدوث کیفیت پر ہے اور نہ اثر معلوم کے حصول پر۔ اس کے علم پر اتحاد معلوم لازم نہیں آتا وہ شائبہ اکتساب سے پاک تر ہے اور اس لئے ماضی و حال و استقبال پر اُس کا علم یکساں ہے۔ انسان کا عالم اشیاء موجودہ و غائبہ کے ساتھ جداگانہ نسبت رکھتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا علم ایسی تفریق و تحدید سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان لانا لازم ہے۔

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کی تلاوت انسان پر افادہ علوم بھی کرتی ہے اور اس حیرت و ضلالت سے بھی رہائی دلاتی ہے۔ جو علم کی بحث میں منطقیوں اور فلاسفروں وغیرہ کو لاحق ہوتی ہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اپنے باطن کو علّام الغیوب کیلئے کم از کم اتنا درست تو بنالیں جتنا اپنے ظاہر کو ہم جنسوں کی نظر ظاہر بین کے سامنے درست بنالیا کرتے ہیں۔

---

[1] صفت مشبّہ عموماً ابواب ثلاثی مجرد سے آتی ہے۔ ہاں اگر دلالت فعل کسی رنگ یا عیب یا حلیہ پر ہو تب صفت مشبّہ کا بوزن افعل ہونا ضروری ہوتا ہے۔ دیکھو اسود۔ اعرج۔ ابلج۔

۸۴
اَلْقَاهِرُ جل جلالہ

قھر کے معنی غلبہ و چیرگی ہیں اور قاھر پہاڑ کی بلند ترین چوٹی کو بھی کہہ دیا کرتے ہیں
اللہ تعالیٰ قاہر ہے کیونکہ اُسے تمام مخلوق پر غلبہ تام حاصل ہے۔
اللہ تعالیٰ قاہر ہے کیونکہ بلندی ذات اور برتری صفات میں کوئی مخلوق اسکے برابر کی نہیں۔
اللہ تعالیٰ قاہر ہے کیونکہ اس کے حکم کے سامنے سب کے سب سرافگندہ و عاجز ہیں۔
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ۔" "وہ اپنے سب بندوں پر غالب ہے"
اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو غلبہ و طاقت کے وقت ضعفاء پر رحم کرنا چاہیئے۔ ابو درداء صحابی کہتے ہیں کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ عقب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔ فرمایا تیرا رب تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ جتنی تجھ کو اپنے غلام پر ہے۔ یہ سن کر وہ زمین پر گر گئے۔ غلام سے کہا کہ اپنا پاؤں معہ اپنے جوتا کے میرے رخسار پر رکھ دے۔ تب جاہلیت کی بو میرے دماغ سے نکلے گی۔
اَلْقَہَّار کی شرح باب اول میں پڑھو۔

۸۵
اَلْغَافِرُ جل شانہ

غَفَر کے لغوی معنی چھپانا۔ ڈھانپنا ہے۔
محاورہ ہے اِغْفِرْ ثَوْبَكَ فِي الْوِعَاءِ — کپڑے کو صندوق میں رکھ دو
اُصْبُغْ ثَوْبَكَ فَاِنَّهٗ اَغْفَرُ کپڑا رنگ لو۔ وہ میل کو چھپا لیتا ہے۔
مِغْفَر خود آہنی جو سر کو ڈھانپ لے۔
غِفَارَہ وہ رومال جو عورتیں سر پر ڈال لیتی ہیں کہ اوڑھنی چکنی نہ ہونے پائے۔
غفر ذنوب اللہ تعالیٰ کا گناہوں پر پردہ ڈال دینا۔ ستاری فرمانا۔ معاف کر دینا اعمالنامہ سے دور کر دینا۔

قرآن مجید میں غَافِرِالذَّنۡبِ باضافت صرف ایک مقام پر آیا ہے۔ دیگر مقامات پر غفور۔ وغفار کا استعمال ہوا ہے۔ جن کی شرح باب اوّل میں ہے۔ ہر سہ اسماء کا فرق بھی اسی جگہ تحریر ہے۔

مغفرت وغفران اللہ تعالیٰ کی صفت خاص ہے۔ دنیا میں اقبال جرم کے بعد پولیس و عدالت مجرم کو ماخوذ کرتی۔ سزا دیتی ہے۔ رب العالمین بندہ کو جب کہ وہ اعتراف گناہ کرے معاف فرما دیتا ہے۔

وَمَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللّٰہ۔ "اللہ کے سوا گناہوں کو اور کون معاف کر سکتا ہے"

۸۶
اَلۡفَاطِرُ جل شانہ

فَطۡر ابداع۔ پیدائش اوّلین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میرے پاس دو بدوی آئے وہ ایک دہنہ چاہ کی ملکیت کے دعویٰ دار تھے۔ اُن میں ایک بولا انا فطرتُھا میں نے اُس کا پاڑ کھودا تھا۔

فطرۃ اللہ الّتی فطر النّاس علیھا "وہ معرفت صحیح جو انسان کی بناوٹ میں ہے"
فاطرالسمٰوٰت والارض۔ "وہ مالک ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر بنا دیا"

اللہ تعالیٰ فاطر ہے وہی خالق فطرت ہے۔ وہی قانون نیچر کا بنانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاطر ہے اور اس کی پیدائش میں ذرا سا بھی فطور نہیں دیکھا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فاطر ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور اُسی کے حکم سے ان میں انفطار پیدا ہوگا اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ "جب آسمان میں شگاف پڑ جاویں گے"

اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا۔ وہی مٹانے والا ہے۔

مخلوق میں سے نہ تو کسی میں آسمان جیسی شے پیدا کرنے کی طاقت ہے اور نہ کسی میں ایسی شے کے مٹانے کی قوت وَلَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاُوۡلٰی وَالۡاٰخِرَۃِ "میرے مالک کا ہر ایک کام پہلا اور پچھلا" اس کی کمال و جلال پر دال ہے۔

۸۷

اَلْمَلِیْکُ جلّ شانہ

مُلک سے ہے۔

مالک اور ملک اور ملیک تین الفاظ ہیں جو متقارب المعنی ہیں۔

مالک مِلک اور مُلک دونوں سے آتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے مالک بلا اضافت نہیں آیا۔ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْن آیا ہے اور اس کے معنی بھی اللہ تعالےٰ نے خود ہی فرما دیئے ہیں۔

یَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا وَّالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ۔ "یوم دین وہ ہے جس روز کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ذرا سا بھی کام نہ آئے گا اور اس روز ساری حکومت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی۔"

آیا ہے اور اس کی معنی بھی قرآن حمید میں بتلا دیئے گئے ہیں۔

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔ "جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے۔ ملک لے لیتا ہے۔"

مالک بلا اضافت داروغۂ جہنم کا نام بتلایا گیا ہے وَنَادَوْا يَا مَالِكُ (زخرف)

مَلِک قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے آیا، اور دوسروں کے لئے بھی۔ اللہ تعا کے لئے ہے۔ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ (حشر۔ جمعہ۔ طٰہٰ)

بشر کے لئے قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ بادشاہ نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ۔ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشا بنا دیا ہے۔

مَلِیْک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے مستعمل نہیں ہوا۔

مَالِک فاعل ہے مَلِک فعل ہے جو اوزان مبالغہ میں سے ہے اور مَلِیْک فعیل ہے۔

فَعِیل میں بمقابلہ فاعل و فعل یہ مزید خوبی ہے کہ اس صفت کا لزوم خود ذاتِ موصوف سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے کیوں کہ اس کی ملک داری میں کسی دوسرے کو شرکت حاصل نہیں وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ۔

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے کیونکہ ہر شے کی ملکوت (جان) اُسی کے قبضہ میں ہے۔ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ (یٰسٓ)

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے اور جسے چاہتا ہے چند روزہ حکومت عطا فرما دیتا ہے۔ وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ۔

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے اور وہی اپنے بندوں کو نَعِیْمٌ عقیم اور ملک کبیر عطا فرمائیگا

اللہ تعالیٰ ملیک ہے۔ ملائکہ اور ملوک اسی کی ملک ہیں۔

مُلک اور ملکوت اسی کے امر کی تحت میں ہیں۔

اس اسم پاک سے تخلق تو کیا۔ ہاں تعلق ہوسکتا ہے۔ خود کو ادنیٰ ملک یمین سمجھو۔ ادنیٰ غلام سمجھو، ہر شے کا مالک حقیقی۔ ہر شخص کا مالک حقیقی اسی کو سمجھو جس کی سلطنت ازل و ابد پر حاوی ہے جو گدا کو تاج پہناتا ہے اور تخت نشینوں کو دم بھر میں خاکِ مذلت پر بٹھا دیتا ہے فَتَعَالَی اللّٰہُ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

۸۸

اَلْحَفِیُّ جل شانہ

حَفَا بِہٖ حَفًّا وَحِفْوَۃً وَحِفَادَۃً وحفایۃً سے ہے۔ بکمال مہربانی۔ نوازش فرمائی خوب پرسشِ حال کی۔ فرحت و سرور کا اظہار کیا۔

حفی بروزن غنی ہے۔ اس کے معنی عالم بسیار بھی ہیں اور مہربان بسیار بھی۔

حفی بر و لطیف کا ہم معنی ہے۔

اللہ تعالیٰ حفی ہے وہ اپنے بندوں پر کمال مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ حفی ہے وہ اپنے بندوں کی پرسش احوال فرماتا ہے۔ وہ خود ہر صبح کو سائلین کو بلاتا۔ درخواست کرنے والوں کو عرض و معروض کا موقع دیتا اور دعاؤں کو شرفِ اجابت بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حفی ہے اس کے علم نے سب کو گھیر رکھا ہے۔ اُس کے لطف و احسان نے سب کو زیر بار کر دیا ہے۔ وہی بندوں کو افعالِ خیر پہ آمادگی بخشتا ہے اور وہی نافرمان بندہ کے تائب ہونے پر اظہار فرحت و سرور فرماتا ہے۔

قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ اس اسم کا اطلاق خلیل الرحمٰن سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا اِنَّہٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا (سورہ مریم ۵)

مگر اسماءِ حسنیٰ میں اس کا شمار شیخ الاسلام حافظ احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن احمد بن حجر الکنانی النسب۔ العسقلانی الاصل المصری۔ المولد رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً نے فتح الباری میں کیا اور اس کے ساتھ ہی قل من نبہ علی ذٰلک جز ۲۶ صفحہ ۸۲ بھی لکھ دیا ہے یعنی بہت کم لوگ ہیں جن کو اس اسم کی آگاہی ملی۔

میں نے اس فہرست میں حافظ ممدوح کی اس تدقیق و تلاش سے استفادہ کیا اور اس اسم پاک کو یہاں درج کر دیا۔

۸۹
اَلْمُحِیْطُ

حوطۃ: حزم و ہوشیاری۔

اِحَاطہ، اس کا استعمال اجسام کے لئے بھی ہے مثلاً فلاں جگہ کو گھیر لیا۔ دیوار کو اسی کے لئے حائط بولتے ہیں۔

پھر اُس کا استعمال حفاظت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت جمیع جہات سے کر رکھی ہے۔ اس کا استعمال علم کے لئے بھی ہوتا ہے۔ فرمایا، اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْط — ہاں احاطت بالعلم کے معنی یہ ہیں کہ اُس شے کے وجود و جنس اور کیفیت و غرض

اور مقصود ایجاد اور نتیجہ و اثر کی کامل واقفیت ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ مخلوقات کے متعلق علم کی یہ وسعت، یہ فراوانی، صرف رب العالمین کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی اگر ایسا ادّعا کرتا ہے تو وہ جھوٹا کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهٖ۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے۔ کیونکہ وہ اپنی تمام مخلوق کی خاطر حفاظت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے۔ وہ تمام مخلوق پر اقتدارِ کلی رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے اور وہ ہر شے کی پیدائش۔ غرض پیدائش۔ انجام پیدائش۔ فوائد پیدائش سے آگاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے۔ احاطہ مکانی و احاطہ زمانی سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے اور اس کی قدرتِ کاملہ اُن اُمور کو سرانجام فرماتی ہے۔ جن پر انسان کو قدرت نہیں وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا مسلمانوں کو ایسی ایسی فتوحات ملیں گی جن کے حصول کی اُن کو قدرت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار میں سب کچھ ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اجسام و ارواح اور اعمال پر اللہ تعالیٰ ہی کو محیط سمجھیں۔

لازم ہے کہ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ کی بدترین حالت سے خود کو بچائیں۔ یہ کیفیت اُس وقت طاری ہوتی ہے جب انسان ارتکاب گناہ میں دلیر ہو جاتا ہے۔ گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے اور دل پر ظلمت بالائے ظلمت بڑھتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ خطیئات ہی اُسے ہر چہار اطراف سے گھیر لیتے ہیں۔ اب اس کا جاگنا سونا۔ اُٹھنا۔ بیٹھنا سب کچھ گناہ کی فضا میں ہو جاتا ہے معاذ اللہ منہا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

"الٰہی مجھے بخش دے میری ان خطاؤں کو بخش دے جو پہلے کیں اور پیچھے کیں۔ کھلی کیں یا چھپی کیں تو سب کچھ جانتا ہے تو ہی پہلے تھا اور تو ہی آخر رہے گا تیرے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔

۹۰

اَلْمُسْتَعَانُ جلّ شانہٗ

عَوْن سے ہے جس کے معنی مدد و حمایت ہیں۔

استعانت مدد مانگنا۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ "خاص تیری ہی عبادت ہم کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد ہم چاہتے ہیں۔" (سورہ فاتحہ)

استعانت اور معاونت میں فرق ہے۔ معاونت میں وہ امور داخل ہیں کہ معین و معان دونوں ایک دوسرے کی اعانت کی احتیاج رکھتے ہوں۔ درزی کو موچی کی ضرورت ہے۔ موچی کو درزی کی۔ کاشتکار کو بزاز کی ضرورت ہے۔ بزاز کو کاشتکار کی۔ یعنی سلسلۂ احتیاج ہر دو جانب موجود ہے۔ زید خالد کا کام بناتا ہے اور خالد زید کا۔ یہ سلسلہ عالم مادی پر ختم ہو جاتا ہے۔

استعانت ان امور میں ہے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں اور ان کا تعلق صرف قدرتِ الٰہیہ سے ہوتا ہے۔ مصائب کا دور کرنا۔ نوائب کا ہٹانا۔ عطیہ انعامات و سعادات۔ مرادوں کا پورا کرنا۔ آرزوؤں کا بر لانا۔ گناہاں و تقصیرات ماضیہ سے درگذر۔ مستقبل کی اصلاح و فلاح آخرت کی بہبودی۔ دنیا کی سلامتی۔ حیات و ممات۔ عطیہ مال و اولاد۔ کشائشِ رزق افزائش عمر وغیرہ وغیرہ کی استعانت خاص رب العالمین ہی کا خاصہ ہے۔ اسی کی تعلیم سورۂ فاتحہ میں دی گئی ہے اور اسی کو بار بار یاد دلانے اور پیشِ نظر رکھنے کے لئے فاتحہ کو ہر ایک نماز میں اور ہر ایک رکعت میں پڑھنا ضروری و لازمی قرار دیا گیا ہے۔

جب اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اللہ تعالیٰ کے خاص حقوق میں سے ہوا تو ضروری ٹھہرا کہ مُسْتَعَانُ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا نام ہو۔

یعقوب علیہ السلام کے پاس جب ان کے فرزند یوسف علیہ السلام کا خون آلود کرتہ لے گئے اور ظاہر کیا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ تب انہوں نے زبان سے بھی کہا تھا۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔

اس اسم پاک اور استعانت باللہ کا اثر یہی ہوا کہ بالآخر یوسف ویعقوب علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے ملایا اور یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے اقبال وکامرانی نبوت وحکمرانی کا جلوہ دکھلایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی کفار عرب کے مقابلہ میں یہ دعا پڑھی تھی وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کامیابی عطا فرمائی۔ جو کسی نبی کو نہ ملی تھی۔ ذرا الفاظ قرآنی پر غور کرو۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں دعائے یعقوبؑ سے بڑھ کر کس قدر قوت ہے۔ کامیابی میں بھی یہی تفاوت جلوہ انگن ہے۔ وہاں ایک یوسف ملا تھا۔ یہاں قوم کے ہزاروں گم شدہ لوگ اسلام میں داخل ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قُرۃ العین بن گئے تھے۔

اس اسم پاک کو میں نے قرآن پاک سے حاصل کیا اور پھر میری خوشی کی حد نہ رہی جب مجھے فتح الباری میں یہ لکھا ہوا ملا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اس اسم کو اسماء حسنیٰ میں شمار کیا ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ جملہ امور دنیوی و دینی مادی وروحی میں اللہ تعالیٰ کی جناب سے استعانت حاصل کریں۔ غیر اللہ کی استعانت ومدد شرک جلی ہے اور اکثر مسلمان شرک میں اس لئے آلودہ ہیں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے معنی نہیں سمجھنے اور سمجھنے پر مائل نہیں ہوتے۔

یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق بندہ پر دو ہیں۔ عبادت اور استعانت۔ جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو کم کرے گا۔ دوسرے کو دے گا۔ دوسرے کو ایسے حق کا اصلی یا حقیقی یا عارضی یا مجازی مالک سمجھے گا وہ شرک کے گہرے گڑھے میں گر جائے گا اعاذنا اللہ منہا

ترا کہ از دگران است استعانت عمر ۔۔۔ زبان کذب بایاک نستعین مکشائے

استعانت غیر کا خیال عموماً مصیبت۔ بے چارگی۔ غمزدگی میں ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بتلا دیا ہے کہ ایسے اوقات واحوال میں استعانت من اللہ کا طریق کیا ہے؟ فرمایا:

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ۔ "صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو"

مصیبت کے وقت انسان کا لازم ہے کہ قلب کی حفاظت کرے اور اُن نعمتوں کو یاد کرے جو اس مصیبت کے مقابلہ میں بہت زیادہ اس بندہ کو حاصل ہیں۔ زبان کی حفاظت کرے اور کوئی ایسا کلمہ یا قول زبان سے نہ نکلنے دے جو پروردگار کی ناپسندیدگی کا موجب ہو اور جب بہت ہی گھبراہٹ پیدا ہو تو نماز نافلہ کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے اور پورے خضوع خشوع سے قیام وقعود اور رکوع وسجود کو ادا کرے۔ امید ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کی حالت میں نمایاں تبدیلی ہو چکی ہوگی۔ اضطراب، بیقراری، دُور ہوگی۔ وقار وسکینہ اور اطمینان زبان پر قالو یافتہ ہوں گے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ کا جلوہ نظر آجائے گا اور معیّت الٰہی خود بخود جملہ امور کا انصرام واہتمام ید قدرت سے لے گی اور حالت فَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ سے مبدّل شدہ ہوگی۔

حدیث صحیح میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ اے معاذ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو ہر ایک نماز کے بعد اس دعا کا پڑھنا نہ بھولا کر۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَاِلَیْکَ الْمُشْتَکٰی وَبِکَ الْمُسْتَغَاثُ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (حزب الاعظم)

۹۱
اَلرَّفِیْعُ جل شانہ

رفعت سے ہے رَفِیْع بروزن فعیل ہے۔ یہ وزن فاعل اور مفعول دونوں کے لئے آتا ہے۔ رفیع کے معنی بلندی والا۔ بلندی کا مالک بھی ہیں اور بلندی کا دینے والا بھی۔

قرآن پاک میں اللہ پاک کا نام رفیع الدرجات ہے یعنی وہ جو درجات میں سب سے بالاتر ہے۔

نیز قرآن پاک میں ہے: یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ (مجادلہ۔۲) اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بلند کرتا ہے۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ۔ (رعد)

اللہ تعالیٰ رفیع ہے اسی نے آسمانوں کو ہمارے سر پر بلند کر دیا ہے

اللہ تعالیٰ رفیع ہے اور وہ اپنے بندوں کو درجات میں بعض بندوں پر رفعت عطا فرماتا ہے۔ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (انعام)

اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے ادریس کو مکان علیا پر رفعت عطا کی۔

اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و محامد کو رفعت و برتری عطا کی کہ ہر ایک اذان و تکبیر میں صبح و مسا حضور کا ذکر بھی کیا جاتا ہے جب کہ کلمہ توحید کا ذکر ہوتا ہے۔ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (انشراح)

اِس اسم پاک کے مقابلہ میں مومن کو احکامِ الٰہیہ کی تعمیل بطیب خاطر و انشراحِ قلب کرنا چاہیئے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اُس وقت تعمیل کا اقرار لیا تھا۔ جب کہ طور اُن پر بلند تھا اور یہ دیکھ رہے تھے کہ اب اُن پر گرا، اب گرا۔

۹۲ الکافی جل شانہ

کفائت کے معنی کمی کا پورا کر دینا حسب مراد کام بن جاتا ہے۔

اسم کافی آیت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (زمر-۲۴) سے بنایا گیا ہے۔ کاف خود بھی فاعل ہے اور اس لئے چند ائمہ نے اسم کاف اور چند نے اسم کافی تحریر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اُسی نے اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ کا وعدہ پورا فرما کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفائت کا جلوہ نمودار کیا۔

مکہ میں مشرکین نے ایک کمیٹی مقرر کر رکھی تھی جس کا کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا استہزاء کرنا تھا۔

حضور کو دیکھ کر کوئی منہ بنانے لگتا۔ کوئی بیہودہ حرکات سے غصہ دلانا چاہتا۔ کوئی کیچڑ پھینکتا۔ کوئی گرد و غبار اُڑاتا۔ کوئی پھبتیاں سُناتا۔ کوئی جھوٹی باتیں بنا کر حضورؐ کے برخلاف بیہودہ افسانے پھیلاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب سے خود نپٹ لینے کا وعدہ فرمایا

تھا اور اپنی کفائیت کا اعتماد دلایا تھا۔ نتیجہ وہی ہوا کہ استہزاء کرنے والے سب ذلیل و خوار اور تباہ و ہلاک ہوئے وہی ہوا جو اللہ عزوجل نے فرمایا تھا۔ اسی تعلیم نے اشاعت پائی جو سرور کائنات کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَال کا نمونہ بھی اسی کی کفائت نے دکھلایا ہے۔

اہل ایمان عمرہ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب آئے ہوئے تھے۔ کوہ تنعیم کے دامن میں مصروف نماز تھے کہ ہشتاد کس دشمنوں نے حملہ کر دیا۔ وہ سب کے سب گرفتار کر لئے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو از راہِ احسان و الطاف رہا فرما دیا۔ اُن کی جان بخشی ان کے قبائل میں تحریک اسلام بن گئی۔ نہ جنگ ہوا نہ لڑائی اور دین الٰہی نے ترقی بھی حاصل کرلی۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی کفایت کا نتیجہ تھا۔

اس موقعہ پر اہل قریش نے جنگ و قتال کا ارادہ کرلیا۔ مسلمان نہ جنگ کے لئے آئے تھے نہ مسلح ہی تھے۔ آخر سفارتانہ تدابیر میں اتنی کامیابی ہوئی کہ جنگ رُک گئی۔ قریش کے ساتھ مساویانہ حقوق پر معاہدہ ہوگیا۔ اب پہلا موقعہ تھا کہ قریش نے مسلمانوں کو بحیثیت ایک جماعت و قوم کے تسلیم کیا تھا۔ اس کامیابی کا سبب بھی اللہ تعالےٰ ہی کی کفایت تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کو كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا . . . فرما دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود اعدا کے دلوں میں محبت ڈال دیتا۔ دل ہی دل میں بڑھاتا ہے اور وہ بالآخر وہی اعدا حضور کے فدائی و شیدائی بن کر حاضر دربار پُر انوار ہو جاتے ہیں۔

ہاں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ تمام مخلوق اولین و آخرین کا حساب الگ الگ ہر شخص اور پھر ایک ہی وقت کے اندر ایسی آسانی سے لے گا جیسا کہ ہر شخص کو اپنی حکمت سے الگ الگ ہر ایک کو ایک ہی وقت کے اندر رزق بھی پہنچاتا رہتا ہے وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ . . فرمایا اسی کو شایاں ہے۔

اہل توحید اللہ تعالیٰ کی ولایت کو سب کی محبت و ولا سے زیادہ کافی سمجھا کرتے ہیں اہل توکل اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا وکیل بنانا جملہ تدابیر سے کفائت کنندہ سمجھتے ہیں۔ اہل

ایمان اللہ تعالیٰ کے علم و بصر اور اطلاع و خبر کو اعمال صالحہ کی بجا آوری کے لئے یا افعال قبیحہ سے پہلوتہی کے لئے کافی وافی سمجھ کر دنیا کی جھوٹی راستداری یا ریاکاری سے بچے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کافی ہے اس نے ہماری ہدایت کے لئے از راہ رحمت و مرحمت وہ کتاب نازل فرمادی ہے جو جملہ معجزات مادی اور عجوبات حسی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔
جو جملہ علوم سے مستغنی کرنے والی اور انسان کی عقل و دماغ اور قلب و روح کی مقتضیات کیلئے کفایت کرنیوالی ہے۔ اس کتاب پر تدبر کرنیوالے کسی معجزہ کے طالب رہ سکتے ہیں اور نہ دلیل و برہان خارجی کے سائل بن سکتے ہیں۔ رب کافی ہی کی کتاب اہل خبرت کے لئے کافی ہے اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ۔ (عنکبوت) ع ۶

اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اسی کی کفایت مومن کو اس وقت میں تسلی دینے والی ہے جب مسلمان تعداد میں کم۔ زر و مال میں کم۔ تدبیر و طاقت میں کم ہوں اور دشمن اپنی تدابیر میں لگا ہوا بھی رہو۔ تب رحمت الٰہی بڑھتی ہے اور فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ کا مژدہ سناتی ہے۔

یا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ ہم کو اپنی کفائت اور حمائت میں لے لے ہمارے دنیا و آخرت کے کام اپنی ہی کفائت و دلائت سے پورے فرمادے۔ ہمارے عقد ہائے لاینحل اپنی ہی کفائت و نصرت سے کھول دے۔

ترمذی میں روایت ہے کہ ایک مکاتب سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور زرِ فدیہ میں امداد کا خواہاں ہوا۔ فرمایا میں تجھے چند کلمات سکھلا دیتا ہوں جو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر فلاں پہاڑ (یمن کے کوہ صیر کا نام لیا) کے برابر بھی قرض ہوگا تو اُتر جائے گا۔ وہ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

۹۴

غالب جل جلالہٗ

اصل لغت میں غلبہ گردن پکڑ لینے کو کہتے ہیں۔ اسی معنی کے لحاظ سے رَجُلٌ اَغْلَبُ امْرَاۃٌ غَلْبَاءُ۔ دراز گردن مرد یا دراز گردن عورت بولا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ گردن پکڑ لینے والا ضرور دوسرے پر قابو یافتہ اور مستولی ہو گا اور جس کی گردن پکڑ لی گئی ہے وہ ضرور قابو زدہ اور مقہور ہو گا۔ لہٰذا قوت و طاقت اور استیلا کے معنی میں لفظ غلبہ کا استعمال ہو گیا۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ "رومی مغلوب ہو گئے ہیں اس ملک میں جو فلسطین کے قریب تر ہے کافر مغلوب کئے جائیں گے اور جہنم میں دھکیلے جائیں گے۔"

"سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ۔

اللہ تعالیٰ کا اسم غالب اس آیت سے لیا گیا ہے۔

وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ ۔ (یوسف)

برادرانِ سنگ دل نے معصوم یوسف علیہ السلام کو کنارِ پدر سے جُدا کیا اور چاہِ عمیق میں دھکیل دیا تھا اور بزعم خود اُن کی زیست کا خاتمہ کر دیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حسد و جلن کو اُن کے لئے گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنے کا سبب بنایا۔ چار سوار مصر میں خرید و فروخت کو عزیز مصر کے گھر میں بہ عزت و آرام رہنے کا سبب بنایا۔

عصمت و پاکبازی پر استقامت کا نتیجہ بظاہر زندان نظر آتا تھا۔ وہ زندان بھی چاہِ کنعان بنا۔ علم تعبیر کا استفادہ ساقی نے اٹھایا۔ اسی کے ذریعہ سے بادشاہ کی تعبیر کرنے کا صدیق علیہ السلام کو موقعہ ملا۔ وہی تعبیر خواب ان کے فرمان فرمائی و حکمرانی کا سبب ٹھہری۔

کجا یوسف اور کجا مصر۔ کہاں ان کی بکریاں چرانے والے بھائی اور کہاں جلوس فرمائی تختِ یوسف۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ کی شان ایسے مناظر میں نظر آیا کرتی ہے۔

عمر فاروق کی جب خلافت راشدہ نہایت عروج پر تھی تو اک روز وادیٔ مکہ

میں سے گزر رہے تھے۔ فرمایا میں لڑکپن میں یہاں خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ وہ ایک دُرشت خُو انسان تھا۔ بات بات میں سختی کیا کرتا۔ مجھے اس کی خفگی کا ڈر رہتا۔ آج اسلام کی برکت سے عمر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے اور فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ (مائدہ) اللہ کا فرمودہ بالکل سچ ہے۔ اللہ کی فوجیں ہی غالب رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي اس کا کلام صادق کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔

صداقت کا معارضہ کرنیوالے۔ ایمان باللہ سے عداوت رکھنے والے اپنے ساز و سامان اور ظاہری شوکت و شان پر بھروسہ کر کے بڑے غرور اور تکبّر کے لہجہ میں کہا کرتے ہیں لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ ۔ آج تم سے اوپر والا کوئی نہیں۔ مگر قدسی آواز سے فوراً جواب ملتا ہے: إِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ (صافات) کہ اللہ ہی کی فوجیں غلبہ پا کر رہیں گی۔

افسوس ہے کہ مسلمان حِزْبُ اللّٰهِ ۔ کے معنی بھول گئے۔ افسوس ہے کہ اسم غالب کے تحت میں انہوں نے غلبہ و برتری کے حصول کی تمنّا کو بھی ترک کر دیا۔ ورنہ مسلمان دنیا میں کبھی ایسے خوار و زبون نہ ہوتے۔

جب تک انسان خود اپنے نفس کو احکام الٰہیّہ کے سامنے مغلوب نہیں بنا لیتا۔ جب تک انسان رب غالب کے غلبہ کے تحت میں اپنی گردن کو اسلام کے سامنے نہیں جھکا دیتا۔ اس وقت تک یہ تصوّر۔ یہ تمنا یہ آرزو کہ وہ بھی دنیا میں گردن افرازرہ سکتا، اور سرافراز ہو سکتا ہے۔ صرف وہم و خیال ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اسم ہذا سے تخلّق و تعلق پیدا کرنے کی ہمّت و توفیق عطا کرے۔

۹۷
اَلْمَنَّانُ جل شانہ

مَنّ سے ہے جس کے معنی احسان ہیں (مجمع البحار) یا مِنّت سے ہے (المفرد)

منت کی دو اقسام ہیں۔

فعلی و قولی۔ منت فعلی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں پر ہے۔ یعنی جود و عطا اور فضل و احسان گوناگوں۔

اور منت قولی وہ ہے جو ملکے۔ اوچھے لوگ جتایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان اعراب کا ذکر فرمایا ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم مومن ہیں، اور اس قول سے ان کی غرض یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قدر و منزلت فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ۔ "یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ۔"

فرعون نے بھی موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تو ہمارے ہاں پلا ہے۔ یہیں پرورش پائی ہے اور آج تو ہم پر اپنی فوقیت جتاتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا،

تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ۔ "یہ کیا احسان ہے جو تو جتا رہا ہے جبکہ تو نے میری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔"

اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام نے ایک راز کا انکشاف کیا ہے۔ بعض لوگ ذاتی فوائد پر قومی اغراض کو قربان کر دیتے ہیں لیکن ایسے شخص اصول تمدن اور روح تہذیب سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ذلت قومی کے ساتھ عزت شخصی کی کچھ بھی قدر و قیمت نہیں۔ صرف اپنے حلوے منڈے سے غرض رکھنا اور قومی اغراض و فوائد کو زیر نظر نہ رکھنا بدترین حیوانات سگ و خنزیر کے خواص میں سے ہے۔

منّت کے معنی بھی لغت میں احسان عظیم ہیں۔

لہٰذا منّان وہ ہے جس کے احسانات عظیم مخلوق پر ہیں۔

منّان وہ ہے کہ اس کے احسانات کے بار کثیر سے تمام مخلوق دبی ہوئی ہے۔

منّان وہ ہے جو اپنے منّ و کرم سے مخلوق کو اسلام کی ہدایت عطا فرماتا ہے

مَنَّان وہ ہے جس نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا (آل عمران ع)

مَنَّان وہ ہے جس نے مسلمانوں کو اسیران جنگ کے ساتھ بھی احسان اور سلوک کرنے کا حکم دیا اور یہ قرار دیا کہ اسیران جنگ کو یا تو از راہ احسان وعطا چھوڑ دیا جایا کرے یا فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جایا کرے۔ جب اس حکم کے مقابلہ میں آپ وید اور تنہ نداور بائیبل کے احکام کو دیکھیں گے جن میں دشمنوں کو ایک قلم فنا کر دینے۔ جلا ڈالنے کی تاکید ہے تو بخوبی اندازہ ہو سکے گا کہ اسلام کا رب منان کس قدر فضل ورحم واحسان والا ہے۔

یہ حکم سورۂ محمد میں موجود ہے۔ اِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت ہے کہ بعض نے اس آیت کو منسوخ بتلایا ہے مگر اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ آیت محکم ہے اور اسی کو ثوری وشافعی احمد واسحق نیز حسن و عطا وابن عباس کا مذہب بتلایا ہے اور طحاوی کے حوالہ سے امام ابو حنیفہ کا مذہب بھی یہی لکھا ہے کہ فدا سے مطلب قیدیوں کا قیدیوں سے تبادلہ کر لینا ہے۔

الغرض اس حکم کی موجودگی اللہ تعالیٰ کے مَنَّان ہونے پر دلیل قوی ہے۔ بندہ کو لازم ہے کہ منت وسپاس کو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مقدس کا خاصہ سمجھے اور اس شعر کا مطلب بخوبی ذہن نشین کرے ؎

منت منہ کو خدمت سلطان ہمے کنم
منت ازو شناس کہ بخدمت گزاشتت

اجر غیر ممنون کا مستحق وہی منت شناس ہے جو جملہ نعم ظاہری وباطنی کو اللہ تعالیٰ ہی کی جود وعطا اور فضل وکرم کا نتیجہ سمجھتا ہے وَلَہُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ۔

۹۵
اَلْجَلِیْلُ جل شانہٗ

یہ نام قرآن مجید میں نہیں لیکن ذوالجلال آتا ہے۔ اور غالباً یہی اس کا ماخذ ہے۔

لغت میں جل جَلاً ذُوَ جلالۃ کلاں سال۔ آزمودہ کار۔ بزرگ ہونے کو استعمال کرتے ہیں
اللہ تعالیٰ کے لئے یہ اسم بطور علم اس لئے ہے کہ وہ عظمت ذاتی کا مالک ہے ۔ اور جلالت نفسی اسی کے لئے ہے۔

بعض علماء نے تبلایا ہے کہ ،
اسم کبیر کمال ذاتی پر۔
اسم جَلیل کمال صفاتی پر دال ہے ۔
اور اسم عظیم ہر دو معانی کا جامع ہے۔

روایت ابن ماجہ میں اللہ تعالیٰ کا اسم جمیل بھی آیا ہے۔ اس وقت جلیل کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ صفات قہریہ کا مظہر ہے اور جمیل کے یہ معنی کہ وہ صفات لطیفہ کا ظہور فرماتا ہے۔

امام ابن القیمؒ نے ذوالجلال والاکرام کے معنی میں لکھا ہے کہ جلال ہم کو ادب سکھلاتا ہے اور اکرم ہم پر ابواب محبت کشادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے کہ اس کی جلالت بھی ہر وقت پیش نظر رکھی جائے اور اس کی محبت بھی ہر وقت دل میں قائم رہے۔

جو شخص اسم جلیل سے تخلق پیدا کرنا چاہے۔ اسے لازم ہے کہ جلال الٰہی کے تصور میں خود کو مستہلک و مضمحل سمجھے۔ رب العالمین کے نام اور ذات کی عزت کرنے کا خوگر بنائے اور اپنے اقوال و افعال میں تمکین و وقار سے رہے ۔ ادنیٰ لوگوں سے شفقت اور پیار کا معاملہ کرے۔

۹۶
المُحیِی جل شانہ

احیاء سے ہے۔ جس کے معنی زندگی دادن ہیں ۔

اللہ تعالیٰ ہی محیی ہے جس نے حیات کو پیدا کیا جس نے روح کو پیدا کیا۔ جس نے روح کو اجسام کے ساتھ پیوند کیا۔ ارواح مجردہ۔ نفوس ناطقہ۔ قوائے نامیہ۔

اجسام متوالدہ میں جو زندگی ہے وہ اسی کی بخشی ہوئی ہے۔
وہی ہے جو قلوب کو حیات بخشتا ہے۔ وہی ہے جو نسمہ کو نکالتا ہے۔
وہی ہے جو حیات علمی۔ حیات ایمانی۔ حیات عرفانی عطا فرماتا ہے۔
قرآن مجید میں ہے۔

(۱) هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (مومن) "حیات بخشنے والا اور موت دینے والا وہی ہے"
(۲) کَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ (روم ۵) "دیکھو زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد کیسی زندگی دی"

کھر سا کے موسم میں جب زمین سے نباتات گم ہو جاتی ہیں جب نشو و نما کی طاقتیں جاتی رہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے۔ پھر مردہ میں زندگی ڈال دیتا ہے۔

اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ۔ (انعام ۱۲۲)

ایک شخص جب بحالت کفر ہوتا ہے تو وہ مردہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان ڈال دیتا ہے تو زندہ ہو جاتا ہے۔ آثار حیات پدیدار ہو جاتی ہیں۔ ثمرات حیات سے متمتع ہونے لگتا ہے۔ ہاں۔

اللہ تعالیٰ مُحیی ہے اُسی نے سب کو حیات سے بہرہ ور بنایا۔
اللہ تعالیٰ مُحیی ہے اُسی نے عدم کو وجود بخشا۔
اللہ تعالیٰ مُحیی ہے وہی مردہ زمین میں پھر نشو و نما کی طاقتیں پیدا کرتا ہے۔ وہی قلوب مُردہ کو زندگی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ محیی ہے اور اسی نے بیج کو درخت اور بیضہ کو پرند اور نطفہ کو حیوان بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی محیی ہے کہ حیات علمی۔ حیات ایمانی، حیات عرفانی سے اپنے عباد مخلصین کو حصہ وافر عطا فرمایا ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو حیات و موت کے نمونوں پر غور کرنا اور اس سے سبق عبرت لینا چاہیئے۔

۹۷
اَلْمُمِیْتُ جل شانہ

مَوْت سے ہے۔

موت بچند معانی ہے۔

(۱) وہ حالت عدم جو قبل از پیدائش تھی۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔ "تم مردہ تھے پھر تم کو زندہ کیا۔ پھر مارے گا پھر زندہ کرے گا۔ ایسے مالک سے کفر کیونکر کرتے ہو"

(۲) وہ حالت عدم جو حیات کے بعد زندوں پر طاری ہوتی ہے۔

فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ۔

(ب) فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ خدا نے اُسے سو سال تک مردہ رکھا۔

(۳) ہلاکت رساں حالت۔

وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ (ابراہیم ۲۰) "اُسے ہر طرف سے موت آئے گی مگر مرے گا نہیں"

(۴) کبھی موت کو نیند سے تشبیہ دی جاتی ہے اور وجہ تشبیہ زوال حرکت اور زوال ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا۔ "اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو پیدا کیا بعد اس کے کہ ہم کو موت دی تھی"

اللہ تعالیٰ ممیت ہے کیونکہ وہی حیات کا موت کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور موت اس کی مخلوق ہے۔

اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور ملک الموت اسی کے احکام کی تعمیل کرنیوالا ہے۔

اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور موت و حیات پر اسی کا قادرانہ حکم نافذ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور موت کو اس کے دامن جلال تک پہنچنے کا یارا نہیں۔

اِس اسم سے تخلق والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو محیی و ممیت سمجھیں اِسی کو حیات و موت کا مالک سمجھیں۔ اسی کو مالک سمجھنے کے معنی یہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی زبان سے بیان فرمائے ہیں۔

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ۔

"میری نماز و میری قربانی۔ میرا جینا میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے۔"

اللہ کے لئے جینا مرنا اُن لوگوں کا ہے جو اتباع ہوا نہیں کرتے جو بندۂ درہم و دینار نہیں بن جاتے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جیتے ہیں جو یادِ الٰہی میں مرجاتے ہیں۔

۹۸

اَلْوَارِثُ جل شانہ

وَرِثَ یَرِثُ۔ وَرْثًا۔ وَارِثًا۔ وَ۔ اِرْثَۃً۔ وَرِثَۃً۔ وِرَاثَۃً۔ وُتْرَاثًا۔

وراثت کسی ایک کے پاس دوسرے کی چیز کا اس کی موت کے بعد منتقل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے وارث کا اطلاق اس لئے ہے کہ ہر ایک سلطنت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی لاوارث کو کوئی جائداد رہ جاتی ہے تو اس کی ملکیت سلطنت کی طرف منتقل ہوتی ہے۔

ایسے حالات میں جبکہ کوئی قوم ساری کی ساری تباہ کردی گئی ہو تو اس کی وراثت سلطنتِ الٰہیہ کی طرف منتقل ہوگی اور جب کل عالم کے عارضی مالک اپنی اپنی ملکیتوں کو چھوڑ کر خاکِ فنا میں سو رہے ہوں گے تو ظاہر ہے کہ رب العالمین ہی کو اُن کی وراثت حاصل ہوگی۔

لفظ کا اطلاق عرفِ عام میں ہے ورنہ رب العالمین ہی خود مالک الملک ہے جو لوگ ملکیتوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ درحقیقت یہ وہ غلام ہیں جو آقائے حقیقی کے

لطف سے انتفاع عارضی کی بہاریں لوٹ رہے ہیں۔

سورہ قصص ع ۶ میں ہے کہ بہت ایسی متکبر قومیں گذری ہیں جن کو اللہ پاک نے تباہ کر دیا۔

وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثُونَ "اور ہم ہی ان کے وارث بنے"

سورہ حجر میں ہے۔

وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِ وَنُمِيتُ "ہم ہی زندہ کرتے ہیں۔ ہم ہی مارتے ہیں

وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ۔ اور ہم ہی وارث املاک ہیں"

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قصص و حجر میں دو ہی مقام پر اپنی ذات کے متعلق یہ لفظ یاد کیا گیا ہے اور دونوں ہی مقام پر نَحْنُ الْوَارِثُون بصیغہ جمع فرمایا گیا ہے۔ اسی کی وجہ یہی ہے کہ شہنشاہی زبان میں تکلم فرمایا گیا ہے۔ الوہیت واحدیت و صمدیت کی زبان میں واحد صیغہ کا اور شہنشاہی زبان میں صیغہ جمع کا استعمال ہوا کرتا ہے۔

لفظ وراثت میں مال واسباب مردہ کی سنبھال بھی داخل ہے اور علم المیراث کے حصص کی تقسیم جو $\frac{1}{3}$ و $\frac{2}{3}$ $\frac{1}{4}$ یا $\frac{1}{2}$ و $\frac{1}{6}$ و $\frac{3}{4}$ و $\frac{1}{8}$ پر رکھی گئی ہے وہ اسی وراثت کے متعلق ہے۔

لفظ وراثت میں منصب روحانی کی جانشینی بھی داخل ہے۔

قرآن مجید میں ہے وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ، یعنی داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام ہوا۔ بائبل سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ۳۶ پسران و دختران کے مالک تھے۔ ان میں سے ۳۵ کو وارث نہ بنانا اور صرف ایک کا نام بطور لیا جانا بتلاتا ہے کہ یہاں وراثت کے منصب روحانی یعنی نبوت ہے۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے نبوت صرف سلیمان علیہ السلام ہی کو ملی تھی۔

زکریا علیہ السلام کی دعاء عطائے فرزند بھی قرآن پاک میں موجود ہے۔

يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ۔ "الٰہی ایسا بیٹا دے جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو"

یہ ظاہر ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی آل کے لوگ اس وقت لاکھوں کی تعداد میں

موجود تھے زکریا علیہ السلام کا بیٹا واحد وارث ان لاکھوں اشخاص کی املاک کا نہ بن سکتا تھا۔ اور ان لاکھوں کی صلبی اولاد کو محروم الارث نہ کرسکتا تھا۔ لہٰذا یہاں بھی نبوت ہی کی درخواست کی گئی۔ جو آلِ یعقوب کا سرمایۂ خاص تھا۔ یعقوب علیہ السلام نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر ہی فرمائی تھی۔ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ۔

یہ نعمتِ نبوت ہی تھی جو صرف حضرت یوسف علیہ السلام کو ہی ملی۔ باقی گیارہ فرزند اُس سے محروم رہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ مال وزر میں جو حقوق مستحقین کے ہیں ادا کرتا رہے۔ مال کو اللہ ہی کا سمجھے۔ دیا ہوا بھی اُسی کا ہے اور آخر میں سنبھالنا بھی اُسی نے ہے۔

۹۹
اَلْبَاعِثُ جل شانہٗ

بَعْث کے معنی اٹھانا۔ جگانا۔ کسی کو کسی جگہ بھیجنا۔ آمادہ کرنا۔ زندہ کرنا ہیں۔

اللہ تعالیٰ باعث ہے۔

اسی نے عدم محض سے نفوس کو اٹھایا۔

وہی ہے جو غافلین کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتا ہے۔

وہی ہے جو انسانوں میں حوصلہ ہمت اور بلندئ عزم پیدا کرتا ہے۔

وہی ہے جو انبیاء و مرسلین کو مخلوق کی طرف بھیجتا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ کا خاتمہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم فرما دیا۔

وہی ہے کہ انصاف کے دن اجساد کو زمین سے اُٹھائے گا۔

(۱) قابیل و ہابیل کے قصہ میں ہے فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا۔ اللہ تعالیٰ نے قابیل کے سکھلانے کو ایک غراب بھیجا جس نے ایک مُردہ کوّا کے لئے اپنی چونچ

اور پنجہ سے زمین کھودی۔ لاش کو اندر گرا کر اس پر مٹی ڈال دی۔

ایک قاتل۔ ایک سنگدل۔ ایک برادر کش ایک سیاہ باطن کے لئے عجیب تنبیہ اور تذلیل تھی کہ کوّے کو اس کا اُستاد بنایا گیا جو سیاہی کا پتلا اور حرص و طمع کا پیکر اور بے وفائے مجسم ہوتا ہے۔

(۲) اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا۔ (بقرہ۔ ۲۵) "اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ بنا دیا ہے"

(۳) فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ۔ (بقرہ۔ ۲۳) "ایسے نبیوں کو اللہ نے بھیجا جو لوگوں کو بشارت سُناتے تھے۔"

(۴) ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا (جمعہ) "اللہ وہ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں عظیم الشان رسول بھیجا"

(۵) اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ۔ "اگر تم کو قیامت کے دن پھر جی اُٹھنے کا شک ہو"

(۶) اِنَّکُمْ مَبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ (ھود) "تم موت کے بعد ضرور اٹھائے اور زندہ کئے جاؤ گے"

(۷) وَاِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ (حج۔ ۱) "اللہ ضرور زندہ کرے گا ان کو جو قبروں میں ہیں"

(۸) عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (اسرائیل۔ ۸) "اللہ تعالیٰ ضرور تجھ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا"

اب یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ باعث ہے کہ صفات بالا اسی کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔ اسم الباعث بطور اسم قرآن مجید میں نہیں بلکہ یہ اسم ان افعال سے بتایا گیا ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنیوالوں کو لازم ہے کہ تبلیغ کو اپنا شیوہ بنائیں اور احکام الٰہی مخلوق کو پہنچائیں تاکہ ان کا ایمان رسول اور قیامت پر قائم ہو جائے۔

۱۰۰

اَلْبَاقِیُ جل جلالہٗ

بقی - یبقی - بقاءً

بقا - کسی شے کا حالت اولین ہی پر پایا جانا۔ فنا اس کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فانی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ اشیاء اپنے غائب وانجام کے لحاظ سے فانی ہیں۔ بلکہ فانی کے معنی یہ ہیں کہ جملہ مخلوق اپنے یوم وجود سے فنا کی طرف جا رہی ہے۔ فنا ہر ایک جسم میں ہر وقت اپنا کام کر رہی ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے بڑھتا ہے۔ جوان ہوتا ہے۔ گھٹنے لگتا ہے۔ بوڑھا ہو جاتا ہے۔ فنا ہر وقت اس کے ساتھ اپنا کام کئے جاتی ہے۔

بقا - یعنی حالت اولین پر دوام وقیام صرف رب العالمین ہی کو حاصل ہے۔

قرآن مجید میں اَلْبَاقِیُ بطور اسم نہیں آیا۔ بلکہ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام آیا ہے اور یہ اسم فعل سے مشتق کر لیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں مومنین کے اعمال صالح کو باقیات صالحات فرمایا گیا ہے۔ (کہف ۵ - مریم ۸)

قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً (زخرف ع ۲) ہم نے ابراہیم کے وعظ توحید کو باقی رکھا۔

اللہ تعالیٰ باقی ہے اور دوام ابد اسی کی ذات کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ باقی ہے۔ کیونکہ وہ موت کا خالق ہے اور کوئی مخلوق اپنے خالق پر غالب نہیں آسکتی۔

اللہ تعالیٰ باقی ہے اور ہر ایک شے ھالک ہے۔

اللہ تعالیٰ باقی ہے اور جو اعمالِ صالحہ و افعالِ خیر بندہ کرتا ہے وہ اُن کو بقا بخشتا ہے۔

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (نحل ع ۱۰)

اللہ تعالیٰ باقی ہے یعنی دائم الوجود۔ واجب الوجود۔ قائم البقاء

اللہ تعالیٰ باقی ہے کیونکہ جو اشیاء ہم کو نظر آتی ہیں۔ ان کی بقاء عارضی بھی اسی کی داد ہے۔

واضح ہو:

کہ اہلِ تصوّف فنا و بقا پر بہت کلام کیا کرتے ہیں۔ ہم مختصراً ذکر کریں گے کہ ان الفاظ سے اس فن کے ائمہ کی مراد کیا ہے۔

باب دوم

اب تک جو ۹۹ نام باب اوّل میں تحریر کئے جا چکے ہیں۔ وہ سب جملہ روایات سے چُن کر لکھے گئے۔ التزام یہ تھا کہ سب نام مفرد ہوں اور قرآن مجید میں بطور اسم آئے ہوں۔ یہ التزام پورا نہیں ہو سکا۔ اس لئے چند نام ایسے شامل کرنے ضروری ہوئے جن کو اکثر ائمہ نے مستخرج از قرآن مجید تحریر فرمایا ہے۔

اب باب ہذا میں جملہ روایات کے بقیہ ۵۲ نام تحریر کئے جاتے ہیں۔ یہ سب اسماء حسنیٰ ہیں۔ ہم نے بعض کی تفسیر اور بعض کا صرف ترجمہ لکھ دیا ہے۔ ان کا نقشہ اول درج کیا جاتا ہے۔

نقشہ اسماء حسنیٰ مندرجہ باب دوم

نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک	نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک
۱	ترمذی	اَلْقَابِضُ	۱۰	ترمذی	اَلْمُبْدِئُ
۲		اَلْبَاسِطُ	۱۱		اَلْمُعِيْدُ
۳		اَلْخَافِضُ	۱۲		اَلْوَاجِدُ
۴		اَلرَّافِعُ	۱۳		اَلْمَاجِدُ
۵		اَلْمُعِزُّ	۱۴		اَلْمُقَدِّمُ
۶		اَلْمُذِلُّ	۱۵		اَلْمُؤَخِّرُ
۷		اَلْحَكَمُ	۱۶		اَلْمُنْتَقِمُ
۸		اَلْعَدْلُ	۱۷		اَلْمُقْسِطُ
۹		اَلْمُحْصِى	۱۸		اَلْمُغْنِى

نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک	نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک
۱۹	ترمذی	اَلْمَانِعُ	۳۶	۱۳	عَالِمٌ
۲۰		اَلضَّارُ	۳۷	۱۴	اَبَدٌ
۲۱		اَلنَّافِعُ	۳۸	۱۵	وِتْرٌ
۲۲		اَلرَّشِیْدُ	۳۹	۱۶	نَاظِرٌ
۲۳		اَلصَّبُوْرُ	۴۰	حاکم از فتح الباری	حَنَّانٌ
۲۴	ابن ماجہ	رَازِقٌ	۴۱	۲	فَاتِحٌ
۲۵	۲	صَادِقٌ	۴۲	۳	مُثِیْبٌ
۲۶	۳	جَمِیْلٌ	۴۳	۴	مُدَبِّرٌ
۲۷	۴	بُرْهَانٌ	۴۴	۵	فَرْدٌ
۲۸	۵	شَدِیْدٌ	۴۵		اَلْعَادِلُ
۲۹	۶	قَائِمٌ	۴۶	ابوزید از فتح الباری	قَابِلٌ
۳۰	۷	وَافِیْ	۴۷	امام جعفر صادق	سَرِیْعٌ
۳۱	۸	اَلْمُنِیْرُ	۴۸		مُتَفَضِّلٌ
۳۲	۹	اَلْقَدِیْمُ	۴۹		مُعِیْنٌ
۳۳	۱۰	سَامِعٌ	۵۰		مُنْعِمٌ
۳۴	۱۱	مُعْطِیْ	۵۱	حافظ ابن حجر	حَاكِمٌ
۳۵	۱۲	تَامٌ	۵۲	مؤلف	اَلشَّافِیْ

۲۱-۲۰
اَلْقَابِضُ اَلْبَاسِطُ

قبض تنگی نمودن وبسط فراخی کردن۔

یہ ہر دو اسماء قرآن مجید میں بطور اسماء مستعمل نہیں ہوئے ۔ البتہ آیت قرآنیہ سے ان کا استخراج ہوسکتا ہے وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ ۔

اشیاء عالم پر نگاہ کرو۔ قبض و بسط کے نظارے بہت نظر آئیں گے۔ تنگ دلی۔ فراخ حوصلگی۔ تنگیٔ رزق و فراخی معیشت۔ تنگی غنچہ و کشودگیٔ گل۔ قبض و بسط ارحام۔ قبض ضوابط و بسط عطا۔ قبض و بسط ارواح۔ قبض و بسط قلوب۔ قبض و بسط یاراں وغیرہ وغیرہ ایسے اُمور ہیں جن میں خود یدِ قدرت ہی کارفرما ہوتا ہے۔ اہل دنیا بلکہ ما سوای کا اس میں کوئی تعلق کوئی تصرف نہیں ہوتا۔ بہتر ہے کہ ہر دو اسماء پاک کا تعقل ساتھ ساتھ کیا جائے تاکہ ہر ایک کا مفہوم بالمقابل آئینہ میں زیادہ نمایاں نظر آتے گے۔

ان اسماء سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ نہ فراخ دستی میں اسراف کریں، اور نہ تنگ دستی میں دل تنگ ہوں۔ افراد کی تنگی و فراخی ایک مصلحت کلیہ کے تحت میں ہے اور صلاح خاصہ کی حکمت بھی اس بارہ میں کارفرما ہے۔ ہر دو حالت موجب صبر و شکر ہیں اور صبر و شکر ہی وہ دو شہ پر ہیں جو طائر ایمان کو عرش رب العلیٰ تک لے جاتے ہیں۔

۳۰۔۳۰۲
اَلْخَافِضُ الرَّافِعُ
جل شانہ

خَفْضٌ پست نمودن۔ رَفْعٌ بلند فرمودن۔

ہر دو اسماء بھی بطورِ اسماء قرآن مجید میں نہیں آتے۔ رفع کے متعلق بہت آیات سے تمسک ہوتا ہے۔

الف۔ رفع جسمانی کی آیات یہ ہیں:

(۱) وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ (یوسف) — "ماں باپ کو تخت کی بلندی پر بٹھایا"

(۲) وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ (نساء ۱۵۴) — "ہم نے ان کے سروں پر کوہ طور کو بلند کر دیا"

(۳) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ (نساء ۱۵۸) — "اللہ نے عیسٰے کو اپنی طرف اُٹھا لیا"

(۳) وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا ۔ (رحمن۔۱) "آسمان کو دیکھو جسے بلند کر دیا ہے۔"

(ب) درجات ومناصب کے متعلق۔

(۱) وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ ۔ (زخرف۔۳۲) "ہم نے بعض کو بعض پر بلندی دی۔"

(۲) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (انشراح) "ہم نے تیرے ذکر کو بلندی عطا کی ہے۔"

ہاں الرَّافِعُ کے معنی میں رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ اللہ تعالیٰ کا نام آیا ہے۔ سورہ مومن میں ہے۔ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُوالْعَرْشِ۔

اب الرافع کی صفت تب ہی مکمل ہو سکتی ہے جب کہ اَلْخَافِضُ کی صفت بھی نورافگن ہو۔

ایک ظالم تخت سے اتارا جاتا ہے۔
ایک عادل کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے۔
ایک جاہل ہمیشہ پستی میں گرتا ہے۔
ایک عالم بلند نصیب ہوتا ہے۔
ممکنات کو دیکھو جو پستیٔ حوادث میں گرے ہوئے ہیں۔
اہل ایمان کو دیکھو جو بلندیٔ مراتب پر فائز ہوتے ہیں۔
وہ بھی ہیں کہ اسفل سافلین ان کا مقر ہے۔
وہ بھی ہیں کہ اعلیٰ علیین پر اُن کا نور جلوہ گر ہے۔

اَلْخَافِضُ الرَّافِعُ کی مثال قرآن مجید میں بلعم بن باعور سے ملتی ہے۔ رب العالمین نے اُسے علم صحیح سے بہرہ ور کیا۔ اس نے اس نعمت کو زر و مال۔ اور خوشنودی زن و عیال پر قربان کر دیا۔ راندۂ درگاہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ

"ان لوگوں کو اس شخص کی خبر سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں۔ وہ ان سے علیحدہ ہو گیا تب شیطان اس کے پیچھے لگا اور

بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۔ (اعراف ع ۲۲)

گمراہوں میں سے بن گیا۔ ہم اگر چاہتے تو اسے ان آیات سے بلندی عطا کرتے مگر اس نے پستی ہی کی طرف میلان کیا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۔

"یعنی اللہ تعالیٰ مومنین اور علماء کے درجے بلند کرتا ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ ایمان اور علم باعث رفعت ہیں پس اس کی اضداد کفر و جہل ضرور سبب خفض ہیں۔

ان اسماء سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ انقلاب اور حوادث دہر سے نہ گھبرائے ہر حالت میں اسی مالک کی جانب ملتجی رہے جو بلندی بخشنے اور پست کر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

۶۰۵

اَلْمُعِزُّ اَلْمُذِلُّ

جل جلالہٗ

یہ ہر دو اسماء قرآن مجید میں بطور اسماء نہیں آئے، بلکہ قرآن مجید کی اس آیت سے مستخرج ہیں۔

تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ (آل عمران ع)

عزت و ذلت کا مفہوم کبھی حکومت اور فقدان حکومت ہوتا ہے چنانچہ آیت بالا سے پیشتر بھی تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ موجود ہے اور کبھی اس عزت و ذلت کا مفہوم پسندیدگی رحمٰن ہوتی ہے سورۂ منافقون میں دیکھو کہ رئیس المنافقین ابن ابی بن سلول مال و زر کو عزت و ذلت کا معیار قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان کو وسیلہ عزت قرار دیتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ "عزت کا مالک اللہ ہے۔ عزت تو رسول

لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (منافقون) کے لئے ہے۔ عزت تو مومنوں کو ہے مگر منافقوں کو ان رموز کا علم ہی نہیں ہے۔"

دعائے قنوت میں (جس دعا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؓ کو سکھلایا تھا) ہے

لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ۔

اَلْحَکَمُ جل شانہٗ

حکم سے اَلْحَکَمُ ہے۔ حکم کے معنی فرمان اور حَکَمُ کے معنی فرمان دہندہ ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے یہ اسم سورہ انعام ۱۲ میں آیا ہے۔

اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا

اور لفظ حکم قرآن مجید کے چند مقامات پر آیا ہے۔

فَالْحُکْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ (مومن ۲) انعام و قصص۔ نون و طور میں بھی اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے ہوا ہے۔

سورۂ ہود و تین میں اللہ تعالیٰ کا اسم اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ اور سورۂ اعراف و یونس و یوسف میں خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ بھی وارد ہوا ہے۔

حاکمین کی ذیل میں حکومت دنیوی والے بھی شامل ہیں اور حکومت روحانی والے بھی

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا ذکر فرما کر پھر فرمایا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ (انعام ع ۱۱)

بیشک مالک وہی ہے جو سب پر حکمران ہے وہی مالک ہے جسکا حکم سب سے بہتر اور اعلیٰ ہے۔

یہ اسم قرآن مجید میں بطور اسم نہیں آیا۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ معاملات باہمی میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر عمل کریں۔ معاملات قلبی میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فیصلہ پر رضامند رہیں۔

اَلْعَدْلُ جل شانہٗ

عَدْل مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ان معنی میں بلکہ مذکر

مونث واحد جمع یکساں ہیں۔

عَدْل کے لغوی معنی برابر کر دینا ہے۔ عادل وہ ہے جو متخاصمین کے حقوق میں برابری کر دیتا ہے جس کا جتنا حق ہے اس کو مل جاتا ہے۔ اس معنی میں یہ لفظ بطور اسم باری تعالیٰ قرآن مجید میں مستعمل نہیں ہوا۔

ہاں اللہ تعالیٰ اس لئے عَدْل ہے کہ اس نے عدل وداد کا حکم دیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ (نحل ۹)

اللہ تعالیٰ اس لئے عدل ہے کہ اس کے احکام صدق وعدل پر مبنی ہیں۔

وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا۔ (انعام)

اللہ تعالیٰ عدل ہے۔ کیونکہ وہی اعتدال امزجہ کا خالق ہے۔

اللہ تعالیٰ عدل ہے کیونکہ اس کے احکام میں تعییّن وتسویہ موجود ہے۔ بیشک وہ عدل ہے اور اسی لئے اس نے حکم دیا ہے۔

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (مائدہ ع ۲) "جو نفرت تم کو قوم سے ہے وہ تم کو بے انصافی کی طرف نہ لے جائے۔ عدل کیا کرو یہی بات تقویٰ سے قریب تر ہے"

اللہ تعالیٰ عدل ہے اس لئے کہ وہ صفت ظلم سے مبرا وپاک ہے فرمایا۔

وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (ق ع ۲) "میں عاجز بندوں پر ظلم نہیں کرتا"

فرمایا: وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْۤا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ (بقرہ ع ۶) ہم نے بنی اسرائیل پر ظلم نہیں کیا۔ وہ خود اپنی جانوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

ظلم کے معنی غیر محل میں کسی شے کے رکھنے کے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ جو عدل ہے اس کے جملہ احکام وافعال استقامت واعتدال پر ہیں۔

کوتاہ بین اللہ تعالیٰ کے احکام پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنی نادانی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ ظلم وبیداد سے الگ رہے

معاملات اور کاروبار میں اعتدال ملحوظ رکھے۔ عدل کی ضرورت فقط جھگڑوں اور منافقات ہی میں نہیں بلکہ عدل کی ضرورت تو کھانے پینے۔ سوتے بولنے۔ چپ رہنے یاد اللہ کرنے یا آرام لینے وغیرہ وغیرہ جملہ امور میں ہے۔ جو شخص عدل و اعتدال کا مسئلہ بھول جاتا ہے بالآخر وہ خود ہی مذموم و ملول بنتا ہے۔

۹ اَلْمُحْصِی جل شانہ

مادہ اس کا حصو ہے اور اَحْصَاہُ اِحْصَاءً کے معنی شمار کرنا۔ دریافت کرنا نگہداشت کرنا ہیں۔ قرآن مجید میں یہ نام بطور اسم مستعمل نہیں ہوا، بلکہ مشتق از فعل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

۱۔ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ۔ (طلاق۔۱) "عدت کے دن گن لیا کرو"

۲۔ اَحْصَاہُ اللّٰہُ وَنَسُوْہُ (مجادلہ ع ۱) "اللہ نے ان کے عملوں کو شمار کر رکھا ہے اور لوگ خود بھی بھول گئے ہیں"

۳۔ مَالِ هٰذَا الْکِتَابِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً اِلَّا اَحْصَاهَا۔ "یہ کیسا اعمالنامہ ہے جس میں ہر ایک چھوٹی بڑی بات موجود ہے"

۴۔ وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا (جن) "اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا شمار کر رکھا ہے"

اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ ہر شے کا عدد و شمار اس کے علم میں ہے۔ آسمان کے تارے۔ زمین کے ذرے۔ سمندر کے قطرے۔ درختوں کے پتے۔ نفوس اور نفوس کے انفاس اشخاص کے افعال و حرکات و سکنات غرض کہ ہر ایک چیز جو شمار میں آنے والی ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو گن لینے والا شمار کرنے والا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اعداد و شمار کے متعلق مُحصِی کا وہی تعلق ہے جو معلومات سے علیم کا ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو بھی اپنے افعال و اعمال کا حساب رکھنا

چاہیئے۔ اور یوم الحساب میں اعمالنامے کے پیش ہونے کا ڈر رکھنا چاہیئے۔

۱۰
اَلۡمُبۡدِءُ

اس کا مادہ بَدَ ءَ ہے۔ بَدَأَ بِہٖ وہاں سے شروع کیا: اَبۡدَاءَ اللّٰہُ الۡخَلۡقَ اِبۡدَاءً۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو سابقہ نمونہ کے بغیر پیدا کیا۔

یہ اسم قرآن مجید میں نہیں مشتق از افعال ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

(۱) فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ بَدَأَ الۡخَلۡقَ ۔ (عنکبوت) "غور کرو اللہ تعالیٰ نے خلقت کا آغاز فرمایا"

(۲) وَبَدَأَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ (سجدہ) "انسان کی پیدائش کی ابتداء مٹی فرمائی"

اللہ تعالیٰ مُبۡدِء ہے۔ اسی نے ممکنات کا احداث فرمایا۔ اسی نے جملہ امور کا ابداع کیا۔ کوئی شے بالذات یا بالزمان تقدم حقیقی نہیں رکھتی۔ بلکہ سب کی سب اسی کی آفریدہ اور بظہور آوریدہ ہیں۔

۱۱
اَلۡمُعِیۡدُ

عَادَ عَوۡدًا سے ہے جس کے معنی بازگشت کرنا۔ بازگردانیدہیں وہ ہے جو جملہ اشیاء کو فنا کے بعد میدانِ قیامت میں پھر لوٹائے گا۔ اُس میں لوٹانے کی طاقت موجود ہے۔

یہ نام بھی بطورِ اسم قرآن مجید میں موجود نہیں بلکہ مشتق از فعل ہے۔ قرآن مجید میں ہے،

۱۔ کَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِیۡدُہٗ (یونس-۱) "جس طرح ہم نے خلقت کی ابتداء فرمائی اسی طرح ان کی بازگردانید بھی کریں گے"۔

۲۔ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهٗ۔ (انبیاء۔ ۱۱)
"کہدے کہ اللہ ہی ہے جس سے خلقت کا آغاز ہوا۔ وہی ان کو دوبارہ لوٹائے گا۔

اسی مضمون کی آیات سورہ روم و نمل میں بھی ہیں۔

۳۔ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ۔ (بروج)
"وہی ہر شے کا آغاز فرماتا ہے اور عدم سے اسے لوٹاتا ہے"

اللہ تعالیٰ کو مبدء، و معید ماننا ضروری ہے مبدی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مادہ کا محتاج نہیں اس کو نمونہ اور مثال کی ضرورت نہیں اور معید سے ثابت ہے کہ اس کا علم اور قدرت کمال زبردست ہے۔

کفار عرب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی جس تعلیم سے تعجب و انکار تھا وہ تعلیم یہی تھی۔

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا۔
"یعنی گوشت کے گل سڑ جانے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد ہم کیوں کر پیدائش جدید حاصل کریں گے"

لہٰذا مومن کو واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو المبدء، المعید تسلیم کرے۔ حشر اجساد پر ایمان رکھے اور سمجھ لے کہ اس بارہ میں جس قدر شکوک و اعتراضات ہیں۔ وہ سب علم و قدرت انسانی پر وارد ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور قدرت تام ایسے اعتراضات کا محل نہیں ہو سکتا۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ حیات موجودہ کی قدر کرے اور حیاتِ آخرت کے لئے سرمایہ جمع کرلے۔

۱۲
اَلْوَاجِدُ

وَجَدَ وَجْدًا۔ وِجْدَةً۔ وُجْدًا۔ وُجْدَانًا۔ کے معنی دریافت ہیں مگر

اللہ تعالیٰ کا نام اس معنی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں اس مصدر کے افعال آئے ہیں۔ وہاں انسان فاعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں۔ صاحب قاموس کہتا ہے وَجَدَ ہُ اللہُ تَعَالیٰ ۔ کہنا درست نہیں۔ ہاں اَوْجَدَہُ اللہُ کہہ سکتے ہیں[1]۔

اب یہ اسم وُجُود سے بن سکتا ہے۔ وُجُود کے معنی ہستی ہیں۔ اس معنی میں بھی یہ اسم قرآن مجید میں نہیں آیا اور نہ لفظ وجود کا استعمال قرآن پاک میں ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس لئے واَجِد ہے کہ وجودِ حقیقی اور ہستیٔ مطلق اسی کو حاصل و زیبا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس لئے واَجِد ہے کہ جملہ موجودات پر اسے احاطت حاصل ہے۔

وہ واَجِد ہے اور جملہ مطلوبات وکمالات ذاتیہ کا وجود اسے ہمیشہ سے حاصل ہے۔

ہاں اسم الوَاجِد۔ وُجد بضم سے بھی بن سکتا ہے۔ وُجْد کے معنی تونگری و غناء ہیں اور اَلْوَاجِدُ کے معنی ذُوالوُجْد ہوئے یعنی وہ جو مالک غناو تونگری ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ اسم اس حدیث ترمذی کے سوا اور کسی حدیث میں بھی نہیں آیا۔

واضح ہو،

کہ وجود کے متعلق فلاسفہ واتحادیہ نے بھی تکلم کیا ہے جو اَبْعَدعَن الصَّوَاب ہے اُن کے مباحث خالی الفاظ کے ہوتے ہیں۔

۱- کیا وجود شئے عین ماہیت ہے یا غیر ماہیّت ہے۔

۲- کیا وجود قدیم نفس ماہیت ہے۔

۳- کیا وجود حادث زائد از ماہیت ہے۔

یہ سب فضول بحثیں ہیں اور حقانیت وعرفان کا ان میں کوئی حصہ نہیں۔

صوفیہ کرام

نے بھی وجود پر بہت کچھ تکلم کیا ہے مگر ان کی مباحث کا ان فلاسفہ کی مباحث

---

[1] اَوْجَدَہُ اللہُ ۔ اللہ نے اُسے مقصود پر پہنچایا ۱۲۔

سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کی بحثوں کا تعلق ان آیات سے ہوتا ہے۔

يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (نساء۔۱۱۰) "وہ اللہ کو غفور رحیم پائے گا"

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (نساء۔۶۴) "تم اللہ کو تواب رحیم پاؤ گے"

وَوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰهُ حِسَابَهٗ (نور۔۳۹) "اللہ کو اپنے قریب پایا اس نے بندہ کا حساب پورا کر دیا"

ہر سہ آیات میں بندہ کا وجدان بتایا گیا ہے۔

پہلی اور دوسری آیت میں گنہگار مومن کا ذکر ہے جو گناہ کے بعد پچھتاتا پھر استغفار کرتا اور اللہ تعالیٰ اس سے رحم و عطوفت کا معاملہ فرماتا ہے۔ تیسری آیت میں اس کافر کا ذکر ہے۔ جو اعمال سے خالی ہاتھ مالک کے سامنے جاتا ہے۔ اس آیت میں اس کی مثال اس تشنہ شخص سے دی گئی ہے جو سراب کو پانی سمجھتا ہے اور جب سراب پر پہنچ جاتا ہے تو محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا وہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے جاتا ہے تو اس کا حساب پورا فرما دیتا ہے۔ اہل تصوف وجدان کے لحاظ سے طالب کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔

سالک۔ واصل۔ واجد۔

ابن القیم نے اس پر ایک مثال بیان کی ہے۔ چند شخصوں کو معلوم ہوا کہ فلاں میدان میں فلاں درخت کے نیچے خزانہ دبا ہوا ہے۔ ایک شخص چل پڑا۔ چل رہا ہے مگر وہاں تک نہیں پہنچا۔ دوسرا شخص وہاں پہنچ گیا۔ مگر ابھی اسے خزانہ ہاتھ نہیں لگا ہے۔ تیسرا شخص وہاں پہنچا اور اسے خزانہ مل بھی گیا۔ اس تیسرے شخص کے واردات کے لحاظ سے حالات کو تواجد۔ وجد۔ اور وجود کے نام سے موسوم کیا کرتے ہیں اگر ان الفاظ کی صراحت کی جائے تو اصل موضوع سے بہت دُور جا نکلا ہو گا۔ لہٰذا اسی اختصار پر جو الواجد کی مناسبت سے لکھا گیا۔ اکتفا کی جاتی ہے۔

۱۳

اَلْمَاجِدُ

مجد سے ہے۔ مجید بھی مجد سے ہے۔ مجید میں مبالغہ ہے
یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک نام بوجہ علمیت خود کمال تام ربانی پر دلالت کرتا ہے۔ اقتضائے لفظی اس کے ساتھ شامل ہو یا نہ ہو لہٰذا الماجد اللہ تعالیٰ کی بزرگی وعظمت پر دلالت قوی رکھتا ہے۔ یہ تلون صفات ہے کہ کبھی فعیل کی شکل میں اور کبھی فاعل کی شکل میں جلوہ آرائی ہوتی ہے اور ہر شکل میں دلربائی کی شان الگ الگ نظر آتی ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَقَالَ بِہٖ وَسُبْحَانَ الَّذِیْ لَبِسَ الْمَجْدَ وَتَکَرَّمَ بِہٖ وَسُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَنْبَغِی التَّسْبِیْحُ اِلَّا لَہٗ سبحان ذی الفضل والنعم سبحان ذی المجد والکرم سُبحان ذی الجلال والاکرام۔

(ترمذی عن ابن عباس)

وہ پاک ہے وہ ذات جو مہربانی فرماتا ہے اپنے عزت و جلال کے ساتھ اور فرمایا بھی پاک ہے وہ ذات جس نے لباس بزرگی کا پہنا اور اسی کے ساتھ کریم ہوا۔ پاک ہے وہ ذات کہ تسبیح نہیں لائق مگر اسی کیلئے پاک ہے وہ ذات جو فضل اور نعمتوں والی ہے پاک ہے وہ ذات جو بزرگی اور کرم والی ہے پاک ہے وہ ذات صاحب جلال اور صاحب کرم ہے۔

واضح ہو کہ یہ اسم قرآن مجید میں نہیں آتا۔ باقی تفصیل المجید میں دیکھنی چاہیئے

اَلْمُقَدِّمُ۔ اَلْمُؤَخِّرُ

یہ ہر دو نام قرآن مجید میں نہیں ہیں لیکن صحیحین میں یہ ہر دو نام دعا ذیل میں آتے ہیں۔
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ

وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔

اللہ تعالیٰ مقدم ہے کہ اس نے علل کو معلومات پر اور مبادی و مقدمات کو مقاصد و مطالب پر مقدم فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مقدم و مؤخر ہے، وہی اہل صدق کو آگے بڑھانا اور اہل باطن کو پیچھے ہٹانا

اللہ تعالیٰ مقدم ہے اور وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ (فرقان ۳) کی شان اسی کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ مقدم و مؤخر ہے اور یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ۔

اللہ تعالیٰ مقدم ہے اور نَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ (یٰس) سے اس کی شان نمایاں ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤخر ہے۔ اشیاء و افعال کے عواقب اور خواتیم کو اُسی نے قدرت کاملہ اور حکمت شاملہ سے مؤخر کر دیا ہے۔ اسی نے معلولات کو علل سے مؤخر بنایا ہے۔

اس کے حضور میں لَوْ اَخَّرْتَنِیْ . . . کی التماس اہل حسرت کریں گے۔

۱۶
اَلْمُنْتَقِمُ

نَقَمَ سے ہے جس کے معنی ناپسندیدگی ہے۔ کسی بُرے فعل کو دیکھ کر اُس پر انکار کرنا۔ خواہ زبان سے ہو یا عقوبت سے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا ذکر فرمایا جو اہل ایمان کو جلتی آگ میں ڈالتے اور خود کنارہ پر بیٹھ کر جلنے والوں کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد فرمایا:

۱۔ وَمَا نَقَمُوْا مِنْھُمْ اِلَّا اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ۔ (سورہ بروج) "مومنوں کو یہ تکلیف و اذیت انہوں نے صرف اسلئے دی کہ یہ لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں"۔

۲۔ قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ ھَلْ تَنْقِمُوْنَ "اہل کتاب سے کہدیجئے کہ ہم کو کس بات

مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ۔ (مائدہ ۸۲)

پر اذیت دیتے ہو۔ کیا یہی کہ ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور وحی اللہ پر جو ہمارے لئے اُتری اور اس وحی پر جو ہم سے پہلے اُتری ہے ؟

۳۔ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (روم ۵۰) "اللہ تعالیٰ کا انتقام جرم کے بعد مجرم پر ہوتا ہے"

یہ واضح رہے کہ مُنْتَقِم بطور اسم احسن قرآن مجید میں نہیں آیا۔ البتہ آلِ عمران و مائدہ اور ابراہیم و زمر میں ذوانتقام آیا ہے اور ہر چہار مقامات پر اسم عزیز کے ساتھ یہ ظاہر ہے کہ مجرم کو سزا دینے کے لئے غلبہ و طاقت کی ضرورت ہے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو ضوابط انصاف و داد گستری کی پابندی ضروری ہے کہ مجرم کو سزا دینا بھی ایک اصول ہے جیسا کہ پاک صاف شریف انسان کی حفاظت کرنا ایک اصول ہے۔ جرائم پیشہ لوگوں کو کیفر کردار تک نہ پہنچانا بنیاد تمدن کو متزلزل کر دیتا ہے۔ ؎

نہ دانست آنکہ رحمت کرد بر مار
کہ ایں ظلم ست و فرزند آدم

۸۷
اَلْمُقْسِطُ

قِسط بفتح۔ جور و بیداد۔ حق تلفی۔ اس کا فاعل قاسط آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا۔ یعنی ظالم لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے"(جن ۱۵)

قِسط بکسر اوّل۔ عدل و داد۔ رزق و بہرہ و نرازو۔ اس کا فاعل باب افعال سے مُقْسِط آتا ہے۔

قِسْط کا استعمال قرآن مجید میں بچند اسلوب ہوا ہے:۔

۱۔ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتَامٰى بِالْقِسْطِ۔ (نساء ۱۲۷) "پورے پورے انصاف کے ساتھ یتامیٰ کی تربیت پر قیام کرو"

۲۔ کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ۔ (نساء ۱۴۱) "عدل و انصاف کے نگران اور حامی رہو"

۳۔ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ۔ "عدل کے ساتھ شہادت ادا کیا کرو"

۴۔ وَاَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ (ہود ۹۱) "ناپ اور ترازو کو ناپ اور وزن کے آلات کو عدل و راستی سے پورا پورا رکھو"

۵۔ وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ۔ (مائدہ ۵) "فیصلہ کرو تو متخاصمین کے ساتھ پورے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو"

ان آیات سے واضح ہوا کہ قسط کا تعلق تمدن۔ تہذیب۔ اخلاق میں بہت زیادہ ہے اور فقدانِ قسط سے دین و دنیا کی خرابیاں وارد و عائد ہو جاتی ہیں۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اسم پاک المقسط نہیں آیا۔ بلکہ سورہ مائدہ حجرو ممتحنہ میں اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ آیا ہے۔

۱۔ اِنَّهٗ یَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ۔ (یونس ع ۱) "اللہ وہ ہے کہ خلقت کو پیدا کرتا ہے پھر اُسے اپنی طرف لوٹاتا ہے تاکہ ایمان اور عمل صالح والوں کو عدل سے جزا دے"

۲۔ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ (یونس ع ۵) "ان کا فیصلہ انصاف سے کر دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے"

۳۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِکَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔ (آل عمران ع ۲) "گواہی دی خود اللہ نے کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی اور فرشتوں نے اور اہل علم نے اسی حال میں کہ وہ قائم ہے ساتھ انصاف کے"

ان آیات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس لئے مُقسِط ہے کہ وہ ظالموں مشرکوں کا فیصلہ بھی بِالْقِسْطِ۔ فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ اس لئے مقسط ہے کہ اختیار و اعلان اظہار و تبیان میں قیام بالقسط فرمایا ہے۔ سب سے بڑے واقعہ توحید کو سب سے زیادہ تائید و توکید کے ساتھ دنیا پر روشن کیا اور اسی واقعہ پر تمام روحانی طاقتوں اور تمام علمی طاقتوں کے متفق علیہ نتائج کو

کو طالبانِ حقیقت کے سامنے منکشف کر دیا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ اس لئے مُقسِط ہے کہ وہ مقسطین سے محبت رکھتا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ اس لئے مُقسِط ہے کہ اس نے دنیا میں اپنے رسولوں کو عدل کا دن۔ تمدن وحقوق (ربانی وعباد) کے قائم کرنے کے لئے بھیجا اور ان کے ساتھ ہی اغراض کی تکمیل کے لئے شریعت اور میزان کو نازل کیا تاکہ ان ذرائع سے لوگ باہمی انصاف وقسط کو قائم کر لیں۔ اس نے تلوار کو بھی نازل کیا۔ جس میں سخت ہیبت بھی ہے اور انسانی منافع بھی ہیں۔
لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ الحدید ع ۳)

۱۸
اَلْمُغْنِیُ

اِغنا غنی نمودن۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل ایمان سے وعدہ فرمایا تھا۔

اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ (نور۔۴)

"اہل ایمان اگر اب بے زر بے سامان ہیں تو اللہ تعالیٰ انکو اپنے فضل وکرم سے غنی بنا دے گا۔"

اس وعدہ کو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا۔ عراق کے ذخیرے، روم کے خزانے۔ ایران کے گنجینے۔ شام کے اندوختے۔ مصر کے سرمائے۔ دولت اور حصول دولت کے وسائل۔ زمین اور زمین کی معدنیات۔ سمندر اور سمندر کے لال وجواہر عہد صدیقی وفاروقی میں مسلمانوں کے تصرف میں کر دیئے۔ عثمان غنی کی جود ونوال نے عرب کے گھر گھر میں خلعت ولباس اور عنبر ومشک کی تقسیم کر دی۔ یہ سب کچھ مغنی برحق کی داد کا نتیجہ تھا۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا تھا، وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے عیال والا دیکھا اور غنی کر دیا۔
لوگ سمجھتے ہیں کہ فراوانی زر ومال سے غنی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ غلط ہے۔ زر ومال

کی کثرت تو جوع البقری پیدا کر دیتی ہے اور کبھی غنا حاصل نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے: الغنی غنی النفس غنیٰ تو دل کی غنیٰ کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جس قدر غنا تھی وہ اس واقعہ سے ظاہر ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے پیغام بھیجا کہ آپ چاہیں تو مکہ کے سب پہاڑ سیم وزر کے بنا دیئے جائیں۔ حضور نے عرض کی کہ یہ تو میری ہرگز آرزو نہیں۔ مجھے تو ایک روز روٹی مل جائے تاکہ وہ دن میرا شکر کے ساتھ بسر ہو۔ ایک دن بھوکا رہوں تاکہ وہ دن دعا والتجاء میں بسر ہوا کرے ؎

فرمایا رسول حق نے ارشاد ‏ ‏ اک روز ہوا یہ حکم رحمان
تو چاہے اگر تو زرِ خالص ‏ ‏ کر دوں بطحا کا سب کہستان
کی عرض ۔ نہیں نہیں الٰہی ‏ ‏ ہے چاہتا بندۂ ثنا خواں
اک روز میں بھوک سے گزاروں ‏ ‏ در پر ترے سائل اور گریاں
اک روز بقدرِ قوت کھاؤں
لب شکر کناں وحمد گویاں

ہاں اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے انعام دنیوی سے اہل دنیا مالا مال ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی دولتِ لازوال سے اہل ایمان بہمہ حال خوشحال ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ کسی کو مال دیتا ہے اور مال اس کے کچھ کام نہیں آتا۔
مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ۔
اللہ تعالیٰ ہی ہے جو خاص بندوں کے لئے فراخی کی تمام راہیں کھول دیتا ہے
یُغْنِ اللّٰہُ کُلًّا مِّنْ سَعَتِہٖ (نساء۔ ۱۳۰)
اللہ تعالیٰ ہی ہے جو یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا (دخان ۵) کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔
اللہ تعالیٰ ہی مُغْنِی ہے۔ وہ کاملین کو غنائے قلب عطا فرماتا ہے اور سائلین کو بامراد فرماتا ہے۔ امیر و فقیر سب کی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔

۱۹
مَانِعُ

مَنع عطا کی ضد ہے اور رَجُلٌ مَانِعٌ کے معنی مرد بخیل آتے ہیں منع کے معنی حمایت بھی آتے ہیں مَکَانٌ مَنِیعٌ ۔ وہ بلند مکان جو رہنے والوں کی حمایت کر سکیں۔ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ (حشر) کافروں نے سمجھا کہ ہمارے قلعے ہم کو بچا لیں گے۔

وَنَمْنَعُكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ منافقین کا قول اہل کفر سے ہے کہ ہم تم کو اہل ایمان سے بچاتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مانع ہے کہ وہ اپنے بندوں کی حمایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مانع ہے کہ وہ اہل باطن کے ہاتھوں سے اہل حق کو بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُعطی و مَانع ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ (صحیح بخاری کتاب الدعوات)

اللہ تعالیٰ مانع ہے اور اس لئے ممنوعات شرعیہ سے اس نے اہل الطاعت کو روک دیا ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اہل ہوا و ہوس کی صحبت سے پرہیز کریں کہ وہ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ میں داخل ہونے سے خود کو بچائیں۔ لازم ہے کہ اعتماد و وثوق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر قائم کریں۔

واضح ہو کہ یہ اسم قرآن پاک میں نہیں۔

۲۰-۲۱
اَلضَّآرُّ النَّافِعُ

ضرر۔ نقصان۔ نفع۔ فائدہ۔

یہ ظاہر ہے کہ ضرر و نفع خلقت کو ضرور پہنچتے ہیں اور ضرر و نفع کا وجود مختلف اعتبارات سے ہے۔ دو شخصوں نے ایک سودا کیا۔ ان میں سے ایک تو ضرر کی شکایت کرتا ہے اور دوسرا نفع کمانے پر خوش ہے۔ سودا ایک ہے۔

یہ حالات کس کے حکم کی تحت میں ہیں۔ سُورۂ جنّ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اہل عالم سے یہ فرما دیں قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا کہدے کہ میں تمہارے لئے ضرر اور فائدہ کا مالک نہیں ہوں" جب سرور کائنات نے بھی یہ فرما دیا تو ظاہر ہے کہ اب ضرر و نفع کا مالک رب العالمین کے سوا اور کون ہو سکتا ہے اور اس لئے کہ یہ ہر دو نام اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ان دونوں کو بحالتِ مزدوج استعمال کرنا چاہیئے۔ ہر دو نام قرآن پاک میں بطور اسمائے حسنیٰ استعمال نہیں ہوئے۔

۲۲
اَلرَّشِیْدُ

رَشَدَ رُشْدًا وَرَشَادًا۔ وَرَشِدَ رَشَدًا۔ بمعنی ہدایت مستعمل ہوتا ہے۔

نابالغ بچوں کی سنّ تمیز کے متعلق ہے۔

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا۔ "اگر اُن میں تمیز کا ہونا پایا جائے تو اُن کا مال اُن کے حوالہ کر دو"

ابراہیم علیہ السلام کی عرفان طلب نگاہ حق بین کے متعلق ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ۔ "ابراہیم کو اس سے بیشتر ہدایت عطا کی تھی"

رُشْد بضم اور رَشَد بفتح دونوں ہم معنی آتے ہیں۔ بعض نے بتلایا کہ رَشَد خاص تر ہے رُشْد کا امور دنیویہ و اخرویہ میں ہو سکتا ہے مگر رُشْد صرف امورِ اُخرویہ کی نسبت مستعمل ہوتا ہے۔

راشد اور رشید دونوں معنی فاعلیت کے لئے آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفت میں فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ —

: وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ۔

فرعون کے متعلق ہے، وَمَآ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِیۡدٍ۔
ہُود علیہ السلام کی قوم نے ہُود کو کہا تھا: اِنَّکَ لَاَنۡتَ الۡحَلِیۡمُ الرَّشِیۡدُ (ھود ۱۰)
اُن کی مراد رشید سے عقل و ہوش والا تھا نہ کہ منصبِ نبوت پر فائز شدہ کیونکہ نبوت پر تو وہ ایمان ہی نہ لائے تھے۔

واضح ہو کہ یہ اسم بطورِ اسمائے حسنیٰ قرآن پاک میں موجود نہیں لیکن جب رَشِیۡد بمعنی ھَادِیۡ ہے تو معناً اسم کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا اور روایت حدیث میں آ جانے کے بعد وہ صحیح طور پر اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ رشید ہے وہی مسترشدین کی رہنمائی فرماتا ہے۔
اللہ تعالیٰ رشید ہے اور اسی کے افعال رشد و ہدایت پر مبنی ہیں۔
اللہ تعالیٰ رَشِیۡد ہے اس کے اور جملہ احکام و سنن۔ ہدی میں صلاح و صواب۔ اور ارشاد و سداد پائی جاتی ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ دین حقہ کی تعلیم سے غافل نہ ہوں سیکھتے سکھلاتے۔ پڑھتے۔ پڑھاتے۔ ہدایت پر چلتے چلاتے رہیں۔

۲۳
اَلصَّبُوۡرُ

صَبَرَ صَبۡرًا فَھُوَ صَابِرٌ و صبیر و صَبُوۡرٌ۔
صبر کے معنی لغت میں حبس و امساک ہیں۔ شرعاً مصیبت کے وقت عدم شکوی عدم اضطراب کا نام صبر ہے۔

صبر کا ذکر قرآن مجید کے ۹۰ مقامات پر آیا ہے اور اہل صبر کی مدح اللہ تعالیٰ نے اور طریقوں سے فرمائی ہے۔ ہم نے اس کی صراحت اپنی کتاب الجمال و الکمال تفسیر سورۂ یوسف) میں بیان کی ہے۔

صبر وہ صفت ممدوحہ ہے کہ اخلاق کریمہ کو صبر کے ساتھ مناسبت خاص ہے، اور اختلافِ مواقع سے اس کے نام بھی مختلف ہو گئے ہیں۔

مصیبت کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لینے کا نام صبر ہے۔ اس کی ضد جزع ہے
جنگ میں قائم رہنے کا نام شجاعت ہے۔ اس کی ضد جُبن ہے۔
برداشت آفت کا نام ارحب صدر ہے۔ ضد ضجر
رازداری کے کمال کا نام کتمان ضد مذل وغیرہ وغیرہ۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا نام "صبور" نہیں آیا۔ مخلوق کے لئے بھی صابر
ہی آیا ہے صبور نہیں۔
اس کی تائید میں وہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے جو جامع الاصول کے کتاب الصبر
میں موجود ہے کہ صحیحین میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔
لَا اَحَدٌ اَصْبَرُ علی اذی سمعہ مِنَ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّہٗ
لیشرك بہ ویجعل لَہٗ الْوَلَد ثُمَّ یُعَافِیْھِمْ وَیَرْزُقُھُمْ۔
"اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اس بُرائی اور اذیت پر جو سنی جائے صبر کرنیوالا کوئی نہیں
اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے فرزند مقرر کیا جاتا ہے۔
تاہم اللہ تعالیٰ درگزر کرتا ہے اور ان کو رزق دیئے جاتا ہے۔"
اب اسم صبور ہم معنی حلیم ٹھہر گیا، اور معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں
کو دیکھتا برداشت کرتا مہلت دیتا ہے۔
اس اِسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود بھی اعداء دین کے کلماتِ
اذیت کو سُن کر برداشت کی عادت پیدا کریں۔ انبیاء و رُسل کی سُنن ھدیٰ میں سے
صبر کرنا ہی ہے۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللہِ۔

۲۴
رَازِق

رزق دینے والا۔ روزی بخش۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لفظ رزق وسیع معنی میں آتا
ہے کھائی جانیوالی چیزوں کو بھی رزق کہتے ہیں اور دیگر اشیاء کو بھی جن سے انسان

تمتع حاصل کرتا ہے۔ مال و جاہ۔ علم و دولت وغیرہ رَزَقَنِیَ اللّٰہُ الْعِلْمَ نے مجھے علم بخشا۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں۔ بعض نے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ کی تفسیر میں رزق کے معنی بارش بھی کئے ہیں اور بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ کے معنی یہ ہیں کہ شہداء پر نعم اخرویہ کا فیضان ہوتا ہے۔

رازق کے معنی رزق کا پیدا کرنے والا بھی ہیں۔ رزق کا عطا کرنے والا بھی اور رزق کا مسبّب بھی۔

۲۵
صَادِقُ

صدق اظہارِ اصلیت۔ دل و زبان کا ایک ہونا۔ وعدہ اور قول میں پکّا پورا اُترنا۔ قرآن پاک میں ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۔
دوسری آیت میں ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا۔
انہی آیات سے یہ اسم بنایا گیا ہے۔
جب یہ اسم بندہ کے لئے ہوتا ہے تب صدق سے تین اسم بنتے ہیں۔ صادق صدوق۔ صدیق۔ ان سب کی بحث ہماری کتاب "الجمال والکمال" میں ہے۔

۲۶
اَلْجَمِيْلُ

جمال۔ حُسن کثیر کو کہتے ہیں۔ حسن کا اطلاق جسم و بدن پر بھی ہوتا ہے اور اقوال و افعال پر بھی۔ جمیل وہ ہے جو محاسن کثیر والا ہے۔ جمیل وہ ہے جس سے خیر کثیر دوسروں کو حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا نام جَمِيْل انہی معنی سے ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَّ يُحِبُّ الْجَمَالَ کے معنی یہی ہیں کہ وہ ذاتِ پاک خود بھی اپنے بندوں کو خیر کثیر

عطا کرنے والا ہے اور اُسے پسند بھی یہی ہے کہ اسی فعل کی پابندی بندے بھی کریں۔

۴۔ اَلْبَادِیُ

بَدَأَ کسی شے کو دوسری پر مقدّم کرنا۔ قدامت

بَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ کَمَا (انسان کی پہل مٹی سے ہوئی)

بَدَأَکُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ (جیسے تم کو شروع میں بنایا تھا۔ ایسا ہی اعادہ ہوگا)

اللہ تعالیٰ ہی بادی ہے اور اسی کی تقدیم سے ہر شے کو تقدیم ملتی ہے۔ اسی کی ظہور بخشی سے ہر شے ظہور میں آتی ہے۔

۵ اَلْوَافِیُ

وَفٰی۔ یَفِیْ وَفَاءً سے ہے۔ وفا کے معنی پورا کرنا۔ تمام کرنا۔ وعدہ کو پورا کرنا

اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ وہی نعمت کو پورا دینے والا ہے۔ وہی دنیا و آخرت کے وعدوں کو مکمل و تمام کرنے والا ہے۔

۲۷ بُرْهَانٌ

بَرِہَ یَبْرَہُ سے سفید ہونا۔ رَجُلٌ اَبْرَہُ سفید رنگ کا مرد۔ اِمْرَاۃٌ برہاءُ سفید پوست کی عورت۔

بُرْهَان۔ بوزن فعلان ہے رجحان کی مثال۔

بُرْهَان روشن اور واضح دلیل۔ جو ابداً مقتضی صدق ہو۔ مجھے نہیں معلوم ہو سکا۔ کہ بُرْهَان بطور اسم الٰہی کسی آیت سے ماخوذ ہے۔ مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ ہیں جن میں لفظ بُرْهَان آیا ہے۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ۔ (بقرہ۔ نمل۔ انبیاء۔ قصص)

قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ۔ (نساء)
لَوْلَا اَنْ رَاٰی بُرْهَانَ رَبِّہٖ۔ (یوسف)
لَا بُرْهَانَ لَہٗ بِہٖ۔ (مؤمنین)
فَذٰنِكَ بُرْهَانَانِ مِنْ رَبِّكَ۔ (قصص)

۷۔ اَلْبَارُّ۔ نیکی کنندہ۔ اَلْبَرّ کی شرح دیکھنی چاہیئے۔

۲۸
اَلشَّدِیْدُ

شَدَّ لغت میں گرہ دینے کو کہتے ہیں۔ بعدازاں اس کا استعمال جسم اور قوی اور عذاب کے استحکام میں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ (بقرہ۔ آل عمران۔ انفال وغیرہ میں۔ اور شدید المحال سورۂ رعد میں بیان ہوئی ہے۔ اسی مقام سے الشدید کو بطور اسم بیان کر دیا گیا ہے۔

۲۰۔ اَلرَّافِعُ

دیکھو الرَّفِیع جو باب اوّل میں ہے۔

رفعت کا تعلق مکانات سے ہے وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ۔ جب ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔ اور بلندی مکان سے بلندی درجات کے معنی بھی لے لئے گئے ہیں۔ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ "ہم نے بعض کے درجے بعض پر بلند کر دیئے" وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلعم کے ذکر کو بلندی اور رفعت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ رافع ہے۔ رفعت کی جملہ اقسام اسی کی آستان سے ملتی ہیں۔

۲۹
اَلْقَائِمُ

قَامَ یَقُوْمُ قِیَامًا سے فاعل قائم آتا ہے۔ قیام کے معنی حفاظت بھی ہے اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۔ اسی آیت سے یہ اسم لیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اسم قیوم ہے اور حدیث پاک میں قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے۔ ہر دو اسماء کا مادہ بھی قیام ہے۔

اللہ تعالیٰ اَلْقَائِمُ ہے۔ ہر شے کی حفاظت اس کے احوال کے ساتھ فرمانا ہر شے کو برقرار رکھنا اسی کا کام ہے۔

۱۸- اَلدَّائِمُ

د و م کے معنی اصلی سکون ہیں۔ محاورہ ہے دَامَ الْمَاءُ پانی ٹھہر گیا۔ نُهِیَ اَنْ یَبُوْلَ الْاِنْسَانُ فِی الْمَاءِ الدَّائِمِ۔ منع کیا گیا ہے کہ انسان پیشاب کرے ٹھہرے ہوئے پانی میں۔"

عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۔ میں ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ جب تک ان میں قیام کیا۔

اسرائیلیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا تھا۔ لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا جب تک وہاں کے لوگ اس علاقہ میں آباد ہیں۔ ہم اس علاقہ میں داخل نہ ہوں گے۔"

قرآن مجید میں کسی آیت سے ایسا قرینہ نہیں ملتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا اسم الدائم قرار دیا جاوے البتہ اسکے لغوی معنی "رہنے والا" "ٹھہرنے لگا" کے مفہوم کا اطلاق وسیع لے لیا گیا ہے۔

۳۰
اَلْوَاقِیْ

یہ وِقَایہ مصدر سے ہے۔ معنی وقایت میں ہے۔ کسی شے کو اس کی ضرر رساں

وابذدہ چیز سے بچانا۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ (دہر) اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس دن کے شر سے بچایا۔

مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔ اُن کا بچانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

اللہ وَاقی ہے اور وہی ہم کو شر و عذاب سے بچانے والا ہے۔

۳۱

اَلْمُنِيْرُ

۳۲

اَلْقَدِيْمُ

۳۳

اَلسَّامِعُ

سَمْع ۔ شنوائی

اَلسَّمِيْعُ ۔ جو باب اول میں ہے

۳۴

اَلْمُعْطِیْ

عطا کنندہ۔

عطا و عطیہ عموماً انعام کے لئے آتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے انعامات دنیا و آخرت میں لاانتہا ہیں۔ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (ایسے انعام۔ جو کبھی منقطع نہ ہوں۔ جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو) کا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

۳۵

اَلتَّامُّ

تمام الشیء کسی شے کے جملہ اجزا کا جمعیت پذیر ہو جانا۔ اس طرح پر کہ اب کسی شے کی اُسے ضرورت نہ رہے۔ بدر تمام۔ چودھویں رات کا چاند۔ لیل التمام موسم سرما کی سب سے لمبی رات۔

تام ۔ وہ جو اپنی ذات میں مکمل ہو جس میں کوئی نقص نہ ہو وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ
اللہ پاک ہے نور (دین کو) کامل کر دینے والا ہے ۔

۳۶

اَلْعَالِمُ

مالکِ علم ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ اسم اس آیت سے لیا گیا ہے ۔
اِنَّ اللّٰہَ عَالِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ملائکہ) سورہ انعام ۔ سجدہ ۔ سبا و
رحمٰن میں بھی عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ۔ وارد ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ مطلقاً "عالم" کہلانا ربّ العالمین ہی کے شایاں ہے ۔ انسانوں کو عالم کہنا محض اضافی ہے ۔ علم الٰہی کے مقابلہ میں انسان کا علم وہی نسبت رکھ سکتا ہے جو سمندر کے مقابلہ میں اس قطرہ کی ہے جو سر زن پر لٹک رہا ہو ۔

۳۷

اَلْاَبَدُ

زمانہ کی صفت میں آتا ہے ۔ وہ زمانہ جو منقطع نہ ہو جس کی انتہا نہ ہو کسی شخص کی تمام تر زندگی کا زمانہ ۔

میں معلوم نہیں کر سکا کہ کس دلیل سے اس کو بطور اسم پاک شمار کیا گیا ہے ۔ قرآن مجید میں جتنی آیات میں لفظ ابد آیا ہے ان میں سے کسی ایک آیت میں بھی اس طرف اشارہ نہیں صرف اتنی مناسبت کہ ابد زماں غیر منقطع کو کہتے ہیں ۔ اسے داخل اسماء حسنیٰ کرنے میں کافی نہیں ۔ واللہ اعلم

۳۸

اَلْوِتْرُ

وتر ۔ ایک ۔ یگانہ ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو من کل الوجوہ وحدت حقیقی حاصل ہے

اس لئے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لئے ہو سکتا ہے۔ ایسے قرینہ والے سے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت صحیحہ رکھتا ہو جیسے ھُوَ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْر میں موجود ہے۔

۳۹

اَلنَّاظِرُ

۴۰

اَلْحَنَّانُ

حنان: شفقت و دلسوزی وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا حضرت یحییٰ کی صفت ہے شفقت چونکہ نوع از رحمت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا نام حنّان ٹھہرا۔ یہ نام بطور اسم پاک حدیث شریف میں منان کے ساتھ مل کر آیا ہے۔

۴۱

اَلْفَاتِحُ

فتح کے معنی: فیصلہ۔ مدد۔ علوم و معارف وغیرہ ہیں۔

نَصْرٌ مِنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیب "اللہ کی مدد اور قریب کی فتح"

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ۔ "اللہ کی مدد اور قریب کی فتح"

وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔ "تو تمام پیچیدگیوں کا بہتر کھولنے والا ہے"

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا "ہم نے تجھ کو فتح مبین عطا کی"

اللہ تعالیٰ کا اسم اَلْفَاتِح ان جملہ اعتبارات سے صحیح ہے۔ فتح بمعنی فیروزی اس لئے آتا ہے کہ ملک مفتوحہ کی سرحدات و قلعہ جات اور موانع فتح کنندہ پر کھل جاتے ہیں۔ سلاطین عثمانیہ میں سے اسی لئے سلطان محمد کو محمد الفاتح کہا جاتا ہے کہ اس نے ۸۳۲ھ میں قسطنطنیہ فتح کیا تھا۔

۴۲

اَلْمُثِیْبُ

ثواب دہندہ۔ ثواب کسی شے کا عمل کے بعد اس حالت پر پہنچ جانا۔ جو ابتدائے تفکر میں مقصود عمل تھی۔

ثوب بمعنی جامہ اس لئے ہے کہ کاشت پنبہ اور غزل و فتل اور نسیج کا آخری مقصود یہ صورت جامہ ہے۔

ثواب اجر عمل۔ جو عمل کا مقصود تھا۔ ثواب کا اطلاق جزائے خیر و شر دونوں کے لئے آتا ہے۔ مگر استعمال میں جزائے خیر کے لئے زیادہ تر مستعمل ہے۔ ثَوَابًا مِنْ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ـــــ اللہ تعالیٰ کا نام مثیب اس لئے بھی ہے کہ اعمال حسنہ کا ثواب احسن عطا فرمائے گا اور اس لئے بھی کہ اعمال سیئہ کا ثواب ان اعمال کے مطابق ملے گا۔

۴۳

اَلْمُدَبِّرُ

دُبر۔ پشت و انجام۔ تدبیر معاملات کے انجام کی فکر اور انتظام قرآن مجید میں یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ (سورہ رعد) اور یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ (سجدہ) میں آیا ہے اور انہی آیات سے اسم اَلْمُدَبِّر کا استخراج کیا گیا ہے۔

۴۴

فرد

فرد وہ شے جس میں کوئی دوسری شے شامل نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی شان احدیت و وحدیت کی وجہ سے فرد کہا گیا ہے کیونکہ وہی پاک ذات اپنی احدیت میں منفرد ہے فقط۔

۴۵

اَلعَادِلُ

عَدْل برابری۔مساوات۔عدل بالفتح۔وہ مساوات جو اشیاء و حقوق غیر محسوسہ میں ہو۔عدِل بالکسر۔وہ مساوات جو اشیائے محسوسہ میں ہو۔اللہ تعالیٰ عادل ہے کیونکہ اسی نے عدل و احسان کا امر فرمایا ہے اِنَّ اللہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔

۴۶

اَلْقَابِلُ

قابل التوب اللہ تعالیٰ کی صفت قرآن مجید میں ہے کہ وہ توبہ کو قبول کرنیوالا ہے اس کو مخفف کرکے القابل اسم بنالیا گیا ہے۔

۴۷

اَلسَّرِیْعُ

قرآن مجید میں سَرِیعُ الْحِسَاب اور سَرِیْعُ الْعِقَاب وارد ہوا ہے اسی کو مخفف کرکے السریع اسم بنایا گیا ہے۔کسی جگہ منفرد حالت میں بطور اسم مستعمل نہیں ہوا۔

۴۸

اَلْمُتَفَضِّلُ

فضل بزرگی۔دوسرے کے مقابلہ میں برتری فضل کی تین اقسام ہیں۔

فضل جنسی، حیوان جماد سے افضل ہے۔

فضل نوعی: گھوڑا گدھے سے افضل ہے۔

فضل شخصی: زید خالد سے افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم ہے۔اسی سے متفضل اسم بنالیا گیا ہے۔جو معناً صحیح ہے۔

۴۹

مَعِیْنُ

عون سے مَعِین۔مددرساں۔اعانت کنندہ ہیں۔دراصل وہی مدد فرمانے

والا ہے۔ اور اسی سے استعانت و مدد کی درخواست ہوتی ہے۔ تفصیل المستعان کے تحت میں دیکھو۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بایں معنی نہیں آیا۔ البتہ بطور اسم یا ظرف بمعنی چشمہ آب آیا ہے۔

۵۰
اَلْمُنْعِمُ

نعمت سے ہے۔ نعمت اصل لغت میں استلذاذ کو کہتے ہیں۔ جو کسی شے سے حاصل ہو۔ پھر ہر ایک شے کو جو انسان کی صحت و قوت و فرحت کی افزونی کا باعث ہو نعمت کہنے لگے۔

نِعمت بالکسر حالت کو ظاہر کرتی ہے جیسا کہ جِلسہ و رِکبہ نشست و سواری کی حالت ظاہر کرتے ہیں۔

نَعْمت بالفتح۔ فعل کے وقوع کو جو ایک ہی دفعہ واقع ہوا ہو۔ ظاہر کرتا ہے۔ جیسے ضَرْبہ۔ وشَتْمَۃ

قرآن مجید میں لفظ نعمت قلیل و کثیر۔ مادی و روحانی جملہ اقسام پر وارد ہوا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ۔ "اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو دی"

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ "اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو سب کا شمار نہیں کر سکو گے"

وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ "میں نے تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور میں خوش ہوں کہ اسلام تمہارا دین ہو"

انعام کے معنی دوسرے پر احسان کرنا ہے بشرطیکہ منعم علیہ بھی ذوالعقول میں سے ہونا چاہیئے مثلاً "یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں شخص نے فلاں مکان کو انعام دیا یا فلاں جانور پر انعام فرمایا ہے"

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ (زخرف) "عیسیٰ تو وہ بندہ ہے جس پر ہم نے انعام فرمایا ہے"

اللہ تعالیٰ نے زید رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا ہے۔

اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ ۔ "اللہ نے بھی اس پر انعام کیا اور تو نے بھی اس پر انعام کیا"

اللہ تعالیٰ مُنْعِم ہے اور اس کی نعمتیں حد و شمار سے افزون ہیں۔

اللہ تعالیٰ مُنعم ہے اور اس نے سب سے بڑی نعمت دینِ اسلام ہم کو عطا فرمائی ہے

اللہ تعالیٰ مُنعم ہے اور ظاہری و باطنی نعمتوں کو اس نے بکثرت عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ منعم ہے اور نعمت وہی ہے جو منجانب اللہ ہو۔

اللہ تعالیٰ منعم ہے اسی کے آستان پر ہمارا سوال نعمت ہے۔

بندہ کو لازم ہے کہ اس منعم حقیقی سے اس نعمت کا سوال کرے جو بندگانِ خاص کو عطا ہوتی رہی ہے۔ فانی نعمتوں کا سوال بے خبری ہے اور شہنشاہ سے کوڑیوں کا سوال سراسر حماقت ہے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔ "الٰہی جو نعمت تو نے مجھے اور میرے والدین کو دی ہے اس کے شکریہ کی توفیق بھی مجھے دے کہ تیرے پسندیدہ عمل کیا کروں۔ الٰہی میری اولاد کو بھی نیک بنا دے میرا رجوع تیری طرف ہے اور میں تیرا فرمانبردار ہوں"

اسم منعم کا استخراج آیاتِ قرآنیہ سے راقم نے کیا تھا۔ من بعد فتح الباری کے دیکھنے سے مجھے اطمینانِ قلب حاصل ہو گیا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اسے اسمائے حسنیٰ میں شمار کیا ہے۔

۵۲

اَلشَّافِیُ

شفاہ شفآء (ض) سے ہے۔شفا۔تندرستی۔افزونی۔

اللہ تعالیٰ نے شہد کی تعریف میں فرمایا ہے۔

فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔ "اس میں لوگوں کے لئے صحت ہے۔"

قرآن مجید کی صفت میں فرمایا۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (اسرائیل ع ۹) "قرآن کا ہر حصہ اہل ایمان کے لئے شفاء و رحمت ہے۔"

دوسرے مقام پر قرآن پاک کی صفت میں ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (یونس ع ۶) "اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کے روگ کی صحت پہنچی ہے۔ یہ مومنین کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔"

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ۔ (فصلت ع ۶) "کہدے کہ یہ قرآن اہل ایمان کے لئے ہدایت اور شفاء ہے۔"

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت میں فرمایا:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (شعراء) "جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تب وہی ہے جو مجھے صحت عطا کرتا ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ادعیہ میں سے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ اللّٰهُ يَشْفِيْكَ۔ "اللہ کا نام بچاؤ ہے ہر شے سے جو تجھے ایذا دیتی ہے۔اللہ تجھے شفا دے گا۔"

دوسری دعا ہے:

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ "اے انسانوں کے پالنے والے خوف وخطر دور کرد

وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔
اور صحت و شفاء بخشدے شافی تو ہی ہے۔ تیری ہی شفا کا نام شفا ہے ایسی شفا کر جو کوئی بیماری باقی نہ رہنے دے ”۔

اللہ تعالیٰ شافی ہے۔ اُس نے امراض جسمانی کے لئے گوناگوں ادویہ بنائی ہیں۔ اُن میں بوقلموں تاثیر رکھی ہیں۔ شہد وغیرہ ازاں جملہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ شافی ہے اس نے امراض روحانی کے لئے آیات قرآنیہ کو نازل فرمایا ہے جسمانی بیماریوں کی طرح روحانی بیماریاں بھی بہت ہوتی ہیں۔ مختلف اعضا کی بیماریاں مختلف ہیں اسی طرح آیاتِ قرآنیہ میں بھی الگ الگ بیماریوں کی دوا ہے۔

لوگوں نے اتنی بات تو سمجھی کہ آیاتِ قرآنیہ میں شفا ہے۔ مگر پھر قصورِ فہم سے اسے صرف امراض جسمانی تک محدود سمجھا اور آگے نہ بڑھے۔ اس میں شک نہیں کہ آیات کا استعمال امراض جسمانی۔ اور امراض مادی میں بھی کیا جاتا ہے۔ مگر اسکے فوائد حقیقی تو امراض قلب اور عوارض روحی میں بہت زیادہ ہیں۔ عوام میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو روحانی امراض کے علم سے ہی بے بہرہ ہیں اور پھر بڑی تعداد ان کی ہے جو ان امراض کا آیات سے علاج کرنا نہیں جانتے۔

محض قلب کے متعلق امراض ذیل کا پتہ کتاب حمید سے لگتا ہے۔

ریبِ قلب۔ نفاقِ قلب۔ غمرۂ قلب۔ رانِ قلب۔ لہائے قلب۔ انصرافِ قلب۔ اغلالِ قلب۔ اکنانِ قلب۔ انطباعِ قلب، ختامِ قلب، اقفالِ قلب، زیغِ قلب، قساوتِ قلب، عمیانِ قلب۔

ان امراض کیساتھ ان کی علامات و طریقۂ تشخیص و علاج بھی اسی کتاب پاک میں موجود ہیں۔

کسی نسخہ کے استعمال کا طریق یہ نہیں کہ کتاب طب کا ورق گھول کر پی لیا جاوے بلکہ اُن ادویہ کا استعمال ضروری ہے جن کو کتاب نے تجویز کیا ہے شافی مطلق کے ہاتھ میں شفاء ہے وہی امراض جسمانی میں ادویہ مادی سے صحت جسم عطا فرماتا ہے۔ اور وہی عوارض میں تدابیر روحی سے شفاء حقیقی بخشتا ہے۔

اس اسم پاک کا تعلق انسان کو حکیم مطلق کے دروازہ تک لیجاتا ہے اور برأت مرض کی برأت اُسے دلالت ہے۔

مبارک ہیں جو صحتِ عاجلہ و آجلہ اور شفاء اصلہ و کاملہ کی تلاش میں دوا و درمان کی طلب رکھتے ہیں۔ الٰہی ہم پر یشف صدور قوم مومنین کی تجلی نازل فرما۔

باب سوم

ناظرین کے اہتمام مطالعہ اور شائقین کی تکمیل فائدہ کی غرض سے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات پاک کے لئے جن مرکب اسماء کا استعمال ہوا ہے ان کا اندراج بھی معہ ترجمہ کر دیا جائے۔ یہ ۱۵ نام ہیں :

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۱	رَبُّ الْعَالَمِیْن	تمام جہانوں کا پالنے والا	سورہ فاتحہ
۲	رَبُّ الْعِزَّۃ	عزّت کا مالک	صافات
۳	رَبُّ الْعَرْش	عرش کا پروردگار	المومنون
۴	وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃ	مغفرت کو زیادہ وسعت دینے والا	نجم
۵	اَھْلُ التَّقْوٰی	تقویٰ کا مالک	مدثر
۶	اَھْلُ الْمَغْفِرَۃ	مغفرت کا مالک	مدثر
۷	خَیْرُ الْغَافِرِیْن	سب سے زیادہ گناہوں کو ڈھانپ دینے والا	اعراف
۸	اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ	سب حاکموں سے بڑھ کر حکم دینے والا	ہود
۹	خَیْرُ الْحَاکِمِیْن	سب سے بہتر حکم دینے والا۔	اعراف
۱۰	مَالِکُ الْمُلْکِ [1]	ملک کا مالک	آل عمران

[1] مَالِکَ الْمُلْکِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام۔ حدیث ترمذی میں بطور اسم واحد کے آیا ہے۔ اب تک جس قدر اسماء آئے وہ سب منفرد تھے مگر یہ اسم تو مرکب ہے اور حالت ترکیبی میں بھی اُسے دو نام (الف) مالک الملک (ب) ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام شمار کر سکتے ہیں، مگر روایت کا اتباع ضروری ہے۔ (ص ۔۔۔ پر دیکھئے)

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۱۱	خَیْرُ الرَّازِقِیْن	سب سے بہتر رزق دینے والا	مائدہ
۱۲	خَیْرُ النَّاصِرِیْن	سب سے بہتر مدد کرنے والا	آل عمران
۱۳	اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن	سب سے بہتر صورت بنانے والا	صافات
۱۴	خَیْرُ الْحَافِظِیْن	سب سے بہتر حفاظت کرنے والا	
۱۵	قَابِلِ التَّوْبِ	توبہ قبول کرنے والا۔	
۱۶	غَافِرِ الذَّنْبِ	گناہوں کو معاف کرنے والا	
۱۷	ذُو الطَّوْلِ	جود و سخا والا	
۱۸	ذُو الْمَعَارِج	بلندیوں کا مالک	
۱۹	ذُو الْقُوَّة	قوت والا	
۲۰	ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام	جلال و اکرام والا	
۲۱	نِعْمَ الْمَوْلٰی	بہترین آقا	
۲۲	نِعْمَ النَّصِیْر	بہترین مددگار	
۲۳	خَیْرُ الْوَارِثِیْن	بہترین وارث	
۲۴	فَالِقُ الْاِصْبَاح	صبحوں کا پیدا کرنے والا	

مَالِكَ الْمُلْك :

مُلْك : اور مِلك بلحاظ نتیجہ ایک ہی ہیں تاہم ملک اپنے معنی میں خاص ہے ہر ایک ملک داخل ملک ہوتی ہے مگر ہر ایک مِلک میں معنی مُلک حاصل نہیں۔

مُلک : اُس منضبط و محدود شے یا اشیاء کا نام ہے جس پر تصرّف بالحکم حاصل ہو ملک۔ جب اللہ کی طرف اضافت رکھتا ہو۔ تب اس کا معنی وہ حق دائم ہے جو اللہ تعالیٰ کو جملہ مخلوق پر حاصل ہے انہی معنی میں ہے لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ. تغابن ا

مالک الملک قرآن مجید میں صرف آل عمران میں آیا ہے: قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ

الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ۔
لیکن اسی معنی میں دیگر آیات پائی جاتی ہیں خَالِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (ملائکہ وزمر)

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۲۵	خَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى	دانہ اور گٹھلی کو اُگانے والا	
۲۶	رَبُّ الْفَلَقِ	نورِ صبح کا پروردگار	
۲۷	رَبُّ النَّاسِ	نوعِ بشر کا پروردگار	
۲۸	مَالِكِ النَّاسِ	نوعِ بشر کا بادشاہ	
۲۹	اِلٰهِ النَّاسِ	نوعِ بشر کا معبود	
۳۰	نِعْمَ الْوَكِيْل	بہترین وکیل	
۳۱	رَفِيْعُ الدَّرَجَات	بلند ترین درجات والا	
۳۲	كَاشِفُ الضُّر	نقصان کو دُور کرنے والا	
۳۳	خَيْرُ الْفَاصِلِيْن	بہترین فیصلہ دینے والا	انعام
۳۴	اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْن	سب سے جلد تر حساب کرنے والا	انعام
۳۵	خَيْرُ الْمنزلين	سب سے بہتر جگہ دینے والا	مومنون
۳۶	ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْم	فضلِ عظیم کا مالک	
۳۷	ذو انْتِقَام	سزا دینے والا	
۳۸	متم النعمه	نعمت کو مکمل کرنے والا	
۳۹	كاتب الرحمة على نفسه	اپنی ذات پر رحمت کو لکھ دینے والا	
۴۰	المجير	پناہ دہندہ	
۴۱	المَرهُوب	ہیبت والا	
۴۲	اَلْمُسْتَجَار	جس سے پناہ مانگی جائے	
۴۳	اَلْمُسْتَعَار	جس سے استعارہ کیا جائے۔	

نمبر شمار	نام	ترجمہ
۴۴	المَعَاذ	پناہ
۴۵	المَلْجَاء	ٹھکانا
۴۶	اَلْمُنْجِیْ	نجات دہندہ
۴۷	المستغاث	فریاد سننے والا
۴۸	قدیم الِاحسان	ہمیشہ سے احسان کرنے والا
۴۹	دائم المعروف	ہمیشہ سے بخشش و بخشائش والا
۵۰	قاضی الامور	معاملات کا فیصلہ کرنے والا
۵۱	مقلب القلوب	دلوں کو بدل دینے والا

فصل

ممادح سلبیہ کے بیان میں

قرآن مجید پر تدبر کرنے سے آشکارا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا بیان اس اسلوب سلسلہ میں ہوا ہے یعنی الفاظ کا استعمال منفی شکل میں ہے مگر اس سے ایک خاص مدح خاص صفت خاص شان نمایاں ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ و تقدیس کا علم بھی ضروری ہے اور وجوب دین میں سے ہے اور فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جملہ عیوب و نقائص اور حاس وادناس سے مبرا و اعلیٰ الیقین کیا جائے لہٰذا جو کلمات بطور ممادح سلبیہ وارد ہوئے ہیں ان کا ذکر بھی ضروری ہے تاکہ تسبیح و تحمید کی جامعیت پیدا ہو جائے۔ ہم اسے نقشہ کی صورت میں درج کریں گے۔ یہ ۲۴ نام ہیں۔

نمبر شمار	نام سلبیہ	ترجمہ	حوالہ
۱	لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ	حواس انسانی اس کا ادراک نہیں کر سکتے	انعام
۲	لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْم	اُونگھ یا نیند کا اس پر اثر نہیں۔	بقرہ
۳	لَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا	زمین و آسمان کی حفاظت اُسے نہیں تھکا سکتی	آل عمران
۴	لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْد	وہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔	بقرہ
۵	لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا	کسی جان کو اسکی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا	حج
۶	مَا جَعَلَ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ	دین میں کوئی حرج نہیں رکھا۔	زُمر
۷	لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ	اپنے بندوں کے لئے کفر پر خوش نہیں	زُمر
۸	لَا یُحِبُّ الْفَسَاد۔	وہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔	بقرہ
۹	لَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ عِنْدَہٗ	اس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔	ق
۱۰	لَا یُجَارُ عَلَیْہِ	اُس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا	
۱۱	لَا یُطْعَمُ	وہ کسی کے رزق کا محتاج نہیں۔	انعام
۱۲	لَا شَرِیْکَ لَہٗ فِی الْمُلْکِ	مُلک میں اس کا کوئی شریک نہیں	انعام
۱۳	لَہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ	کوئی بیچارگی کا یاری دہندہ وہاں نہیں	اسرائیل
۱۴	لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ	اس کی مثال جیسی بھی کوئی شے نہیں	شوریٰ
۱۵	لَمْ یَلِدْ	وہ کسی کا فرزند نہیں	اخلاص
۱۶	وَلَمْ یُوْلَدْ	اس کا کوئی فرزند نہیں	اخلاص
۱۷	وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَد	کوئی بھی اس کی کفو کا نہیں	اخلاص
۱۸	لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد	وہ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا	آل عمران
۱۹	لَا یَعْزُبُ عَنْہُ مِثْقَالَ ذَرَّۃ	اس سے ذرہ برابر چیز دور نہیں۔	سبا
۲۰	ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا	اس نے جورو بچہ نہیں بنایا	جن
۲۱	ما اتخذ اللّٰہ من ولد	اس نے کسی کو بیٹا نہیں ٹھہرایا	مومنون
۲۲	لَا یَضِلُّ ربی ولا ینسٰی	میرا رب نہ بھٹکتا ہے نہ بھولتا ہے	طٰہٰ

نمبر شمار	نام تلبیہ	ترجمہ	حوالہ
۲۳	لا یُضیع اجر المحسنین	وہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا	ہُود
۲۴	لا یُحِبُّ اللّٰہُ الجَہرَ بِالسُّوٓءِ	بدی اور برائی کی اشاعت کو پسند نہیں کرتا	نساء
۲۵	لا یحبُّ المعتدین	حد توڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا	بقرہ
۲۶	لا یحب من کان مختالاً فخوراً	وہ فخر کرنیوالے متکبّر کو پسند نہیں کرتا۔	نساء
۲۷	لا یحبُّ الخَائِنِیْن	خیانت کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا	انفال
۲۸	لا یحبُّ کُلَّ خوّان کفور	خائن۔ ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔	
۲۹	لا یُحبُّ الفَرِحِیْن	اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا	
۳۰	لا یحبُّ المُفسِدِیْن	فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔	
۳۱	لا یحبُّ الکٰفِرِیْن	کافروں کو پسند نہیں کرتا	
۳۲	لا یُحِبُّ المُسرِفِیْن	فضول خرچ والوں کو پسند نہیں کرتا	
۳۳	لا یُحبُّ المُستَکبِرِیْن	تکبّر کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا	
۳۴	لا یُحبُّ الظّٰلِمِیْن	ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔	
۳۵	لا یُحبُّ کلّ کفّارٍ اثیم	ناشکر گزار اور گنہگاروں کو پسند نہیں کرتا	
۳۶	لا یخفیٰ عَلَیْہِ شیئٌ	کوئی شے بھی اللہ سے پوشیدہ نہیں	آل عمران
۳۷	لا یرضیٰ عن القوم الفاسقین	فاسق قوم سے رضامند نہیں	توبہ ع ۱
۳۸	لا یُسئَلُ عَمَّا یَفعَلُ	اُسکے فعل کی بابت کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا	انبیاء ع ۲
۳۹	لا یَستَحیِی مِنَ الحَقِّ	سچ کہنے میں کسی کا دباؤ نہیں مانتا	احزاب ع ۷
۴۰	لا یغفر ان یُشرَکَ بِہٖ	معاف نہ کریگا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جائے	نساء
۴۱	مَا یُمسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحمٰن	اللہ کے سوا کوئی اس کو نہیں تھامتا	ملک
۴۲	لا یَھدِی کَیدَ الخَائِنِیْن	خیانت والوں کی چالوں کو نہیں چلنے دیتا	یوسف

باب چہارم

اسماء حسنیٰ کے متعلق جسقدر لکھا جا چکا ہے اس سے ایک طالب سالک اور شائق صادق عمدہ معلومات حاصل کر سکتا ہے اور بقدر فہم و ہمت خود ذات پاک کے متعلق کافی عرفان کا ذخیرہ علمی حیثیت سے جمع کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عملی حیثیت سے ہم کو ان اسماء حسنیٰ کے انوار و علوم سے فیضیاب فرمائے۔ آمین

لیکن ناظرین کو یہ ضرور معلوم کر لینا چاہیئے کہ صرف اسی قدر اسماء حسنیٰ پر اسلام نے اکتفا نہیں کیا بلکہ اس بحر ناپیدا کنار کی وسعت پر ایک عجیب پیرایہ میں لطیف اشارہ فرمایا ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما قال عبدا صابہ ھم او حزن۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وابن امتك. ناصيتي بيدك ماضٍ في حكمك عدلٌ فِيْ قَضَاءُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ - سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوْ اِسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ مربيع قلبي

"ابن مسعود کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی بندہ کو کوئی رنج و غم ہو اور وہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے غم و رنج دور فرما دے گا اور غم کو خوشی سے بدل دیگا

ترجمہ دعا یہ ہے: یا اللہ میں تیرا بندہ ہوں تیرے غلام کا بیٹا تیری لونڈی کا جایا۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا حکم مجھ پر جاری ہے۔ تیرا فیصلہ میرے لئے عین انصاف ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے ہر ایک نام کے ذریعہ سے جو بھی تیرا نام ہے اور جس نام سے بھی تو نے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے یا جس نام کو تو نے اپنی کتاب میں اتارا ہے یا جو بھی نام تو نے اپنی مخلوق

و نور صدری وَجَعَلَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ وَغَمِّيْ اِلَّا اَذهَبَ اللّٰهُ هَمَّهٗ وَغَمَّهٗ وَاَبْدَلَهٗ مَكَانَ حَزْنِهٖ فَرَجًا۔

میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا جو بھی نام تو نے اپنے خزانہ غیب میں محفوظ رکھا ہے کہ تو قرآن پاک کو میرے دل کی بہار میرے سینہ کا نور، میرا غم رُبا میرا اررنج وغم و درد کو دور کرنے والا بنا دے۔)

ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابویعلی اور بزار نے روایت کیا ہے۔ احمد و ابویعلی کے سب راوی (ابوسلمہ جہنی) کے سوا رجال صحیح ہیں۔ ابوسلمہ کی توثیق ابن حبان نے کر دی ہے۔ ابوعوانہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، اور حدیث کی تصحیح کر دی ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ ۹۹ ناموں کا ذکر حدیث ترمذی میں صرف اس اعتبار سے ہے کہ اس قدر اسماء کا حفظ و احصاء داخلہ جنت کا سبب ہے

ہاں حدیث بالا پر مکرر غور کرو کہ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ میں جملہ کتب سماویہ بھی آ جاتی ہیں کیونکہ حدیث میں لفظ کتاب بطور جنس مستعمل ہوا ہے لہٰذا حدیث بالا اُن اسماء کو بھی گھیر لیتی ہے جو عربی کے سوا کسی اور زبان میں کسی رسول و نبی کو بتائے گئے ہیں۔

اہل کتاب کا بیان ہے کہ عبرانی میں ہمارے رب کا نام (یہوہ ۔ی، ہ، و، ہ) ہے زبور میں عموماً یہی نام مستعمل ہوا ہے۔ اُردو تراجم میں اس کو یہوداہ لکھا گیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے مخاص (دردزہ) کا عمل قول الجمیل میں تحریر فرمایا ہے۔ جس کے آخر میں اِهْيًا اِشْرَاهِيا بھی دو کلمے آتے ہیں۔ پھر تفسیر درمنثور کے حوالہ سے اعمش کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ہر دو کلمے موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں میں وارد ہوئے ہیں اور ان کے معنی ہیں "اے زندہ ہر شے سے پہلے اے زندہ ہر شے کے بعد۔

ہمارے علماء نے جبرئیل۔ میکائیل اسرائیل کے معانی بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ: "ایل" عبرانی میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ انجیل متی میں حضرت مسیح کا یہ فقرہ اب تک بطور اصل مقولہ کے محفوظ ہے۔

"ایلی ایلی لما سبقتانی"۔

جس کا عربی ترجمہ ان الفاظ میں ہوسکتا ہے۔

الٰھی الٰھی لم سبقتنی : یعنی اے اللہ، اے اللہ تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

فارسی زبان والے عموماً لفظ خدا کو بطور اسم الٰہی استعمال کرتے ہیں اور اس کے معنی خود آئندہ بتلا کر شرح یہ کیا کرتے ہیں۔ خدا وہ ہے جس نے خود بخود ظہور فرمایا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر خداوند کو بمعنی خدا استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ "وند" حرف تشبیہ ہے اور اس کے معنی تمثیل خدا ہیں۔

شاعروں نے اور ترقی کی تو اُمرا و سلاطین کو خداوند کہنے لگے۔ اسی طرح لفظ "خدایگان" بنالیا گیا۔ اس کے معنی بھی مثیل خدا ہیں۔ عیسائیوں نے اسی لئے لفظ خداوند کو مسیح کے لئے خاص کرلیا ہے۔

زرتشتی مذہب والے یزدان کو بطور اسم الٰہی استعمال کرتے ہیں مگر اس کے بالمقابل لفظ "اہرمن" بھی ان کے ہاں موجود ہے۔ لہٰذا یزدان کے معنی خالق خیر اور اہرمن کے معنی خالق شر سمجھتے ہیں۔ لفظ ایزد وہی یزدان ہے۔ دراصل ان الفاظ میں دو خالقوں کے وجود کا عقیدہ پنہاں ہے۔

زرتشت سے پیشتر ایرج نژاد لوگ غالباً لفظ "ہُرمز" کو بطور اسم الٰہی استعمال کرتے تھے۔ مگر متاخرین میں تو یہ نام ایسا عام ہے کہ پلسیوں یادشاہوں اور اہل حکومت کا یہی نام پایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں نارائن بطور اسم الٰہی مروج ہے۔ مگر اس کا ترجمہ پانی پر سونے والا کیا جاتا ہے اور اس لئے صفت الٰہی نہیں بن سکتا۔

زیادہ محقق لوگ "ایشر" کو اسم الٰہی کہتے ہیں۔ مگر بہت پنڈت پرم ایشر (پرمیشر) اس کا نام بتاتے ہیں۔ پرم علامت افعل التفضیل ہے۔ جو اسے صفت ربانی بنانے کے لئے بڑھا دی گئی ہے۔ اس لئے تامل ہوتا ہے کہ کیا خود "ایشر" اسم ذات تھا۔

آریہ لوگ لفظ "اوم" کو بطور اسم ذات بتاتے ہیں۔ مگر سناتن والوں کا یہ اعتراض نہایت سنگین ہے کہ لفظ "اوم" خود وید کے اندر کہیں مستعمل نہیں ہوا۔

سکھ لوگ عموماً لفظ "واہ گورو" کا استعمال بطور اسم ذات کرتے ہیں۔ اس کا ترجمہ ہے:۔
"عجیب استاد" یہ مرکب ہے۔ اصطلاح کے بعد اس کے معنی ذاتِ الٰہی سمجھے جاتے ہیں۔
وہ اکال پرکھ کہا کرتے ہیں اس کا ترجمہ ہے "وہ وجود جسے موت نہیں۔ لہٰذا یہ لَا یَمُوْت
کا ترجمہ ہے۔

بعض ہندو فرقے لفظ بے انت کو بطور اسم الٰہی سمجھتے ہیں اس کا ترجمہ لفظ لبد ہے
ایک سکھ مجھے سرہند ملا۔ وہ بالکل نئے دعوے کا شخص تھا۔ خود کو گیارھواں گورو
سمجھتا تھا۔ وہ گھر۔ گھمبیر کو اسم الٰہی بتلاتا تھا۔ گھر گھمبیر کا ترجمہ سمندر کی وہ گہرائی ہے جو انسان
کی دریافت سے باہر ہو یعنی ہندی زبان میں اُسے اتھاہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ لفظ بھی گورو
گرنتھ صاحب میں آیا ہے۔ مگر بطور صفت اور یہ ظاہر ہے کہ اسم ذاتی اسے نہیں کہا جا سکتا۔
الغرض ان اسماء کا یہی حال ہے۔ جو بکثرت ہماری سماعت میں آتے ہیں۔
سند اور معنی کے لحاظ سے ہم پر یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ کیا اَذَا نَزَلْتَهُ فِی کِتَابِكَ کی
شان ان پر صادق آتی ہے۔

ایک مسلمان کے لئے صرف انہی اسماء پر اکتفا کرنی چاہیئے جو قرآن مجید اور احادیث
رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور روایت صحیحہ ثابت ہیں۔ طریق بے خطر اور صراط مستقیم یہی
ہے۔ ہم کو وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَائِهٖ۔ کا حکم بھی ملا ہوا ہے۔ یعنی اس طریق
کو چھوڑ دو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد اختیار کیا ہے۔

اس آیت پر غور کرتے ہوئے مجھے تو لفظ "خدا" کے استعمال میں بھی تامل ہونے لگا
ہے گو اس انکشاف سے پیشتر خود بھی ہزاروں جگہ اس کا استعمال ذاتِ الٰہی پر کرتا رہا ہوں
امید ہے کہ اس فصل کے مطالب پر غور کے بعد اہل ایمان صرف ان اسماء کو بطور اسماء
حسنیٰ استعمال کرنے پر اکتفا کریں گے۔ جو سند اور معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے لئے خاص
ہیں۔ دیگر اسماء کا استعمال نہ کرنا ہی داخل احتیاط اور لائق تعظیم رب الناس ہے۔

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ یَهْدِیْ اِلٰی سَوَاءِ السَّبِیْلِ

اسم اعظم کا بیان

واضح ہو کہ ابوجعفر طبری اور ابوالحسن اشعری اور ان سے مابعد کے چند اہل علم مثلاً ابوحاتم بن حبان اور قاضی ابوبکر باقرانی کا قول ہے کہ اسمائے حسنےٰ میں سے بعض کو بعض پر تفضیل دینا جائز نہیں۔ اسی سلسلہ میں بعض نے امام مالک کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ وہ قرآن مجید کے بعض حصہ کو بعض پر تفضیل دینا مکروہ سمجھتے تھے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ جس روایت میں "اسم الاعظم" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ وہاں اعظم بمعنی عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کا تو ہر ایک نام ہی عظمت والا ہے۔ ابوجعفر طبری کا قول ہے کہ "اسم الاعظم" کی تعیین میں آثار مختلفہ موجود ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ سب ہی صحیح ہیں۔ کیونکہ کسی روایت سے یہ پایا نہیں جاتا کہ یہی اسم سب سے بزرگ تر ہے اور اس سے بزرگ تر کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک نام ہی "اعظم" ہے یعنی عظیم ہے" ابن حبان کا قول یہ ہے۔

"روایات میں جس اعظمیت کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس دعا کے پڑھنے والے کو ثواب مزید ملتا ہے"

اسی امر کا اطلاق قرآن مجید کے متعلق بھی کیا جاتا ہے ————

بعض نے کہا، اسم اعظم سے مراد ہر ایک وہ اسم باری تعالیٰ ہے جسے بندہ اپنی دعا میں شامل کرتا۔ اور خود کو اسی کے معنی مستغرق کر دیتا ہے۔ بے شک یہی وہ حالت ہے جس پر قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اس قول کو امام جعفر الصادق اور جنیدؒ وغیرہما کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ، اسم الاعظم کا علم صحیح اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو نہیں۔

اب رہ جاتے ہیں وہ علماء جنہوں نے اسم الاعظم کا تعین کیا ہے مگر اس تعین کرنے میں ان کے اقوال مختلف ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے (۱۴) اقوال ملے ہیں۔

اوّل:

اسم اعظم "ھُوَ" ہے۔ یہ قول امام رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا ہے اور دلیل یہ کہ عظیم الشان کی بارگاہ میں کسی قول کو اس کی جانب منسوب کیا جاتا ہے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ تو نے ایسا کہا ہے بلکہ کہا کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کہا۔ آقا نے ایسا کہا۔ یعنی طریق ادب یہی ہے۔

دوم:

اسم اعظم "اللہ" ہے۔ یہی اسم ہے جس کا اطلاق کسی دوسرے پر نہیں کیا جاتا۔ اور یہی اسم ہے جس کی جانب جملہ اسماء کی صفت کی جاتی ہے۔

سوم:

اسم اعظم "اَللّٰهُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" ہے۔ غالباً اس کی سند وہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جو ابن ماجہ میں ہے کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان الفاظ میں دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحِیْمَ وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَآئِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا مَا لَمْ اَعْلَمْ۔

یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسم اعظم انہی اسماء کے اندر ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی سند بھی ضعیف ہے، اور اس استدلال میں بھی تامل ہے۔

چہارم:

اسم اعظم اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔ یہ قول ترمذی کی حدیث

اسماء بنت یزید پر مبنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام اسم اعظم ان دو آیتوں کے اندر ہے
(الف) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۔
(ب) سورۂ آل عمران کا آغاز۔ الٓمّٓ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔

اس روایت کو نسائی کے سوا دیگر اصحاب السنن نے بیان کیا ہے۔ ترمذی نے روایت کو حُسن بتلایا ہے۔ لیکن ایک نسخہ میں حسن کی بجائے لفظ صحیح لکھا ہوا دیکھا گیا۔ صحیح ہونا قابل تامل ہے کیونکہ رُواۃ میں شہر بن حوشب بھی ہے۔

پنجم۔ اسم اعظم "اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" ہے۔ ابن ماجہ نے بروایت ابی امامہ حدیث بیان کی ہے کہ اسم اعظم قرآن مجید کی تین سُورتوں میں ہے یعنی بقرہ و آل عمران و سورہ طٰہٰ ۔

قاسم (جو ابو امامہ سے راوی حدیث ہے) کا قول ہے کہ میں نے قرآن مجید میں تلاش کی تو مجھے اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" ملا۔ جو ہر سہ سُورۃ میں ہے۔ امام رازی نے اسے قوی بتلایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ہر دو اسماء وہ ہیں کہ عظمت ربوبیت پر دلالت جسقدر ان میں پائی جاتی ہے اُتنی دیگر اسماء میں نہیں۔

ششم: اسم اعظم "اَلْحَنَّانُ اَلْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۔

اس پورے فقرہ کو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام احمد و حاکم اور ابو داؤد و نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے روایت کو صحیح بتلایا ہے۔

ھفتم: اسم اعظم "بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" ہے

اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے سری بن یحییٰ سے اُنھوں نے قوم طے کے ایک شخص سے اور اس شخص کی تعریف بھی کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالی سے سوال کیا تھا کہ مجھے اسم اعظم دکھایا جائے۔ تب میں نے آسمان کے تاروں میں یہی اسم لکھا ہوا دیکھا۔"

ھشتم اسم اعظم ذُوالجلال والاکرام

ترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کہتے ہوئے سنا۔ فرمایا تیرا کہنا قبول کر لیا گیا۔ اب اپنا سوال کرلے۔

امام رازی کہتے ہیں کہ الوہیت کیلئے جسقدر صفات معتبرہ ہیں یہ اسم ان سب پر شامل ہے۔ جلال میں جملہ صفاتِ سلبیہ آجاتے ہیں۔ اور اکرام میں جملہ اضافات ثبوتیہ۔

نہم اسم اعظم اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔

اس کو ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ سند کے لحاظ سے اس کو سب پر ترجیح ہے۔

دھم: اسم اعظم "رب رب" ہے

حاکم نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اکبر رب ہے۔ ابن عباس سے بھی یہ روایت ہے۔

ابن ابی الدنیا نے عائشہ طیبہؓ سے روایت کی ہے کہ جب بندہ "یارب رب" کہتا ہے تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہاں بندے اسوال کر تجھے عطا ہوگا۔ روایت ہذا کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے اور موقوفاً بھی۔

یازدھم۔ اسم اعظم دعائے ذوالنون علیہ السلام ہے؛

نسائی اور حاکم نے فضالہ بن عبید سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ ذوالنون کی دعا شکم ماہی میں یہ تھی، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جب کبھی کسی مسلمان بندہ نے اس کے ذریعہ دعا مانگی تو قبول ہی فرمائی گئی۔

دوازدھم: اسم اعظم کی بابت فخر رازی نے امام زین العابدین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو اسم اعظم سکھلا دیا جاوے۔ تب انہوں نے خواب میں دیکھا۔

ھُوَ اللّٰہُ۔ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

سیزدھم: اسم اعظم جملہ اسماء حسنیٰ کے اندر مخفی ہے۔ اس کی تائید حدیث عائشہؓ سے ہوتی ہے جسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور جس کا ذکر قول دوم میں ہوا۔ کیونکہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صدیقہؓ نے بعض اسماء کا ذکر کر کے بِالْاَسْمَاءِ حسنیٰ کا لفظ بھی فرمایا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسم اعظم انہی اسماء میں ہے جن سے تو نے دعا کی ہے۔

چہاردھم: اسم اعظم کلمہ "توحید" ہے۔ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ یہ قول قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

تمت

الاسماء الحسنیٰ

ع۱ بڑا بخشنے والا	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	
ع۲ نہایت مہربانی والا	میرے اللہ اے مرے رحمٰن۱	بخشدے یکقلم مرے عصیان
ع۳ بادشاہِ حقیقی	میرے حال تبہ پہ کرکے نظر	رحم کر یا رحیم۲ تو مجھ پر
ع۴ نہایت پاک	اے ملک۳ دوجہاں کے شاہنشاہ	دین و دنیا میں رکھ بعزت و جاہ
ع۵ سلامت و بے عیب	میرے قدوس۴ آپ رحمت سے	دِل مرا صاف کر کدورت سے
ع۶ امن دینے والا	تندرستی دے یا سلام۵ مجھے	ساتھ صحت کے رکھ مدام مجھے
ع۷ نگہبان	میرے مومن۶ مری اعانت کر	اے مہیمن۷ مری حفاظت کر
ع۸ غالب اور بے مثل	کر عزیز جہاں عزیز۸ مجھے	کر عطا عزت و تمیز مجھے
ع۹ کارساز	کارسازِ جہاں ہے تو جبار۹	میرے بگڑے ہوئے بنا دے کار
ع۱۰ نہایت بزرگ	متکبر۱۰ ہے تو کبر تجھ کو سزا	مجھ کو کبر و غرور سے تو بچا
ع۱۱ اندازہ کرنیوالا	کر عطا حسن و خلق یا خالق۱۱	ہمسروں میں کر افضل و فائق
ع۱۲ پیدا کرنیوالا	کر بری تہمتوں سے یا باری۱۲	خلق میں نہ ہو ذلت و خواری
ع۱۳ صورت بنانیوالا	یا مصور۱۳ تو نیک صورت دے	نیک سیرت دے نیک طینت دے
ع۱۴ بخشنے والا	ہوں گنہگار بخش یا غفار۱۴	الاماں تیرے قہر سے قہار۱۵
ع۱۵ سب پر غالب	بخش وہاب۱۶ مجھ کو مال و منال	لطف سے اپنے کر دے مالا مال
ع۱۶ بہت دینیوالا	مجھ کو رزاق۱۷ بخش رزقِ حلال	تنگیٔ رزق کی مصیبت ٹال
ع۱۷ روزی دینے والا	بابِ رحمت تو کھول دے مجھ پر	میرے فتاح۱۸ مشکلیں حل کر
ع۱۸ کھولنے والا ۱۹ جاننے والا	علم دے یا علیم۱۹ اور عمل	رازِ مخفی تمام کر دے حل
ع۲۰ تنگ کرنے والا	زور و قوت دے مجھ کو یا قابض۲۰	دشمنوں پر رہوں سدا قابض
ع۲۱ کشادہ کرنیوالا	مجھ پہ باسط۲۱ ہو تیرا احسانِ بسیط	تیرا لطف و کرم ہو سب پہ محیط

دشمنوں کو مرے دکھا نیچا … تو ہی خافض[22] ہے اے مرے مولا
دونوں عالم میں مجھ کو یا رافع[23] … رکھ تو فرخندہ بخت خوش طالع
مجھ کو رکھ یا معز[24] عزت سے … باز رکھ یا مذل[25] ذلت سے
کر عطا یا سمیع[26] شنوائی … دے مجھے یا بصیر[27] بینائی
اے حکم[28] اتنا مجھے دے امکان … ہوں ترے حکم سے نہ روگردان
آئے یا عدل[29] جب عدالت پر … رحم فرمانا میری حالت پر
میں ہوں بندہ کمال زار و نحیف … لطف سے یا لطیف[30] کر دے لطیف
مجھ کو کر یا خبیر[31] واقف کار … تا کھلیں مجھ پہ سب ترے اسرار
مجھ کو دے یا حلیم[32] طبع حلیم … ہو عطا یا عظیم[33] خلق عظیم
بخش دے یا غفور[34] میرے قصور … اس جہاں سے مجھے اٹھا مغفور
غم سہوں دل پہ یا سرور کروں … شکر تیرا ہی یا شکور[35] کروں
اے خدائے زمن علی[36] و کبیر[37] … دونوں عالم میں رکھ مری توقیر
رکھ حفاظت سے یا حفیظ[38] مجھے … زار ہوں یا مقیت[39] قوت دے
کر مجھے یا حسیب[40] روز حساب … داخل خلد بے حساب و کتاب
دے مجھے یا جلیل[41] جاہ و جلال … کر کرم مجھ پہ اے کریم[42] کمال
کل حوادث سے یا رقیب[43] بچا … کر قبول اے مجیب[44] میری دعا
میرے واسع[45] مجھے دے خوشحالی … دولت و علم فارغ البالی
تو مجھے یا حکیم[46] حکمت دے … یا ودود[47] اپنی ہی محبت دے
دے مجھے یا مجید[48] مجد و علا … ہمسروں میں کر امجد و اعلیٰ
روز بعث و نشور یا باعث[49] … ہو نا میری نجات کا باعث
تو شہادت دے یا شہید[50] مجھے … راہ میں اپنی کر شہید مجھے
راہ حق پر چلا مجھے یا حق[51] … نہ پھروں دربدر کبھی نا حق

ع[22] نیچا کرنے والا
ع[23] اونچا کرنے والا
ع[24] عزت دینے والا
ع[25] ذلت دینے والا ع[26] سننے والا
ع[27] دیکھنے والا ع[28] حکم
دینے والا ع[29] انصاف
کرنیوالا ع[30] باریک بین
ع[31] خبردار ع[32]
بردبار ع[33] بزرگ
ع[34] بہت بخشنے والا۔
ع[35] قدر دان ع[36]
بلند مرتبہ ع[37] سب سے بڑا
ع[38] نگاہ رکھنے والا
ع[39] قوت پیدا کرنیوالا
ع[40] بہت حساب لینے والا
ع[41] بزرگ ع[42] بڑا سخی
ع[43] نگہبان ع[44] قبول
کرنیوالا ع[45] وسعت دینے والا
ع[46] دانا ع[47] دوست
رکھنے والا ع[48] بزرگی والا
ع[49] اٹھانے والا ع[50]
حاضر ع[51] ثابت الوجود

ع۵۲ کارساز	کام پورا کرا اے وکیل[۵۲] مرا	کوئی تجھ سا نہیں کفیل مرا
ع۵۳ قوت دینے والا	یا قوی[۵۳] مجھ کو تاب طاقت دے	زور دے یا متین[۵۴] ہمت دے
ع۵۴ زور آور ع۵۵ مددگار	یا ولی[۵۵] صاحب ولایت کر	فضل کو مجھ پہ اور عنایت کر
ع۵۶ سراہا گیا ع۵۷ گھیرنیوالا	کر مجھے یا حمید[۵۶] تو محمود	حمد سے تیری دل رہے خوشنود
ع۵۸ پہلی بار پیدا کرنیوالا	علم و عرفاں عطا ہو یا محصی[۵۷]	اچھی ہر ابتداء ہو یا مبدی[۵۸]
ع۵۹ دوبارہ پیدا کرنیوالا	قبر سے یا معید[۵۹] روز نشور	تو اٹھا مجھ کو مقبل و مغفور
ع۶۰ زندہ کرنے والا	مجھ کو یا محیی[۶۰] کر دے زندہ دل	دے مجھے اپنی یاد والا دل
ع۶۱ مارنے والا	دل میں پیدا نہ ہو خیال غیر	خاتمہ اے ممیت[۶۱] ہو بالخیر
ع۶۲ ہمیشہ زندہ رہنے والا	جبتک اے حی[۶۲] جاں رہے تن میں	تو ہی بس میہمان رہے تن میں
ع۶۳ ہمیشہ قائم رہنے والا	مرے قیوم[۶۳] رکھ مجھے دائم	دین احمد پہ محکم و قائم
ع۶۴ غنی ع۶۵ بزرگ	دل غنی کر غنا دے یا واجد[۶۴]	مجھ کو مجد و علا دے یا ماجد[۶۵]
ع۶۶ یکتا ع۶۷ اکیلا	تو ہے واحد[۶۶] پلائے وحدت	مست توحید رکھ بصد عزت
ع۶۸ بے پروا ۱۲۵	یا احد[۶۷] شرک سے بچا مجھ کو	یا صمد[۶۸] کر دے بے ریا مجھ کو
ع۶۹ قدرت والا	قدرت کاملہ سے اے قادر[۶۹]	کر مجھے نفس پر مرے قادر
ع۷۰ قدرت ظاہر کرنیوالا	مقتدر[۷۰] کر مجھے وہ خوش تقدیر	مرے حق میں ہو خاک بھی اکسیر
ع۷۱ آگے کرنے والا	یا مقدم[۷۱] ہو جلد میرا کام	خیر و خوبی سے جس کا ہو انجام
ع۷۲ پیچھے ڈالنے والا	یا مؤخر[۷۲] نہ ہو اس میں تاخیر	بہتری کی جو ہو مری تدبیر
ع۷۳ سب سے اول	روز بعث و نشور یا اول[۷۳]	نام نیکوں میں ہو مرا اول
ع۷۴ سب سے آخر	ہو مرا وقت زیست جب آخر	کلمہ ہو زباں پہ یا آخر[۷۴]
ع۷۵ آشکارا	اپنے فضل و کرم سے یا ظاہر[۷۵]	کر مجھے سر غیب کا ماہر
ع۷۶ پوشیدہ	زنگ آلودہ ہے مرا باطن	صاف باطن عطا ہو یا باطن[۷۶]
ع۷۷ مالک ع۷۸ بہت بلند	اپنے بندوں میں کر مجھے عالی	اے مرے والی[۷۷] اور متعالی[۷۸]

اپنے احسان و لطف سے یا برّ[79] / نیک کاروں میں مجھ کو شامل کر

کرلے مقبول توبۂ تائب / تو ہے توّاب[80] حاکم و غائب

میرے اعمال بد کا نام نہ لے / مُنتقم[81] مجھ سے انتقام نہ لے

یا عَفُوّ[82] درگذر گناہوں سے / دیکھنا رحم کی نگاہوں سے

رحم کر یا رؤف[83] رحمت کر / لطف و احسان کو عنایت کر

مالکُ المُلک[84] ملک و دولت دے / حشمت و جاہ و عزّ و صولت دے

بخش جاہ و جلال دے العام / اے مرے والی اور مُتعالی[85]

میرے مُقسط[86] ہے عدل تیرا کام / معدلت گستری ہو میرا کام

بخش دلجمعی مجھ کو یا جامع[87] / کر مجھے علم و فضل کا جامع

اے غنی[88] کر دے مجھ کو مستغنی / میرے مُغنی[89] مجھے بنا دے غنی

منع کر میرے دل کو عصیاں سے / تو ہے مانع[90] بچانا شیطاں سے

مجھ کو ضارّ[91] تو ضرر سے بچا / دین و دنیا کے شور و شر سے بچا

نفع پہنچا نا مجھ کو یا نافع[92] / تو ہے سارے جہان کا نافع

ظلمت جہل دُور کر یا نُور[93] / مجھ کو نور یقین سے کر معمور

میرے ہادی[94] دکھا وہ راہ ہدے / جس کے رہرو تھے انبیاء اولیا

انس دے مجھ کو فرض و سنّت سے / دُور رکھ یا بدیع[95] بدعت سے

تیرا لطف و کرم ہو یا باقی[96] / نہ رہے رنج کی بنا باقی

کر دے اپنے کرم سے یا وارث[97] / مجھ کو دین متین کا وارث

تو ہی ہے یا رشید[98] راہنما / ہر گھڑی مجھ کو نیک راہ دکھا

مشکلوں میں نہ ہو خطور مجھے / کر عطا صبر یا صبور[99] مجھے

میرے ماں باپ پر عنایت ہو / اقربا پر بھی چشم رحمت ہو

بخش کل اُمت محمد کو / نیک بندوں کے ساتھ بد کو

پڑھ نبی پر سلام اے دانش / نظم کر اختتام اے آتش

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

ع۷۹ بڑا احسان کرنیوالا
ع۸۰ توبہ قبول کرنے والا
ع۸۱ درگزر کرنے والا
ع۸۲ بدلہ لینے والا
ع۸۳ بہت مہربان
ع۸۴ سارے جہان کا مالک
ع۸۵ بزرگی اور بخشنے والا
ع۸۶ انصاف کرنیوالا
ع۸۷ جمع کرنیوالا
ع۸۸ آسودہ ۱۲
ع۸۹ بے پرواہ کرنیوالا
ع۹۰ باز رکھنے والا۔
ع۹۱ ضرر پہنچانے والا
ع۹۲ نفع پہنچانیوالا
ع۹۳ روشن کرنیوالا
ع۹۴ راہ دکھانیوالا
ع۹۵ بے نمونہ کے پیدا کرنیوالا
ع۹۶ ہمیشہ رہنے والا۔
ع۹۷ بعد فنائے موجودات
باقی رہنے والا۔
ع۹۸ راہ نما ۱۲
ع۹۹ بُردبار ۱۲
تمت بالخیر ا

سیرتِ سلمان یعنے

حالاتِ مُبارکہ علّامہ قاضی محمد سُلیمان صاحب سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مجھے اپنی زندگی میں بہت سے مبلّغین اسلام کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ان حضرات کی ایمان افروز تقاریر دل نشین مواعظ اور پُر اثر خطبات کو سُن کر بظاہر یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ دین حق کی اشاعت کا قابل رشک فریضہ انجام دینے والی ان لائق احترام ہستیوں کی اپنی زندگیاں بھی اُسوۂ رسولؐ کی تقلید اور صحابہ کرام کی پاکیزہ سیرت کے اتباع کی آئینہ دار ہوں گی جن کے مبارک تذکرہ سے ان کی زبانیں ہر وقت تر رہتی ہیں۔ تاہم اس ضمن میں اپنے مشاہدہ کی رُو سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاں کے مبلّغ حضرات کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

مبلّغین کی پہلی قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو تبلیغ دین کے مقدس فریضہ کو ذریعہ معاش کے طور پر اختیار کرتے ہیں اور صرف انہی مجالس و تقاریب میں اپنی خطابت کے جوہر دکھانے کیلئے تیار ہوتے ہیں جہاں سے انہیں معقول "نذرانہ" پانے کی توقع ہو اور اس کے بغیر وہ کسی جلسہ وغیرہ میں جانے سے یا تو کھلا انکار کر دیتے ہیں یا ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ تبلیغ دین کو کمائی کا ذریعہ بنا لینے والے ان حضرات کی "پیدائش" میں کچھ دخل ہمارے معاشرہ کی اس غفلت کا بھی ہے جو اس نے دین کے بنیادی تقاضوں کے بارے میں اختیار کر رکھی ہے۔ ایک مسلم معاشرہ کے لئے لازم ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کی خاطر اپنے اندر ہمہ وقت مبلّغین کی ایسی جماعت موجود رکھنے کا انتظام کرے جو فکر و فاقہ سے آزاد ہو کر ساری اُمت کی جانب سے یہ فرض کفایہ ادا کرنے کیلئے سرگرم عمل ہے۔ لیکن معاشرہ کی اس غفلت سے ان لوگوں کی نفع اندوزی کا بھی کوئی جواز نہیں نکلتا جو تبلیغ دین کے کام کو کمائی کا دھندہ بنا لیتے ہیں۔ ایسے مبلّغین کے دل خلوص سے خالی ہو جاتے ہیں۔ وہ موقع ملنے پر لوگوں کے سامنے الفاظ کے طوطا مینا تو اُڑا سکتے ہیں لیکن وہ ان کے دل

مسخر کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کے مواعظ کو محض لذت کی خاطر سنتے ہیں اور عبرت یا نصیحت کا کوئی نقش سامعین کے ذہنوں پر قائم نہیں ہوتا۔

دوسری قسم کے مبلغین وہ ہیں جو اپنی تقاریر کا معاوضہ تو ضرور لیتے ہیں لیکن اس معاملہ میں سودا بازی یا حرص و ہوس کی روش اختیار نہیں کرتے۔ جو کچھ بھی ان کی خدمت میں پیش کیا جائے وہ اس کو قبول کر لیتے ہیں مبلغین کی یہ قسم زر پرستی کے موجودہ ماحول میں مجھے لیسا غنیمت نظر آتی ہے۔

تیسری قسم ان عالی ظرف مبلغین حضرات کی ہے جو اپنی تبلیغ کا نہ کبھی معاوضہ طلب کرتے ہیں اور نہ کسی پیش کش کو قبول کرتے ہیں حتیٰ کہ سفر خرچ تک وصول نہیں کرتے۔ ان حضرات کی یہ بے نفسی اور یہ خلوص ان کے اعلیٰ کردار کا آئینہ دار ہے اور ظاہر ہے کہ ایک صاحب کردار مبلغ اپنی مختصر سی تقریر کے ذریعہ بھی تسخیر قلوب کا وہ شاندار کارنامہ سرانجام دیتا ہے جو کمائی کی خاطر تبلیغ کرنیوالوں کو طول طویل اور لچھے دار تقریروں کے ذریعہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔

مرحوم و مغفور جناب قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کو میں نے ایک ایسا ہی "صاحب کردار مبلغ اسلام" پایا۔

برصغیر کا وہ کون سا پڑھا لکھا مسلمان ہے جو قاضی صاحب موصوف کے اسم گرامی سے ناواقف ہے اور جس کی نظروں سے سیرت النبیؐ کے موضوع پر قاضی صاحب کی شہرہ آفاق جامع و مانع کتاب "رحمۃ للعالمین" نہیں گزری تین جلدوں پر مشتمل اس کتاب کے ایک ایک صفحہ پر محبت و عقیدت اور صحت و استناد کے بظاہر مختلف انداز جس طرح باہم شیر و شکر نظر آتے ہیں اسکی نظیر اُردو زبان میں شائع شدہ سیرت النبیؐ کی دوسری کتابوں میں کم ہی نظر آتی ہے چنانچہ عہد حاضر کے عظیم مفکر اسلام جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ اگرچہ اُردو میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر بیشمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ تاہم ان کتب میں سے چند ہی ایسی ہیں جن کے اندر واقعات کی صحت بیان کا کماحقہ لحاظ رکھا گیا ہے اور ان چند کتب میں قاضی صاحب کی "رحمۃ للعالمین" سرفہرست ہے۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ قاضی صاحب فریضۂ تبلیغ دین کی خاطر دینی جلسوں میں تقاریر کے لئے بھی تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ان کی تحریر کی مانند ان کی تقریر بھی خلوص اور حقیقت سازی کے جوہر سے مرصع ہوتی تھی لیکن تقریروں کا معاوضہ طلب کرنا ان کے مذہب میں حرام

تھا۔ اُن کی اعلیٰ قابلیت اور علمی منزلت کی بنا پر ملک کے اطراف و اکناف سے آئے دن دینی جلسوں میں شرکت کی غرض سے انہیں دعوتیں موصول ہوتیں ایسی دعوتوں کو وہ جہاں تک ممکن ہو سکتا قبول فرماتے لیکن یہ فریضہ ہمیشہ بے مزد انجام دیتے حتیٰ کہ اس ضمن میں سفر خرچ تک وصول نہ فرماتے۔ انکا یہ ایثار اس لحاظ سے اور بھی قابل قدر ٹھہرتا ہے کہ قاضی صاحب کو اپنے عہدے کے رکھ رکھاؤ کے سبب ہمیشہ اعلیٰ درجہ میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ آج سے ۳۰-۲۵ سال قبل جب روپیہ سونے کے بھاؤ تلتا تھا یہ قاضی صاحب ہی کا دل گردہ تھا کہ وہ محض تبلیغ کی خاطر اپنے مستقر سے دور دراز شہروں کا سفر اپنی گرہ میں سے ریل کے اعلیٰ درجہ میں کرتے اور کبھی داد یا صلہ کے طالب نہ ہوتے۔

قاضی صاحب ریاست پٹیالہ میں بعہدہ سیشن جج ملازم تھے اور انہوں نے اپنی تعیناتی کا طویل عرصہ بٹھنڈہ میں گزارا جدید علوم کے ساتھ ساتھ انہیں اسلامی دینی علوم پر پورا پورا عبور حاصل تھا نیز زبان عربی میں زبردست دستگاہ رکھتے تھے جس کا اندازہ ان کی بلند پایہ تصنیف سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ بٹھنڈہ میں وہ التزام کیساتھ درس قرآن دیا کرتے تھے اس مبارک کام میں جس ذوق و شوق اور مستقل مزاجی کیساتھ سالہا سال تک انجام دیا وہ صرف اسی شخص کا حصہ ہے جو فریضۂ خدمتِ دین میں محض رضائے الٰہی کی خاطر ادا کرنے کا قائل ہو۔ جاڑا ہو یا گرمی، آندھی ہو یا برسات حاضرین کی تعداد کم ہو یا زیادہ قاضی صاحب کے درس قرآن کے معمول میں کبھی فرق نہ آتا تھا اور وہ ہر روز یکساں انہماک اور یکساں لگن کے ساتھ اس فرض کی انجام دہی جاری رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ اسی مداومت کا نتیجہ تھا کہ قاضی صاحب نے اپنی بٹھنڈہ کی تعیناتی کے دوران قرآن کا دورہ سات مرتبہ مکمل کیا اور یہ موصوف کی ایسی خوش بختی تھی کہ اس پر جتنا بھی رشک کیا جائے کم ہے۔

جو حضرات تقسیم ملک سے قبل کی ریاستوں کے حالات سے واقف ہیں انہیں معلوم ہے کہ دیسی ریاستوں کے ملازمین اور ان کے اعلیٰ افسران کو ریاست کی جانب سے عموماً نہایت قلیل تنخواہ دی جاتی تھی البتہ راجوں مہاراجوں کی طرف سے اپنے اہلکاران اور افسران کو اس بات کی کھلی چھٹی تھی کہ وہ اپنی تنخواہ کی کمی کو رعایا سے زبردستی نذرانے یا رشوت

وغیرہ کی لوٹ کھسوٹ سے پورا کریں۔ قاضی صاحب بھی چونکہ ایک ریاست کے ملازم تھے لہٰذا سیشن جج ہونے کے باوجود ان کی تنخواہ کچھ زیادہ نہ تھی اس کے علاوہ انہیں اپنے عہدہ کی نسبت سے رکھ رکھاؤ، وضعداری اور مہمان نوازی کیلئے بھی اچھا خاصا خرچ کرنا پڑتا تھا وہ اگر چاہتے تو اپنے دوسرے ہم رتبہ ریاستی افسروں کی مانند اپنے نہایت اہم عہدہ کے ذریعہ اس زمانے میں بھی ہزاروں لاکھوں روپے بالائی آمدنی کے طور پر حاصل کر سکتے تھے لیکن قاضی صاحب اپنے اعلیٰ مومنانہ کردار کے باعث رشوت کی ایک پائی بھی وصول نہیں کرتے تھے اور محض تنخواہ کے رزق حلال میں اپنی گزر بسر کرتے تھے۔ ان کی بود و باش ایک وضعدار مگر دیانتدار مرد مومن کی شان رکھتی تھی جس میں وقار اور استغناء دونوں کا ایک حسین امتزاج نظر آتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب کا ایک ہندو دوست قتل کے ایک ملزم کی سفارش کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ ملزم قطعاً بے گناہ ہے لہٰذا آپ براہ کرم اسے رہا کر وادیں۔ اس درخواست کیساتھ ہی اس ہندو دوست نے ایک بند لفافہ قاضی صاحب کی طرف بڑھایا۔ قاضی صاحب نے چونک کر پوچھا "اس لفافہ میں کیا ہے؟" ہندو دوست نے دبی زبان میں جواب دیا "یہ آپ کی مٹھائی ہے" قاضی صاحب سخت مضطرب ہو کر بولے "استغفر اللہ" آپ مجھے حرام کھلانا چاہتے ہیں" دوست غالباً زیادہ رغبت دلانے کیلئے بولا "اس میں چالیس ہزار روپیہ ہے قاضی صاحب! قاضی صاحب نے فوراً جواب دیا "حرام کی مقدار اگر زیادہ ہو تو یہ حلال نہیں ہو جاتا بلکہ مقدار بڑھنے کے ساتھ ہی حرام کی کراہت بھی بڑھ جاتی ہے لہٰذا اب میں اسے اور زیادہ مکروہ سمجھتا ہوں" دوست لاجواب ہو کر رہ گیا اور ایک مسلمان جج کی عظمت کردار کا گہرا نقش دل پر لئے ہوئے رخصت ہو گیا۔

قاضی صاحب سے میری پہلی ملاقات والد مرحوم حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب رودوی کی وساطت سے ہوئی۔ قاضی صاحب کے والد محترم کیساتھ دوستانہ مراسم تھے اور اسی نسبت سے وہ مجھ پر بھی خاص شفقت فرمایا کرتے تھے۔ یہ میری خوش بختی ہے کہ قاضی صاحب کے مشفقانہ مراسم سے میں موصوف کی زندگی کے آخری لمحات تک فیضیاب رہا ہوں اور اس عرصہ کے دوران میں نے نہ صرف قاضی صاحب کے علم و فضل سے استفادہ کیا ہے بلکہ ان کے نیک مشورے اور عمدہ سلوک بھی ہمیشہ میرے شامل حال رہا ہے۔

ایک دفعہ میں مالیرکوٹلہ میں ایک تبلیغی جلسہ میں شرکت کے بعد واپس آرہا تھا۔ ریل کا سفر تھا راستے میں ایک اسٹیشن پر گاڑی رکی اور میں یونہی پلیٹ فارم پر اُتر آیا۔ اتنے میں کسی نے پیچھے سے آکر میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ یہ شفقت اور محبت کے ہاتھ تھے میں نے گردن گھما کر دیکھا تو اپنے عقب میں قاضی صاحب کو ایستادہ پایا۔ انہیں دیکھ کر میرا دل خوشی سے سرشار ہو گیا۔ شاید یہ بھی ایک مردِ مومن کی علامت ہے کہ اسکے وجودِ گرامی سے اُس پاس والوں کیلئے ہمیشہ راحت و مسرت کی شعاعیں پھوٹا کرتی ہیں میرے ابا جانؒ مردِ مومن (ولی اللہ) کی پہچان کشف و کرامات سے نہیں بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ اذا راؤ ذکر اللہ۔ (جب چہرہ پر نظر ڈالے تو خدا یاد آجائے) یہ کھلی نشانی قاضی پر پوری اترتی تھی۔ بہر حال مجھے یاد ہے کہ قاضی صاحب نے مجھے از راہِ ذرہ نوازی یہ نصیحت فرمائی کہ "آپ درس قرآن دیا کریں"۔ قاضی صاحب تو یہ نصیحت فرما کر رخصت ہو گئے لیکن میں تا دیر ان کے ارشاد کے قابلِ عمل پر غور کرتا رہا۔ میں اس زمانے میں بالکل نوعمر تھا۔ میرے ذہن میں بار بار خیال آتا تھا کہ درس قرآن کا عظیم کام تو انہی بزرگوں کے لئے زیبا ہے جو علم و فضل کے ساتھ ساتھ عمر میں بھی مجھ سے آگے ہیں بھلا مجھ سا طفلِ مکتب اس کارِ عظیم کا بیڑا کیونکر اُٹھا سکتا ہے؟ لیکن میں اسے قاضی صاحب ہی کی ایک کرامت سمجھتا ہوں کہ ان کی مبارک تحریک سے میرے ذہن میں آخر کار خود اعتمادی کا جذبہ غالب آیا اور میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرکے اپنی نوعمری ناتجربہ کاری اور کم علمی کے باوجود اس مبارک کام کا آغاز کر دیا اور قاضی صاحب کی دعاؤں کی برکت سے بفضلہٖ درس قرآن کا یہ سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں تاہنوز جاری ہے خدا کرے اس کی توفیق مجھ بندہ ناچیز کو اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک حاصل رہے۔

قاضی صاحب کو مبداءِ فیض نے فہم و فراست سے بھی حصہ وافر عطا کیا تھا۔ چنانچہ وہ پیچیدہ مسائل کو عام فہم انداز میں سلجھانے کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ میرے ایک تایا زاد بھائی مولوی شریف الدین صاحب تھے۔ وہ ایک سیدھے سادے آدمی تھے انہوں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے اس حدیثِ نبوئی کی وضاحت کی درخواست کی جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اختلاف امتی رحمۃ (میری اُمت کا اختلاف باعث رحمت ہے) مولوی شرف الدین کا سوال تھا کہ آخر اختلاف کس طرح باعثِ رحمت ہو سکتا ہے جبکہ ہر نظریہ ظاہر انتشار اور فرقہ بندی کی علامت ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس سوال کا جو ابدیا وہ میرے بھائی صاحب کی ذہنی سطح سے قدرے بلند تھا لہٰذا یہ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ قاضی صاحب کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے مولوی شرف الدین صاحب کو

کہلا بھیجا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب تو معروف آدمی ہیں آپ کسی روز میرے پاس تشریف لائیں۔ میں آپ سے اس مسئلہ پر گفتگو کروں گا۔ چنانچہ مولوی شرف الدین صاحب قاضی صاحب کے ہاں پہنچے حسن اتفاق سے میں بھی اس مبارک مجلس میں موجود تھا۔ قاضی صاحب نے بڑی وضاحت کیساتھ اس حدیث کا اصل نقشہ بیان کیا۔ قاضی صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں لفظ اختلاف فرمایا ہے نہ کہ لفظ مخالفت۔ باہمی مخالفت کا جذبہ یقیناً باعث رحمت نہیں ہوسکتا کیونکہ مخالفت انتشار اور عداوت کی علامت ہے لیکن اس سے اختلاف مبّرا ہے۔ مخالفت دھند ہوتی ہے اور اس کی تہ میں منفی جذبہ کارفرما ہوتا ہے اسکے برعکس اختلاف کے پیچھے خیرخواہی کا تعمیری جذبہ ہوتا ہے جو سراسر ایک نیک ذہن کی پیداوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ نیک لوگ کسی بات یا مسئلہ پر اختلاف کا اظہار کرتے ہیں تو اس مسئلے کے بہت سے ایسے پوشیدہ اور دادجھل پہلو بھی نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں جنکی طرف پہلے کسی کی نگاہ نہیں جاتی۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس قسم کے اختلاف کی بدولت ہی مختلف دلائل سامنے آتے ہیں جن کی بنا پر فرامین نبویؐ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے پھر آپ نے اپنے موقف کی تائید کیلئے یہ حدیث نبویؐ سنائی لخلوف فم الطیب عند اللہ من ریح المسک (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روزہ دار مسلمان کے منہ کی بو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے) قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث کی تشریح میں ہمارے محدثین نے محض اختلاف رائے کی بنا پر نئے نکتے پیدا کئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو روزہ دار کے منہ کی بو بہت ہے اس لئے روزہ دار کو روزہ کھولنے سے پیشتر مسواک کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ مسواک سے وہ بو ختم ہوجائے گی جو اللہ کو محبوب ہے کچھ دوسرے محدثین اس حدیث سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ چوں کہ روزہ دار کے منہ میں یہ بو عموماً دوپہر کے بعد پیدا ہوتی ہے لہٰذا دوپہر سے پہلے پہلے مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن فقہا کے ایک گروہ نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس حدیث کا منشا زیادہ تر ایک روزہ دار کی اطاعت شعاری کو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ٹھہراتا ہے اور روزہ دار کو یہ یاد کراتا ہے کہ تمہاری بھوک اور پیاس کا اضطراب حتیٰ کہ اسکے سبب سے تمہارے منہ میں پیدا ہو ہوجانیوالی بُو بھی اللہ تعالیٰ کو تمہارے جذبۂ اطاعت کی بنا پر بہت پسند ہے۔ اس بُو کو باقی رکھنا روزہ دار پر لازم نہیں ہے بلکہ اس ضمن میں اس حدیث نبویؐ کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے جس میں حضور نبی اکرمؐ نے مسواک کرنے کی بلا استثنا تائید فرمائی ہے۔ اس مثال کے ذریعہ قاضی صاحب

نے مولوی شرف الدین صاحب پر یہ واضح کیا کہ فقہا کا یہی وہ علمی اختلاف ہے جسے نبی کریمؐ نے باعث رحمت فرمایا

علم حدیث کی مانند علم تفسیر پر بھی قاضی صاحب کو پورا پورا عبور حاصل تھا اس ضمن میں مجھے اپنے استاذ محترم مولانا ابوالخیر خیرالدین احمد صاحب سرسویؒ کی ایک روایت یاد آتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب مرحوم نے اپنے ہاں چند علما کو کھانے پر مدعو کیا۔ مدعوئین میں بھی شامل تھا اس محفل میں بہت سے علمی مسائل پر گفتگو ہوتی اور اس کے دوران قاضی صاحب نے سورۂ یوسف کی یہ آیت پڑھی وَھَمَّ بِھَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ ط - قاضی صاحب نے فرمایا کہ اسکے ترجمہ اور تفسیر کیلئے مفسرین اور مترجمین نے مختلف انداز اختیار کئے ہیں اور کچھ تراجم اور تفاسیر ایسی بھی ہیں جن کے مطالعہ سے خدا کے ایک نبی کی شان مجروح ہوتی نظر آتی ہے۔ قاضی صاحب نے خیال ظاہر کیا کہ ایسے تراجم اور تفاسیر میں غالباً اسرائیلی روایات کی دخل اندازی ہوگئی ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس آیت کا ترجمہ یہ ہونا چاہیئے کہ وہ عورت امراۃ العزیز اپنے اصرار (ترغیب گناہ) پر اڑی رہی اور وہ (حضرت یوسفؑ) اپنے انکار پر اڑے رہے اگر حضرت یوسف نے خدا کی برہان کو نہ دیکھا ہوتا (تو اس کا ارادہ کر سکتے تھے) اور حقیقت یہ ہے کہ اس ترجمہ کی صورت میں نہ صرف یہ کہ ذہن میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی بلکہ نبی کا کردار آئینہ کی طرح بے داغ نظر آتا ہے۔

جیسا کہ بیان کر چکا ہوں۔ قاضی صاحب ریاست پٹیالہ کے ملازم تھے دوسرے راجاؤں کی مانند پٹیالہ کے راجہ کے دربار میں بھی حاضری کے کچھ آداب مقرر تھے جو توحید پرست طبائع کیلئے گراں تھے خصوصاً راجہ کے سامنے حاضری کے موقع پر کورنش وغیرہ بجالانا اور اس قسم کی دوسری حرکات و افعال کسی ایسے شخص کے لئے ممکن نہیں ہو سکتے تھے جو ایک خدائے واحد پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے حضور سجدہ ریز ہونے کے بعد کسی اور ہستی کے سامنے سر نیاز خم کرنے کو گناہ سمجھتا ہو قاضی صاحب ماشاءاللہ ایک اعلیٰ درجے کے موحد مسلمان تھے اور ان کے عقائد کا علم خود راجہ کو بھی تھا۔ قاضی صاحب کی خدا ترسی عدل و انصاف اور راستی سے راجہ اس درجہ متاثر تھا کہ اس نے قاضی صاحب کو کبھی ان کے عقائد کے منافی درباری آداب کی پابندی کے لئے مجبور نہ کیا۔

میرے ایک محب دیرینہ جناب سید بشیر احمد صاحب جو تقسیم ملک سے قبل ریاست پٹیالہ بغرض تعلیم رہائش پذیر تھے اور آجکل ملتان میں مقیم ہیں انکا بیان ہے کہ ایک دفعہ پٹیالہ کے راجہ ولایت

لوٹے اور ان کے استقبال کیلئے عمائدین ریاست اسٹیشن پہنچے تو مجھے خیال آیا کہ چل کر دیکھیں کہ اس موقعہ پر قاضی محمد سلیمان صاحب جیسا موحد، راجہ کے روبرو کس طرز عمل کا مظاہرہ کرتا ہے اس خیال سے جب میں اسٹیشن پر پہنچا تو دیکھا کہ قاضی صاحب استقبال کے لئے آنیوالے دوسرے عہدیداران اور معززین کی قطار سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہیں۔ راجہ صاحب جب گاڑی سے اُترے تو استقبال کے لئے آنیوالے تمام لوگ حسب معمول رکوع میں جا کر کورنش بجا لانے لگے لیکن قاضی صاحب بدستور استغناء کی تصویر بنے اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ پھر میں نے یہ دیکھا کہ راجہ صاحب دوسرے لوگوں کے سلام وصول کرتے ہوئے جونہی قاضی صاحب کے قریب آئے اور ان کی نظر قاضی صاحب پر پڑی تو راجہ صاحب خود آگے بڑھ کر قاضی صاحب سے بغلگیر ہو گئے۔ یہ عجیب منظر دیکھ کر میں بہت حیران ہوا اور اس روز سے میرے دل میں قاضی صاحب کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ گئی اور میں نے سوچا کہ قاضی صاحب نے اپنے رزق اور اپنی دنیا کے لئے خدا پرستی کے اصول کو توڑنے سے پرہیز کیا۔ اسطرح بندوں کی بندگی سے انہوں نے خود کو بچائے رکھا جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ بندے خدا کے اس نیک بندے کے گرویدہ ہو گئے۔ سبحان اللہ! یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

اس طرح ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ جن مبارک ایام میں قاضی صاحب مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھے ان دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک روز قاضی صاحب مسجد نبوی سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے اور آپ کے ہمراہ مسجد نبوی کے امام صاحب بھی باتیں کرتے ہوئے آرہے تھے کہ مسجد کے دروازہ پر پہنچے جہاں نمازیوں کی جوتیاں پڑی ہوتی ہیں۔ اس جگہ پر امام صاحب نے بڑھ کر قاضی صاحب کی جوتیوں کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا اور انہیں قاضی صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ قاضی صاحب نے تیزی سے امام صاحب کے ہاتھوں کو پکڑا اور کہا کہ ہیں یہ آپ کیا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ جواباً امام صاحب نے آنکھوں میں آنسو لیکر فرمایا کہ "آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں ایسا کس کے حکم سے کر رہا ہوں۔ فرمایا کہ رات خوش بختی سے مجھے سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور مجھے عالم رویا میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ دیکھو! محمد سلیمان میرا اپنا مہمان ہے اس کی ہر طرح سے عزت کرنا۔

"رحمۃ للعالمین" کی اصل مقبولیت { قارئین کرام اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آج کل پروپیگنڈے اور اشتہار بازی کا زمانہ ہے اس میں

سرمایہ دار قسم کے لوگ جیس رّدی سے رّدی چیز کو بھی چلانا چاہتے ہیں۔ اپنی دولت کے بل بوتے پر اشتہارات کے ذریعے اسے مقبول عام بنا دیتے ہیں حتیٰ کہ اسے لوازم حیات سمجھا جانے لگتا ہے مگر رحمۃ اللعالمین کی مقبولیت میں کسی اشتہاری بازی کا دخل نہیں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل مجھے اس واقعہ سے معلوم ہوئی کہ جس زمانہ میں اس کتاب کو شائع کیا گیا۔ اس زمانہ میں کئی بڑے بڑے تاجر کتب ادارے موجود تھے۔ مگر مصنف نے پٹیالہ کے ایک غیر معروف شخص خلیفہ شیخ ہدایت اللہ صاحب دروازہ عطر والا، ایسے شخص کا انتخاب کیا جو کہ اس فن سے بھی ناواقف تھے۔ انہوں نے اپنے کئی احباب سے ذکر کیا کہ میرے دفتر میں ایسے متعدد خطوط موصول ہوئے جن میں ایک ہی مضمون تحریر ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے رحمۃ للعالمین نامی کتاب تا حال نہیں دیکھی اور نہ ہی اسکا اشتہار نظر سے گزرا ہے۔ بلکہ رات خواب میں آقائے کل سید الرسلؐ کی زیارت ہوئی اور آپ نے عالم خواب میں یہ حکم دیا کہ پٹیالہ کے اس پتہ پر خط لکھ کر "رحمۃ للعالمین" نامی کتاب طلب کرو۔ اور اس کا مطالعہ کرو۔ اس لئے ہم یہ خط لکھ رہے ہیں۔ اللہ اکبر! یہ نصیب اللہ اکبر، لوٹنے کی جائے ہے۔ اس کتاب کا اشتہار مصنف کا خلوص اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت بلکہ عشق تھا۔ آپ نے یہ کتاب بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ایک ایک لفظ اس اقلیا طا ور احتمام سے رقم کیا ہے کہ آپ بعد از نماز تہجّد باوضو اور رو بقبلہ ہو کر خشوع اور خضوع سے اس کی نگارش کی توفیق مانگ کر لکھا کرتے تھے۔ اس فعل کو انہوں نے آخر تک جاری رکھا۔ بقول علامہ اقبالؒ ؎ کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہِ سحر گاہی۔

یہ اسی آہ سحر گاہی کا اثر ہے کہ ایک ایک لفظ دل میں اُترتا چلا جاتا ہے اور بیسا اوقات پڑھنے کے دوران قاری کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں۔ قارئین کرام میں سے اکثر حضرات نے رحمۃ للعالمین کا انگریزی ترجمہ پڑھا ہوگا جو پاکستان ٹائمز میں مسلسل طبع ہوتا رہا ہے (۶۱-۶۰-۱۹۵۹ء) اس ترجمہ کا شرف مصنف کے اکلوتے فرزند بقول الولد سرلابیہ جناب قاضی عبد العزیز مرحوم کو حاصل ہوا۔ انہوں نے بھی اس ترجمہ کے دوران سنّت اولیٰ کو ملحوظ رکھا۔ اس حقیقت کا انکشاف جناب میجر جنرل غلام عمر صاحب (قاضی صاحب کی نواسی کے شوہر) نے کیا جو کہ خود بھی اس ترجمہ میں کسی حد تک ان کے شریک کار رہے۔ انہوں نے ان دنوں جب وہ کوئٹہ میں کرنل کے عہدہ کی ذمہ داریوں کو سنبھالے ہوئے تھے فرمایا کہ "ماموں جان" قاضی عبدالعزیز صاحب بعض دفعہ ایک سے زیادہ الفاظ پر غور کرنا شروع کرتے

کہ یہاں ترجمہ کے لئے کون سا لفظ موزوں رہے گا۔ خود غور کرنے کے علاوہ مجھ سے بھی مشورہ طلب کرتے۔ مگر آخری فیصلہ کن عمل یہ ہوتا کہ وہ باوضو ہو کر اللہ سے دعا کرتے کہ یا اللہ مجھے وہ لفظ کہنے کی توفیق دے جو تیرے نزدیک موزوں تر اور مؤثر تر ہو۔"

آخر میں ایک امر واقعہ کا ذکر میں ضرور خیال کرتا ہوں کہ قاضی صاحب اپنے بزرگ و برتر مولیٰ کی خدمت میں اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے مولا مجھے ایسے وقت اپنے حضور بلانا جب میں دنیا کی ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہوں۔"

چنانچہ واقف حال حضرات کو بخوبی علم ہوگا کہ مولا کریم نے اپنے نیک بندے کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کو اس وقت اپنے پاس بلایا جب وہ حج بیت اللہ سے واپس لوٹ رہے تھے اور جہاز پر سوار تھے۔ اس موقعہ پر ہر قسم کی روحانی آلائشوں سے تو پاک تھے ہی۔ دنیاوی مال و متاع بھی ان کے پاس موجود نہیں تھا۔ ان کا جنازہ ایک معروف دینی خاندان غزنویہ کے چشم و چراغ مولانا اسمٰعیل غزنوی مرحوم نے پڑھایا اور مرحوم کا جسد مبارک سمندر کی پاک و شفاف لہروں کے سپرد کر دیا گیا۔ ع مری عمر رواں آب رواں معلوم ہوتی ہے۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط (رسلمان)

تحریر
حکیم محمد عبداللہ صاحب (جہانیاں)

ندائے سلمان!

اے آسماں کے تارو! نام خدا پکارو
دشت و جبل پکارو ارض و سما پکارو

جنگل کے سب پکھیرو تحمید گا رہے ہیں
خاموش کیوں ہو انساں جاگو صدا پکارو

جو دل میں بس رہا ہے جاری ہو وہ زباں پہ
پیارے کا نام پکارا ہے دل کشا پکارو

ذکرِ خدا سے غفلت ہے مانعِ محبت
لیل و نہار بولو۔ صبح و مسا پکارو

ہونا پڑے گا چپ ہی زیرِ زمیں جا کر
منہ میں زباں ہو رکھتے نام خدا پکارو

آئے ہو اس جہاں میں دینے کو تم گواہی
اے اہلِ صدق بولو۔ اہلِ صفا پکارو

تقدیرِ کبریا کی تقدیس ذوالمنن کی
وقتِ الم پکارو۔ حینِ دعا پکارو

اب زاویوں کو چھوڑو خلوت کدوں کو توڑو
ہاں چار سو میں حق کو بہرِ رضا پکارو

دعوت نجات کی ہے اسلام سب کو دعوت
یہ بے حساب بولو، بے انتہا پکارو

کانوں میں سب کے ڈالو پیغام مصطفےٰ کا
افراد کو سناؤ۔ قوموں کو جا پکارو

جو یک دل و زباں ہیں وہ کیوں ہوں مہر بر لب
سلمانِ خستہ دل کی سن لو صدا پکارو

نعت

پیدا ہوئے محمدؐ عالم تمام چمکا
حقّ صریح چمکا صدق دوام چمکا

روشن ہوئے براہیں واضح ہوئے دلائل
جب نیّرِ رسالت بر خاص و عام چمکا

اہلِ کتاب و مشرک محتاجِ بیّنہ تھے
حجّت ہوئی مکمّل مہرِ انام چمکا

بطحا کا ذرّہ ذرّہ انجم بنا فلک کا
مصر اور ہند و ایران، اسپین و شام چمکا

چمکا وہ نورِ عالم سردارِ ولدِ آدمؑ
چشمانِ حورِ عین پر جس کا ہے نام چمکا

مقدم سے اس کے کعبہ ہے رشکِ طورِ سینا
اسود ہوا مجلّٰے بیت الحرام چمکا

غارِ حرا میں چھپ کر چرخِ بریں پہ چڑھ کر
ارض و سما پہ یکسر وہ نورِ عام چمکا

تکبیر اور اذاں میں روشن ہے نام اس کا
قطبین و استوار پر اس کا کلام چمکا

اے مشتِ خاک تیرا چمکا نصیب اعلیٰ
وہ ماہِ خاتمیت تجھ پر تمام چمکا

اس شوق میں کہ لیں گے نعلینِ پاک سر پہ
الماس جگ مگایا روئے رخام چمکا

شانِ محمدیؐ سے اندھے ہیں اہلِ ظلمت
وہ نورِ حق ہے جس سے دار السلام چمکا

تعلیمِ مصطفےٰ نے تجھ کو کیا منوّر
بختِ سیاہ تیرا اے عقلِ خام چمکا

روحِ حیاتِ سلماں حُبِّ نبی ہے یا رب
نورِ یقین عطا کر، فوق المرام چمکا